اُجالا

اُجالا

چھٹا شمارہ

چیف ایڈیٹر : ____________ مسرت جہاں

مجلسِ ادارت : ____________ احمد سخی جامی
زرین ملک

تصاویر : ____________ کریم جان

سرورق : ____________ افشاں شعیب

پرنٹرز : ____________ سپنزر پرنٹرز پشاور

فہرست مضامین

نمبر	عنوان	مصنف	صفحہ
۱	فلک ناز ہم سے روٹھ گئی	احمد فراز	
۲	دورہ ہنر ہائی نس آغا خان		۱
۳	ترقی کا تیسرا اصول	ڈاکٹر اختر حمید خان	۱۹
۴	پینتیسویں اور پندرھویں کانفرنس سے جنرل منیجر کا خطاب	جنرل منیجر	۲۴
۵	آپ کی تنظیم		۳۲
۶	ہماری منزل	مولوی محمد موسیٰ	۳۴
۷	پسن کا صاف پانی	نور محمد	۳۸
۸	دیہی تنظیم ہنوچل	سلطان حمید	۳۹
۹	بھدت پیرورٹ ۔ جنگل اور چراگاہ پر ایک نظر	علی محمد	۴۰
۱۰	دیہی تنظیم ڈرنیل	محمد سرتاج خان	۴۲
۱۱	اجتماعی ترقی کے اُصول	محمد کثیر	۴۹
۱۲	توسیع علم	سلطان حمید	۵۲
۱۳	حب علی	احمد جامی سخی	۵۴
۱۴	محمد صراط	فیض شاہ مرحوم	۵۶
۱۵	دیہی تنظیم شایار کی ماہر فصلات کی کارکردگی	نور محمد	۵۸
۱۶	یاسین کے پیسر وائزروں کی بہترین کارکردگی	برکت علی خان	۵۹
۱۷	۳۵ ویں کانفرنس کی جھلکیاں		۶۱
۱۸	سوشل آرگنائزرز کی ڈائریوں سے اقتباسات		۶۳
	۱- سلطان حمید ۲- شکرریز ۳- محمد اقبال		
	۴- نور محمد ۵- برکت علی خان ۶- صفدر خان		
۱۹	دیہی ترقی میں خواتین کا کردار	رابعہ بیگم	۷۳
۲۰	ایک خط	گلشاد - اے - رحمن	۷۵
۲۱	نظم	احمد کریم	۷۹

فلک ناز

ہم سے روٹھ گئی

زمیں کا حسن فلک ناز ہم سے روٹھ گئی　　وہ خوش مزاج و خوش انداز ہم سے روٹھ گئی

نہ جانے کس سے خفا تھی جدا ہوئی ہم سے　　نہ جانے کس سے تھی ناراض ہم سے روٹھ گئی

وہ آسمانوں سے ہم کو پکارتی ہے مگر　　ہماری طاقتِ پرواز ہم سے روٹھ گئی

دماغ سُن ہیں دلوں پر سکوت طاری ہے　　کہ زندگی کی ہر آواز ہم سے روٹھ گئی

وہ قصہ پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچا　　وہ داستاں سرِ آغاز ہم سے روٹھ گئی

وہ انتظار جو کرتی تو ہم منا لیتے　　وہ جلد باز بصد ناز ہم سے روٹھ گئی

شعیب زخم بہ دل جاں بلب مسرت ہے　　وہی جو سب کی تھی دمساز ہم سے روٹھ گئی

نہ وہ کلی سی پریسا نہ پھول سا ذیشان　　بہارِ خانہ بر انداز ہم سے روٹھ گئی

شبِ سیاہ میں اس نے بہت پکارا ہمیں　　جو در ہوا نہ کوئی باز ہم سے روٹھ گئی

ملے نہ حرف قلم کو تو خون ٹپکایا !

فراز دولتِ الفاظ ہم سے روٹھ گئی

میں نے یہاں شمالی علاقہ جات میں اپنی زندگی کے چند بہت ہی پُر مسرت اور پُرجوش ہفتے گذارے ۔ تعریف کرنے اور احساسات کی صحیح ترجمانی کیلئے الفاظ کا دامن تنگ ہے ۔ جو میں اے کے آر ایس پی کی شاندار کامیابیوں اور اس سے منسلک افراد کیلئے رکھتا ہوں جسے پچھلے پانچ سالوں کے عرصہ میں حاصل کیا گیا ہے ۔ صدیوں پُرانی غربت، نا امیدی ، انسانی تصادم اور فرقہ پرستی اب قصۂ پارینہ بنتے جا رہے ہیں۔ جوں جوں نئی روشنی اور اُمیدیں مستقبل پر نمودار ہو رہی ہیں ۔ جن پر لوگ یقین رکھ سکتے ہیں ۔ ہاں الفاظ اِس ترجمانی کیلئے ناکافی ہیں ۔

آغا خان

۲۰ ، نومبر ۱۹۸۷ء

هزهائی نس کی چیف ایڈیٹر اجالا سے ملاقات

اجالا اور هزهائی نس

هزہائی نس تنظیم کی میٹنگ میں

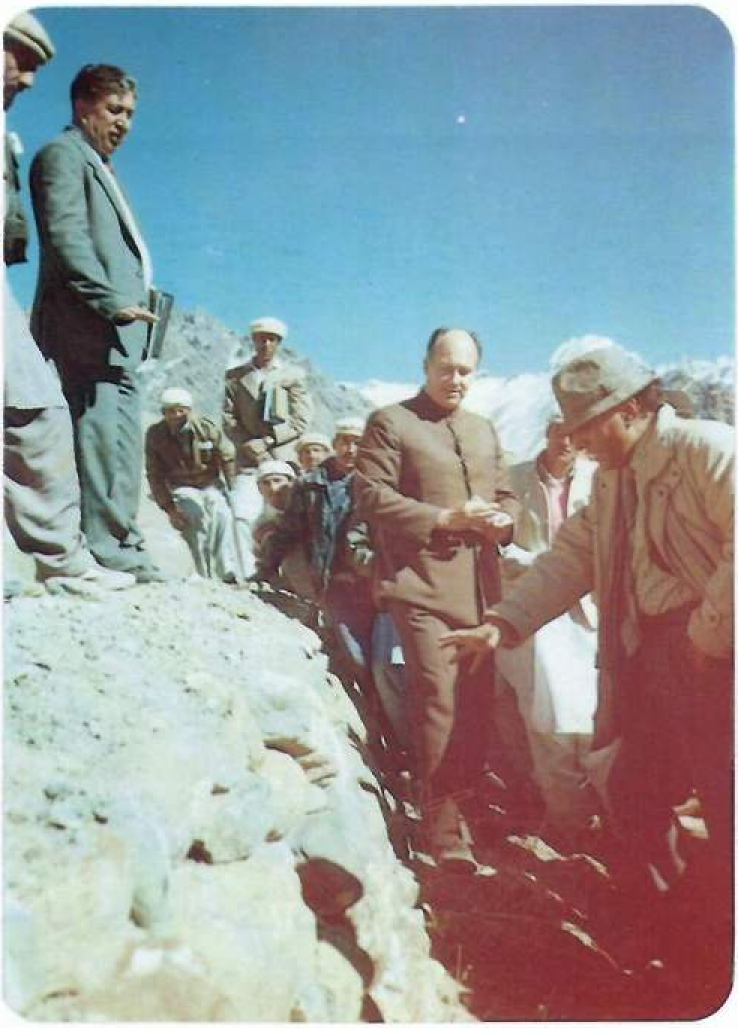

کوهل کا معائنہ

ٹیرو تنظیم کی شجرکاری کا معائنہ

ہزہائی نس کی ٹیرو تنظیم کے کوہل کے معائنہ سے واپسی

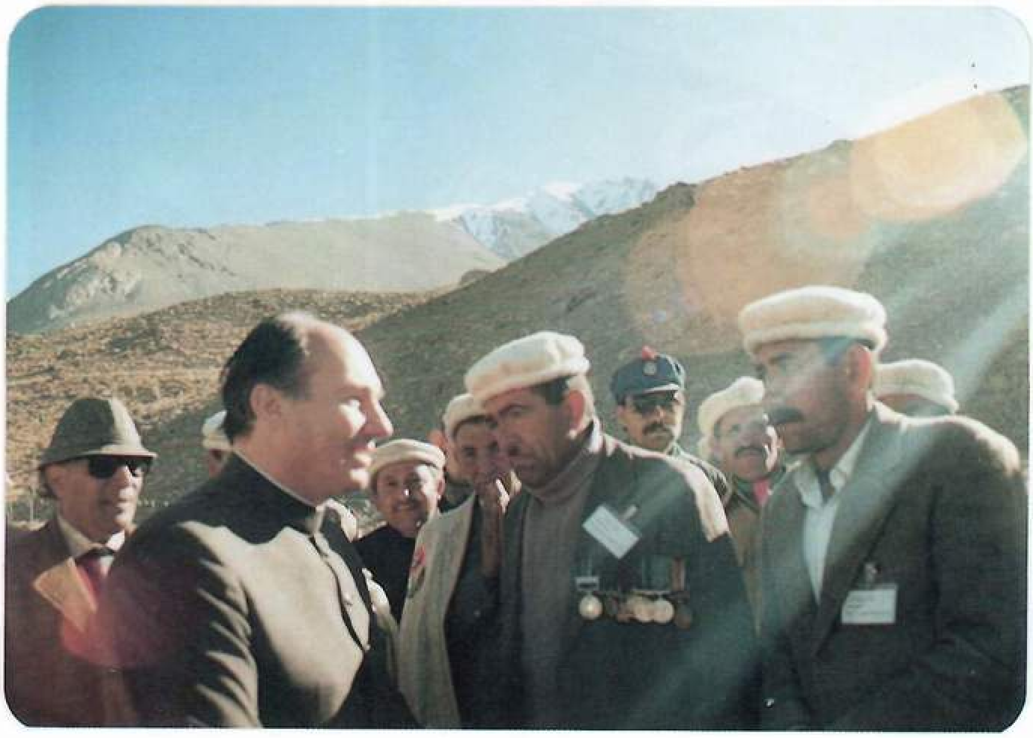

سست تنظیم کے نمائندوں سے گفتگو

ہزہائی نس سست سرنگ کا معائنہ فرما رہے ہیں

خیبر تنظیم کی بندگوبھی کا معائنہ

ہزہائی نس کی خیبر تنظیم سے ملاقات

بروشل نگر تنظیم سے ملاقات

بروشل نگر میں یاک کی پیش کش بطور تحفہ

برکلتی تنظیم میں ہزہائی نس کی تشریف آوری

برکلتی تنظیم کے ہیفر پروجیکٹ کا معائنہ

پڑی تنظیم کے ٹینک کا معائنہ

پڑی تنظیم سے ملاقات

ہزہائی نس کی منیجرز کانفرنس میں آمد

منیجرز کانفرنس کا ایک منظر

منیجرز کانفرنس مندوبین بلتستان

منیجرز کانفرنس مندوبین گلگت

ہزہائی نس کی اے کے آر ایس پی سٹاف سے ملاقات

اے کے آر ایس پی سٹاف سے ملاقات

ہزہائی نس کی اے کے آر ایس پی سٹاف سے ملاقات

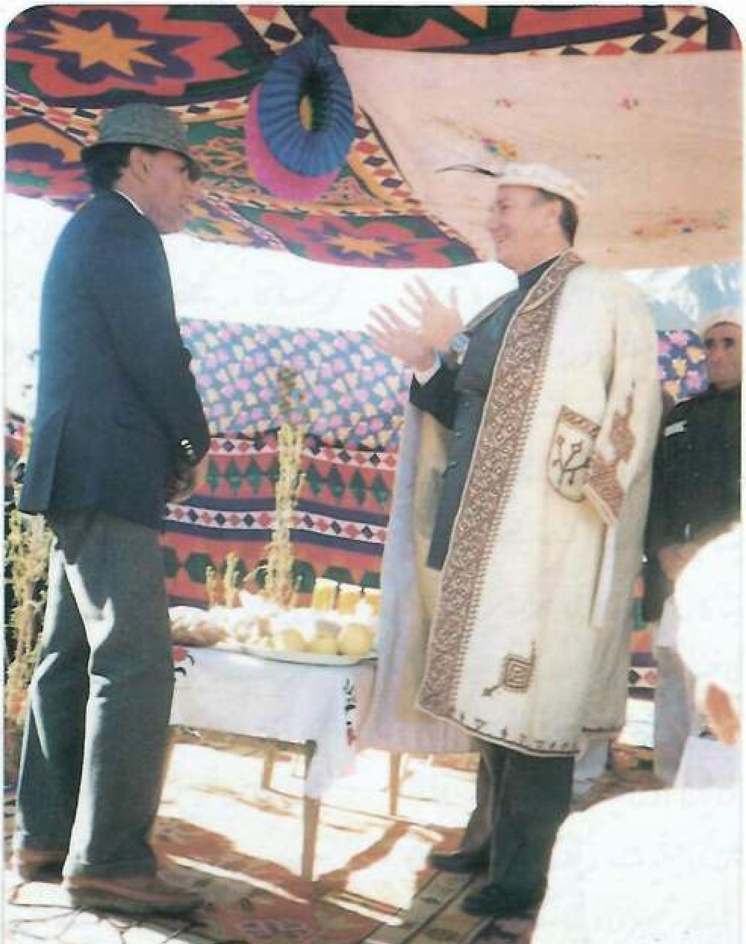

جنرل سنیجر سے محو گفتگو

شعیب سلطان خان، جنرل مینیجر اے کے آر ایس پی

تعارف

بخدمت ہز ہائی نس پرنس کریم آغا خان

ہز ہائی نس!

تعارف کی شکل میں جناب رابرٹ شاہ نے مجھے اس رسمی تکلف میں ڈال دیا اور یہاں تک کہ میرے لئے ایک تقریر بھی تیار کی ہے۔ مجھے امید ہے کہ جناب عاشق حسین متفقہ پروگرام میں اس تبدیلی سے معترض نہیں ہونگے۔ بہر حال میں ہز ہائی نس کی شان میں چند تعارفی کلمات پیش کرتے ہوئے بہت ہی نازاں ہوں اور فخر محسوس کرتا ہوں گو کہ یہ سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ لیکن شاید بہت سے لوگوں کو پتہ نہیں ہو گا کہ آپ آغا خان رورل سپورٹ پروگرام یعنی اے کے آر ایس پی سے کتنی دلچسپی رکھتے ہیں جو آئندہ آنے والے دو ہفتوں میں اپنے پانچ سال پورا کر رہا ہے یہ بالکل برمحل ہو گا کہ ہم اس موقع پر اس ادارہ کے بانی اور سرپرست کو اس سنگ میل کے دورہ پر مبارکباد پیش کریں۔

ورلڈ بینک کے جائزے کے اختتام پر جب اس سال کے آغاز میں ہز ہائی نس نے مجھے ایک خط لکھا جس میں اے کے آر ایس پی کی ترقی کی تعریف کی گئی تھی۔ میں نے اس کا جواب اس طرح دیا تھا کہ اس سے پہلے اپنے تین عشروں پر محیط پیشہ ورانہ کام کے دوران کبھی ایسا نادر موقع میرے پہلے کے کسی بھی محسن نے نہیں دیا۔ میرا پہلا محسن بہت سے فصیح و بلیغ دعوؤں کے باوجود دیہی ترقی میں برائے نام دلچسپی رکھتا تھا یقیناً یونیسف نے مجھے نادر موقع فراہم کیا۔ لیکن اقوام متحدہ میں اوقات کار اپنی دوسری سرگرمیوں کی مانند ہے۔ جو غیر مؤثر اور ممبر ممالک کی خیر سگالی پر انحصار کرتی ہے۔ میرا موجودہ محسن ایسا ہے جس نے مجھے ہر چیز فراہم کی ہے۔ وسائل بہم، جن میں رابرٹ شاہ جیسی شخصیتیں بھی شامل ہیں اور ایک ایسا نظام الاوقات دیا جو دیہی ترقی کے لئے شرط اوّلین کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور ان سب سے بڑھ کر یہ ایک تصور دیا ہے۔ تیسری دنیا کے دیہی حالات سے دور رہنے کے باوجود میں اکثر حیرت زدہ ہوتا ہوں کہ کس طرح ہز ہائی نس نے دیہات کے غریبوں کی قابل رحم حالت سے متعلق ادراک اور بصیرت افروز سمجھ حاصل کی ہے اور اس سلسلے میں صرف میں ہی نہیں بلکہ میرے استاد اور مشفق ڈاکٹر اختر حمید خان بھی ان تعریفی کلمات میں شریک ہیں۔

اس سے بہتر موقع شاید پھر مجھے نہیں مل سکے گا کہ میں اے کے آر ایس پی کی مثبت اور کھل کر حمایت کرنے پر شمالی علاقہ جات کے ایڈمنسٹریٹر جناب عبدالقیوم خان کا شکریہ ادا کروں۔ خوش قسمتی سے آج ہمارے مابین بورڈ آف ڈائریکٹرز کے چند ممبران بھی بشمول چیئرمین رمضان مرچنٹ کے شریک ہیں۔ اے کے آر ایس پی کے لئے ان کے مخلصانہ اور مسلسل حمایت نے پروگرام کو زبردست تقویت پہنچائی ہے۔ ایک شخصیت کہ جس کی حمایت کے بغیر میں شاید پانچ سال تک گلگت میں نہیں ٹھہر سکتا۔ میری اہلیہ ہے، جو خاندان میں سب سے عظیم قربانی دے رہی ہے اور وہ کچھ کرنے کی اجازت دے رہی ہے جسے میں پسند کرتا ہوں۔ ہز ہائی نس! گلگت ان مقامات میں سے نہیں ہے جو گھرانے کو ساتھ رکھنے کے لئے بہت ہی پرکشش ہوتے ہیں۔ لیکن وہ آپ کی اتنی مداح ہیں کہ بخوشی اس کڑی آزمائش میں سے گذر رہی ہیں۔

دنیا بھر میں اے کے آر ایس پی اسٹاف کو میں نے بہترین پایا اور اس پروگرام کی کامیابی کا زیادہ تر دارومدار انکے سر ہے۔ دیہی علاقوں کے لوگوں کے مثبت ردعمل کے بغیر اے کے آر ایس پی اس مقام پر نہیں ہوتا اور اس ردِعمل کی مکمل نیکنامی ان لوگوں کے سر ہے جو آج آپ کے سامنے تشریف فرما ہیں۔ ان سرگرم کارکنوں کے بغیر جو اعزازی خدمات سرانجام دیتے ہیں، کچھ بھی حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

اب میں ہز ہائی نس کو دیہی منیجران کے اس گروہ سے خطاب کرنے کی دعوت دیتے ہوئے خوشی محسوس کرتا ہوں جنہوں نے دیہی ترقی سے متعلق لوگوں کے سوچ اور تصورات میں قابل ذکر تبدیلی رونما کی ہے۔

ہز ہائی نس

پرنس آغا خان

کا خطاب

ضلع گلگت وبلتستان کے دیہی تنظیموں کے صدور و منیجر صاحبان، اے کے آر ایس پی اسٹاف اور ڈائریکٹر صاحبان،

خواتین وحضرات۔

آج کی اس ٹھنڈی شام کو ایک شاندار ہفتے کے بعد اس ممتاز گروپ سے ملتے ہوئے میں خوشی محسوس کرتا ہوں۔ میں آپ میں سے اُن سب کا خصوصی طور پر شکر گذار ہوں جنہوں نے اس کانفرنس میں شرکت کے لئے مسافت طے کی ہے مجھے پتہ ہے کہ آپ میں سے بہت شمالی علاقہ جات کے دور دراز گاؤں سے مسافت طے کر کے یہاں آئے ہیں تاکہ میں آپ سے ملاقات کر سکوں اور آپ کی آراء سن سکوں میں نے زیادہ تر پچھلے ہفتے چترال اور شمالی علاقہ جات کے گاؤں کے دورے میں گذارے اس دوران میں اس قابل ہوا کہ منصوبوں کو دیکھ سکوں اور ان چیلنجوں کو جان سکوں جو دیہی تنظیمات کو درپیش ہیں اور ان چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے آپ کے منصوبے دیکھ سکوں اس لئے پاکستان کے اس حصے میں ترقی سے متعلق تبادلۂ خیالات کے لئے یہ ایک بہترین موقع ہے۔ اور خاص طور پر آپ نے آغا خان رورل سپورٹ پروگرام کے ساتھ مل کر پُرجوش کام کئے ہیں۔

اسماعیلی کمیونٹی کے افراد کی معیارِ زندگی کو بہتر بنانا میرا اخلاقی فرض ہے۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے میرے دادا جان اور میں نے خود مسلم اُمّہ کی بہت سے ذمہ داریوں میں حصہ لیا ہے اور خاص طور پر اُن کے ساتھ جو کہ ہمارے ترقیاتی مقاصد میں شریک ہیں یہ میرا یقین ہے کہ ہم صحیح معنوں میں ترقی صرف اسی صورت میں حاصل کر سکتے ہیں جب ہم بھائی چارگی کے جذبے کے ساتھ مل جل کر کام کریں۔

اے کے آر ایس پی جو عنقریب اپنی پانچویں سالگرہ منانے والا ہے میرے لئے اسی جذبے کا ایک اظہار ہے۔ سات سو سے زیادہ تنظیمیں اب اس تجربے میں شریک ہیں اور آج رات نمائندوں کی اتنی بڑی تعداد کو یہاں دیکھ کر میں بہت خوش ہوا ہوں۔

میں نے خود ہی ایسے آبپاشی کے کوہل دیکھے جن کو گاؤں والوں نے مل کر پہاڑ بلاسٹ کر کے ایک ایک پتھر چن کر کے بنایا ہے۔ میں نے نئی زمین اور فصلیں، نئے باغات، نئی نسل کے جانور بھی دیکھے جو ان نہروں نے ممکن کیا۔ یہ تمام چیزیں سنہ ۱۹۸۳ء میں جب میں شمالی علاقہ آیا تو موجود نہیں تھیں یہ مادی حقائق باوجود اپنی اہمیت کے ایک گہری حقیقت کی علامت ہیں۔ وہ اس اُمید اور قوت کا ثبوت ہیں جو میں گاؤں میں پاتا ہوں۔ اعتماد اور مقابلے کا یہ جذبہ مستقبل کے لئے بہت اہم ہے۔

ہمارے پہلے کے دونوں مقررین نے نہایت ہی فصیح و بلیغ انداز میں چند اہم نکات کی نشاندہی کی جن میں سے تین کا تذکرہ کروں گا۔

پہلا نکتہ تعاون کے جذبہ کی اہمیت ہے۔ گو کہ گاؤں گاؤں میں یا آپس میں اختلافات ہیں لیکن ہم اپنے بال بچوں کی بہتر دیکھ بھال کی خواہش، اپنے بچوں اور خواتین کی بہتر صحت، اپنے نوجوانوں کی تعلیم

اور ایک بہتر مستقبل کی تعمیر کے جذبے کی وجہ سے بھائی ہیں۔
یہ دیہی تنظیموں کو اُن کے مقاصد کی یگانگت میں ایک فورم مہیا کرنے
پر، جس میں تعاون کی فضا پروان چڑھ سکتی ہے۔ مبارکباد پیش کرتا
ہوں۔ ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے تاکہ جو شروعات کی گئی ہے اُس کو
وسعت دی جائے اور دیہی تنظیموں کی اہمیت کو بڑھایا جائے۔ ابھی تک
جو ترقی ہوئی ہے اس سے میری بہت حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔

میرے دوسرے نکتے کا تعلق خود انحصاری سے ہے۔ تمام مسلمانوں
پر زور دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کا دیا ہوا اپنا دماغ اور دیگر صلاحیتوں کو ترقی
دیں۔ دیہی تنظیمیں صرف اُسی صورت میں مؤثر ثابت ہوسکتی ہیں کہ اس کا
ہر ممبر اپنی صلاحیتوں کو بڑھائے اور اپنی بہترین قابلیت کے مطابق افرادی
قوت فراہم کرے۔ اور اس کے لئے تربیت اور قوت ارادی کی ضرورت
ہوتی ہے۔ میں دیہی تنظیموں کے اپنے مرد و زن ممبران کی خصوصی صلاحیتوں
میں اضافہ کرنے کے لئے آمادگی سے بہت متاثر ہوں۔ مجھے یقین ہے
کہ مستقبل میں صلاحیتوں کے حدود کو بنیادی صحت، تعلیم اور ماحول میں بہتری
پیدا کرنے تک بڑھایا جائے گا۔ خود انحصاری کی جستجو میں کفایت شعاری
کے اصول بھی اُن خدمات کے سلسلے میں ضروری ہیں جو دیہی تنظیمیں فراہم
کرتی ہیں۔ شمالی علاقہ جات صرف اُسی صورت میں ایک محفوظ اور خوشحال
مستقبل کی تعمیر کرسکتا ہے کہ یہ اپنی صلاحیتوں اور وسائل کو ترقی دے۔

اب میں اپنے تیسرے نکتے کی جانب آتا ہوں جس کا تعلق مستقبل
کے لئے خود کو تیار رکھنے کی ضرورت ہے ہم میں سے کوئی بھی مستقبل کے
بارے میں بالکل صحیح پیشن گوئی نہیں کرسکتا۔ لیکن تغیرات کے ساتھ خود
کو تیار رکھنے کے لئے ہمیں دماغ دیا گیا ہے۔ نئی سڑکوں، ذرائع
رسل و رسائل، خیالات اور مارکیٹ کے ساتھ ساتھ اس علاقہ میں بھی
تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ ہمارے بچے ایک ایسی دنیا سے دوچار ہونگے
جو آپ کی دنیا سے مختلف ہوگی۔ اس کی ایک وجہ حکومت پاکستان، صدر
مملکت، وزیراعظم، وزیر برائے شمالی علاقہ جات و امور کشمیر اور جناب
عبدالقیوم خان ایڈمنسٹریٹر شمالی علاقہ جات کی اس علاقے اور عوام سے
گہری دلچسپی ہے۔ دوسری وجہ وہ تبدیلیاں ہیں جو آپ اپنے اپنے
گاؤں میں لا رہے ہیں۔ تبدیلی بعض اوقات بے چینی، بے صبری اور
حسد لاتی ہے اس وجہ سے آپ کی دیہی تنظیمیں بات چیت، فیصلہ جات
اور تبدیلی میں مؤثر انتظام کا ایک اہم مرکز ثابت ہوسکتی ہیں۔

مستقبل سے متعلق دیہی تنظیموں کے صدور اور مینیجر صاحبان کے لئے
جو ہر مہینے ملتے ہیں میرے پاس دو مخصوص خیالات ہیں
اول مستقبل کے بارے میں سوچ اور درمیانی مدت کے لئے
منصوبہ بندی۔ مستقبل کے ادراک کے بغیر حالات خود ہی انہیں
آپ کے لئے تشکیل دیں گے۔ منصوبہ بندی کے بغیر یہ فیصلہ
کرنا آپ کے لئے مشکل ہوگا کہ کس کو کس مقصد اور تربیت
کے لئے منتخب کیا جائے تاکہ وہ گاؤں کے زرعی دیگر اور
نئے شعبوں میں ضروریات کی تکمیل کی خاطر واپس لوٹیں۔ مثال کے طور پر
سیاحت کے نئے میدان کو ہی لیجئے۔ آپ کے گاؤں اور پہاڑ خوبصورت ہیں۔
یہ ایسے قدرتی وسائل ہیں جو دنیا بھر سے ایسے لوگوں کے لئے پرکشش ہیں جو
کھیل کود، صحت اور ثقافت میں دلچسپی رکھتے ہیں لیکن یہ اتنے نازک ہیں کہ غیر محتاط
ترقی اور بدصورت نئی عمارتوں کی تعمیر انہیں تباہ کرسکتی ہیں۔ دیہی
تنظیموں کو منصوبہ بندی اور اپنے لوگوں کو ایسی تربیت دینے
کی ضرورت پڑے گی کہ جس سے وہ اپنے قدرتی وسائل کی خوبصورتی
اور سادگی کو ترقی دے سکیں جو کہ پوری دنیا میں ممتاز ہیں۔

میرے دوسرے مشورے کا تعلق اس ترقی سے ہے جو گاؤں
سے باہر ہے جونہی دیہی تنظیمیں ایک نئے مرحلے میں داخل ہوں گی تو ان
کی کچھ ایسی ضروریات ہوں گی جن کی تکمیل ایک گاؤں نہیں کرسکے گا۔
زرعی پیداوار کی بہتر مارکیٹنگ اور آئندہ کے لئے ذخیرہ کرنے
کے لئے پروجیکٹوں میں زرعی اجناس کی پروسسنگ فیکٹریوں اور
پی پی آئی سے بڑے پروجیکٹوں کے لئے گاؤں کے مابین تعاون
بہت ضروری ہے۔

میں تعاون کے اس اگلے مرحلے کے متعلق سوچنے کے لئے آپ
کی حوصلہ افزائی کرتا ہوں تاکہ کوئی بھی گاؤں اپنی دولت اور افرادی
قوت کے حدود میں مقید نہ رہے۔

میں اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ اس علاقہ کی ہمہ جہت ترقی میرے
دل میں رہے گی اور میرے دیگر ادارے کے پروگراموں کے اہم
مقاصد میں ہوگی۔ بہر حال کوئی بھی انسانی ادارہ ہمیشہ کے لئے ایک
ہی شکل میں نہیں رہ سکتا۔ نئی ضروریات اور حالات کے ساتھ
ساتھ اے کے آر ایس پی اور دیہی تنظیموں کو بھی پھلنا پھولنا
اور تبدیلی لاتے رہنا چاہیئے آپ کی تنظیموں کو موجودہ شکل میں تصنع
بھرا ہوا منجمد نہیں ہونا چاہیئے۔ نئی ضروریات کے اُبھرنے کے
ساتھ ساتھ ضروری ترمیمات پر گفتگو کے لئے میں ہمیشہ تیار رہوں گا۔

آپ کے کئے ہوئے شاندار کام کو دیکھ کر مجھے یقین ہوا ہے کہ آپ کے اندر آئندہ آنے والے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔

تقریر کے اختتام پر میں ڈائرکٹرز اور اے کے آر ایس پی اسٹاف کی جذبہ اور تندہی اور بالخصوص چیئرمین جناب رمضان مرچنٹ اور جنرل منیجر جناب شعیب سلطان خان کی معاونت کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ آج کی شام ہماری یہ ملاقات بھرپور تعاون اور خیر سگالی کے جذبے کا اظہار ہے مجھے اس بات پر فخر ہے کہ اے کے آر ایس پی شمالی علاقہ جات کی چاق و چوبند اور پُر اُمید لوگوں کیلئے کار آمد ثابت ہوا ہے اور مستقبل کے لئے میں آپ سب کی کامیابی کا خواہشمند ہوں میں اپنے اگلے دورے کے دوران اُن تبدیلیوں کو دیکھنا چاہوں گا جنہیں آپ لانے کے قابل ہو چکے ہیں۔

اس تقریب کے بعد ہز ہائی نس مختصر وقت کے لئے اے کے آر ایس پی کے کانفرنس روم میں تشریف لے گئے جہاں انہوں نے مہمانوں کی کتاب VISITORS BOOK میں پروگرام اور اپنے دورے کے بارے میں خیالات کا اظہار فرمایا جس کا اردو ترجمہ شروع میں پیش کیا گیا ہے۔

ہز ہائینس پرنس کریم آغا خان کا دورہ چترال و گلگت

ہیز ہائینس کا ۱۶، ۱۷ نومبر ۱۹۸۷ء کا دورہ چترال

ہیز ہائینس اسلام آباد سے ۱۳۰ ۔ سی کے ذریعے چترال پہنچے اور ایئرپورٹ کی تقریبات کے بعد فوراً ہی پوما آرمی ہیلی کاپٹر پر سوار ہوئے اور ساڑھے دس بجے شگوڑ پہنچے ۔ ڈی ۔ پی او اور ان کے ساتھیوں نے ان کا استقبال کیا اور اس کے بعد کچھ دیہی تنظیموں کے نمائندوں سے انہیں متعارف کرایا گیا ہیز ہائینس نے دیہی تنظیم کے دو ڈائریکٹروں کو دیکھا اور ان کی دیکھ بھال آمدنی اور انتظام کے متعلق سوالات پوچھے ۔ وہ پھر پنڈال کی طرف بڑھے اور قرآن مجید کی تلاوت کے بعد دیہی تنظیم کے ممبران سے خطاب کیا جو پنڈال میں اکٹھے ہوئے تھے ۔

ہیز ہائینس کا ایک سوال کہ مستقبل کے بارے میں ان کی کیا رائے ہے پر دیہی تنظیم کے منیجر نے ہیز ہائینس کو آگاہ کیا کہ دیہی تنظیمات اے کے آر ایس پی کے ترقیاتی اصولوں پر عمل پیرا ہیں ۔ انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ اگر دیہی تنظیمات اے کے آر ایس پی کے اصولوں کو مسلسل اپنائیں تو اپنی ناگزیر ضروریات زندگی کے مقام کو اونچا کر سکتے ہیں ۔

گفتگو کے بعد ہیز ہائینس نے پروجیکٹ دیکھنا چاہا اور سو فٹ لمبے اور دس فٹ اونچے حفاظتی بند بنانے کی کوشش کی بہت ہی تعریف کی ۔ انہوں نے نئے آباد کی ہوئی زمین کے ترقیاتی منصوبہ اور امکانی مدت جو اس مقصد کو پورا کرنے میں لگی کے متعلق سوالات پوچھے ۔ دیہی تنظیم کے منیجر نے جواب دیا کہ ممبران امید کرتے ہیں کہ دو یا تین سالوں میں علاقہ کو آباد کیا جائے گا ۔ شعیب سلطان خان نے وضاحت کی کہ پانچ سال کا ہدف یقینی ہے ۔ ہیلی کاپٹر کی طرف واپس آتے ہوئے شعیب سلطان خان نے خواتین پروگرام کی کوآرڈینیٹر سے ہیز ہائینس کا تعارف کرایا ۔ ہیز ہائینس کے ایک سوال پر انہوں نے مواصلات کی مشکلات کے متعلق کہا ہیز ہائینس شعیب سلطان خان کی طرف مڑے اور مسکراتے ہوئے کہا کہ میں امید کرتا ہوں کہ یہ اشارہ ہیلی کاپٹر لینے کا نہیں ہے ۔ اور فرمانے لگے کہ ہیلی کاپٹر کا حصول ممکن بنایا جائے گا مگر ایک نئے انتظام کے تحت ۔

ہیز ہائینس کی اجازت سے شعیب سلطان خان اور رابرٹ شا (Robert shaw) پیچھے ٹھہرے اور جیپ سے چترال واپس ہوئے ۔ ۱۷ نومبر کو ہیز ہائینس مار تھینگ میں پہلی مرتبہ آئے جو عام طور پر سرد جگہ ہے ۔ جس نے ہر ایک کو لمبے کوٹ پہننے پر مجبور کیا تھا دیہی تنظیم کے تقریباً ۲۰۰ ممبر سردی سے ٹھٹھرتے ہوئے جمع ہوئے تھے ہیز ہائینس نے ان سے تفصیلی گفتگو کی اور اس کے بعد نئی تعمیر شدہ نہر دیکھنے کی خواہش ظاہر کی ۔

مار تھینگ سے ہیز ہائینس ایک جماعت میٹنگ کے لئے برپ روانہ ہوئے جہاں انہیں ایک سفید اور ایک سیاہ یاک کا تحفہ دیا گیا ۔ ہیز ہائینس نے شعیب سلطان خان سے پوچھا کیا اے کے آر ایس پی یہ یاک پیداواری مقصد کے لئے استعمال کر سکے گی اور یاک کا تحفہ اے کے آر ایس پی کو دینے کی خواہش ظاہر کی ۔ ڈاکٹر اقبال کی تصدیق پر کہ ایسا ہو سکتا ہے شعیب سلطان خان نے ہیز ہائینس کو آگاہ کیا اس طرح اے کے آر ایس پی کو ہیز ہائینس کے یاک کے مالک بننے کا شرف حاصل ہوا ۔ بونی میں رسم سنگ بنیاد کا بہت ہی معقول انتظام کیا تھا جماعت میٹنگ کے بعد ہیز ہائینس بمباغ روانہ ہوئے ۔ بمباغ میں ہیز ہائینس کا نہایت گرم جوشی سے استقبال کیا گیا اور بڑے شاندار طریقے سے سجائے گئے پنڈال کی طرف لے گئے ۔ جہاں ۱۵۰ آدمی ان کا انتظار کر رہے تھے ۔ پنڈال کے راستے پر ہیز ہائینس نے ٹریکٹروں اور دوسرے آلات کا معائنہ کیا اور ممبران سے آلات کے انتخاب کے معیار کے متعلق پوچھا ۔ ہیز ہائینس خصوصاً دیہی تنظیم کے منیجر کی تقریر کے اس پیراگراف سے متاثر ہوئے جس میں یہ ذکر تھا کہ لوگ شروع میں پروگرام کے مخالف تھے ۔

ہینر ہائینس کا دیہی تنظیمات گرم چشمہ اور کریم آباد سے خطاب جو کہ بمقام شگوٹ مطابق ۱۶ نومبر ۱۹۸۷ء مجتمع ہوئے۔

میں اس صبح کا آغاز ان الفاظ سے کرنا چاہتا ہوں کہ میں آپ کے درمیان خود کو پاکر کس قدر مسرور ہوں اور میرے لئے کتنے بڑے اعزاز کی بات ہے کئی سالوں تک ناردرن ایریا، چترال اور پاکستان کے شمال مغربی حصوں کی زندگی کے معیار کو بلند کرنے سے متعلق رہا ہوں۔ اور یہ پروگرام جس میں ہم شرکت کر رہے ہیں میرے نزدیک ایک آغاز ہے۔ مستقبل کا تصور جو کہ انشاء اللہ پہلے کی نسبت بہتر، خوشگوار، صحت مند اور زیادہ یقینی ہوگا۔ یہ میرا ایمان ہے کہ اگر دیہی تنظیمیں کامیابی سے کام کرتی رہیں اور جیسا کہ آپ اپنی اپنی تنظیموں کو چلا رہے ہیں تو وہ اس قابل ہو جائیں گے کہ اپنی سرگرمیاں آنے والے سالوں میں آپ کی جدوجہد سے نئے علاقوں تک پھیل جائیں گی اور مجھے اُمید ہے کہ آپ کی دیہی تنظیم پہلے کی نسبت مضبوط بن جائیں گی اور وہ نئے اور پہلے سے زیادہ پیچیدہ مسائل حل کر سکیں گی اس کے علاوہ آپ کے علاقے میں زراعت کے معیار کو بہتر بنا سکیں گی۔ میں اس شاندار کام پر آپ کو مبارکباد دینا چاہوں گا۔ جو آپ کر چکے ہیں اور تنظیم کی بنیاد رکھنے پر آپ کی سخت محنت، نظم و ضبط اور استقلال آنے والے سالوں میں خوب ترقی کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوگا۔ بہر حال میں زور دے کر کہنا چاہتا ہوں کہ یہ ترقی اتحاد کی مرہون منت ہے اور جو نتائج یکجا ہو کر حاصل ہو سکتے ہیں وہ الگ الگ ہو کر حاصل کرنا ناممکن ہے۔ آنے والے سالوں میں انشاء اللہ آپ دیہاتیوں کے لئے اور دولت پیدا کر دیں گے۔ دولت پیدا ہونے کے بعد دولت کو سنبھالنا ایک الگ مسئلہ ہوتا ہے اور میں اُمید کرتا ہوں کہ دوسرا مرحلہ اسی اتفاق و اتحاد سے اسی حکمت و دانائی سے دیہی امدادی پروگرام کے پہلے مرحلے کی طرح دیہی تنظیم کے ذریعے پورا ہو جائے گا۔ اس دوسرے مرحلے میں بھی ہم آپ کی مدد کرنا جاری رکھیں گے تاکہ ایک نسل کی محنت پہلے سے بہتر اور پہلے سے زیادہ اچھی آنے والی نسل کو ملے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ آئندہ سالوں میں دیہی تنظیمیں اپنی معلومات اپنی حکمت عملی و دانائی، علاقے سے متعلق اپنی واقفیت اور جدوجہد کے نئے طریقے مختلف علاقوں تک بڑھا سکیں گی۔ جو کہ شمالی علاقہ جات میں زندگی کے معیار زندگی بلندی کے لئے ضروری ہے اور میرا اشارہ صحت تعلیم اور ہاؤسنگ کی طرف ہے آپ نے کہا یہ تمام علاقے جہاں دیہی تنظیمیں ہیں مزید مستحکم ہوں گی یہ آپ کو اس قابل بنا دیں گی کہ آپ کی صحت کا معیار آپ کی تعلیم کا معیار اور آپ کی ہاؤسنگ کا معیار آنے والی نسلوں کے لئے فائدہ مند ثابت ہو سکے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ مجھے یہ بتانا پسند کریں گے کہ آپ کے مستقبل کے بارے میں آپ کے جذبات کیا ہیں مستقبل کے بارے میں آپ کا اپنا خیال کیا ہے؟ خوشی محمد منیجر کلسٹر تنظیم کے ترقی کے تذکرے پر کہ انہوں نے کسطرح جانوروں کی آزاد چراوائی پر پابندی لگا دی ہے۔ جنگلات کے ترقی کے لئے کیا ابتدائی کام کئے اور فاضل میوہ جات کی مارکیٹنگ کیسے کی۔ یہ سب سن کر ہینر ہائینس نے فرمایا میں بے حد خوش ہوں۔ اور ترقی کی رفتار سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔ جو آپ نے مقابلتاً مختصر سے مدت میں کیا ہے۔ میں صرف آپ کے کام کی تصدیق کرنا چاہتا ہوں کہ اے کے آر ایس پی آپ کی مدد کرتی رہے گی تاکہ آپ اپنی ضروریات کو سمجھنے کے لئے اپنے تصور کو بھی کام میں لائیں۔ اور اپنی ترجیحات کو سمجھیں اور ان کو اجتماعی انداز میں حل کرنے کی کوشش کریں تاکہ آپ کے خاندان ایک بہتر زندگی کی اُمید کے ساتھ مستقبل کو دیکھیں اور میں مزید کہتا ہوں کہ آپ میں اتفاق کا تصوّر اور پروگرام میں لوگوں کی شرکت ہی دو بنیادی جزو ہیں جن سے مستقبل کی کامیابی وابستہ ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ آپ اپنی تمام کوششوں میں کامیاب ہوں۔

ہینر ہائینس کا یارخون دیہی تنظیم کے ممبران سے خطاب

بمقام مار تھینگ: مطابق ۱۷ نومبر ۱۹۸۷ء

ہینر ہائی نیس دیہی تنظیم مار تھینگ کے مستقبل کے منصوبے کے متعلق جاننا چاہتے تھے۔

دیہی تنظیم کے نمائندے نے کہا کہ انہوں نے زمین کی آباد کاری کا منصوبہ بنایا ہے جو مار تھینگ نہر کے دو یا تین سال مکمل ہونے کے بعد قابل کاشت ہوگی۔

ہز ہائینس نے جاننا چاہا کہ دیہی تنظیم کے ممبران اس نہر کی کس طرح دیکھ بھال کریں گے ۔ ؟

دیہی تنظیم کے نمائندے نے ہز ہائینس کو آگاہ کیا کہ دو چوکیدار دیہی تنظیم کے ممبران کے ذریعہ تعینات کئے جا چکے ہیں تاکہ معمول کی دیکھ بھال ہو دیہی تنظیم کے ممبران ان کو تنخواہ دیں گے اگر کبھی کسی بڑے مسئلے کیوجہ سے زیادہ لیبر کی ضرورت پڑے تو عام ممبران اجتماعی طور پر نہر پر کام کریں گے ۔ ہز ہائینس نے پھر دیہی تنظیم کے ممبران سے پوچھا کہ اگر وہ کسی مسئلے کو اٹھانا چاہیں گے ممبران کی خاموشی پر ہز ہائینس تنظیم سے یوں مخاطب ہوئے جو کام کئے گئے ہیں میں ان پر فخر کرتا ہوں آپ نے امداد باہمی کی نمایاں مثال قائم کی ہے ۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ یہ امداد باہمی کا کام آنے والے وقتوں میں دوسرے علاقوں میں بھی اپنایا جائے گا اور صرف زراعت کے میدان ہی میں نہیں مجھے اُمید ہے کہ دیہی تنظیم ہاؤسنگ تعلیم اور صحت جیسے میدانوں میں داخل ہوگی میں مستقبل کے بارے میں جو خیال رکھتا ہوں یہی غماز ہے کہ صرف زراعت کے مسئلے کا معاملہ نہیں بلکہ دوسرے مسائل کے متعلق بھی میں اُمید کرتا ہوں کہ اجتماعی کوشش کی یہی ابتداء بہتر مستقبل کو نکھارے گی ۔

میں اُمید کرتا ہوں کہ اجتماعی کوشش کی یہی ابتداء بہتر مستقبل کو نکھارے گی ۔ اس کے بعد ہز ہائینس نے نہر کا دورہ کیا اور کام کی تعریف کی ۔

دیہی تنظیم سے بمقام بمباغ ہز ہائی نس کا خطاب

بمطابق ۱۷ ر نومبر ۱۹۸۷ء ۔

میں یہ کہتے ہوئے شروع کرنا چاہوں گا کہ اس پروجیکٹ کا دورہ کرکے اور آپ کی تقریریں پڑھ کر میں بہت خوش ہوا ہوں آپ کو یہ بتاتے ہوئے مجھے کس قدر فخر ہے کہ اے کے آر ایس پی آپ کی مدد کرنے کے قابل ہے مجھے اُمید ہے اور میری دُعا ہے کہ اے کے آر ایس پی کے پروگرام چترال ہنزہ گلگت اور بلتستان میں ایک نئی زندگی کی آفرینش کا پیش خیمہ ثابت ہوں گے میرا یہ تصور ہے کہ دیہی تنظیمیں اس قابل ہوں

کہ دوسرے شعبوں کی ضروریات پوری کریں اور یہی تنظیمیں ثابت کر رہی ہیں میں آپ کی تقریر کے دوران اس حقیقت سے متاثر ہوا جیساکہ آپ نے اشارہ کیا کہ کچھ مخالفت تھی کہ اے کے آر ایس پی سے مدد لیں یا نہیں مجھے فخر و شادمانی ہے کہ یہ بات واضح ہوئی کہ اے کے آر ایس پی تمام لوگوں اور پورے علاقہ کی ترقی کے لئے ہے اے کے آر ایس پی کو فروغ دینے میں ہنر مند اور ماہر کارکنوں کی ضرورت ہے آدمیوں اور مواد دونوں کے حدود ہیں پروگرام کے فروغ میں یہی مشکلات مانع ہیں اور کوئی نہیں ۔

آپ سے میں بھی کہنا چاہوں گا کہ جیسے دیہی تنظیمیں بڑھ رہی ہیں انہیں اپنی قوتوں کو وسیع تر کرنا چاہیئے ان ضروریات کے حصول کے لئے ناردرن ایریاز میں صحت کے میدان میں ترقی کی ضرورت ہے تعلیم کے میدان اور ہاؤسنگ کے میدان میں پیش رفت کی ضرورت ہے ہم اس سلسلے میں ایک دوسرے کے تصورات میں ہم آہنگی لائیں گے اور تبادلہ خیالات کریں گے اور میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ یہ بتانے میں تامل نہیں کریں گے کہ چترال کے لئے مناسب بات کیا ہوگی ۔ آپ نے فرمایا میں اپنی مبارکباد کا اظہار کرنا چاہوں گا ان حیران کن نتائج پر جو آپ حاصل کر چکے ہیں اور میری دعائیں ہیں کہ یہ پیل پاکستان کے اس حصے کی لوگوں کی زندگی کے معیار میں ترقی کے لئے ممد و معاون ثابت ہو (دیہات میں صحت کی بہتر سہولیات کو حاصل کرنے کے ضمن میں دیہی تنظیم کے ایک ممبر کے سوال پر ہز ہائی نس کا جواب)

دیہی علاقوں میں صحت کی بہتر سہولیات کا مسئلہ پورے پاکستان کا ہے صرف چترال کا ہی نہیں جس سے آغا خان ہیلتھ سروسز نمٹ رہی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ دیہی تنظیم ان مشکلات کو حل کرنے کا بہتر ادارہ ہو سکتی ہے ۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ اگلے چند سال کے دوران میں یہ تجویز دینے کے قابل ہوں گا کہ کس طرح بہت ساری دیہی تنظیمات جو اے کے آر ایس پی میں ہیں صحت کی ابتدائی حفاظتی مشکلات کو دور کریں گے ۔ ایک دیہی تنظیم کے ممبر کے اس اظہار پر اے کے آر ایس پی کے سکھائے ہوئے اصول اور ان کی مکمل قبولیت کو حاصل کرنے میں کافی عرصہ لگے گا ۔

ہز ہائی نس کا جواب :۔ میں صرف ایک رائے کا اظہار کروں گا کہ میرے تجربے کے مطابق دنیا کے بہت سارے حصوں میں ترقیاتی مشکلات کو دانائی کے ذریعے حل کیا جاتا ہے نئے حلوں کی طرف دیکھنا ان ذرائع کو رد کرنا جو اچھے نتائج نہ دے رہے ہوں اور

متبادل ذرائع پر نگاہ رکھنا یہی طریقہ ہے جو اے کے آر ایس پی اپنا رہی ہے اور جس کی میں حوصلہ افزائی کروں گا کیونکہ یہ میرا یقین ہے کہ جیسے ایک علاقہ کی معیشت میں ترقی ہوئی ہے ویسے ہی اس کو نئے طریقوں کی ضرورت ہوتی ہے آپ یہ کہتے میں حق بجانب ہیں کہ یہ پروگرام وقت لے گا لیکن مجھے اُمید ہے کہ اس

کا مطلب ذہانتی سختی نہیں ہے میں اس بات کو واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اپنی حالتوں کو تبدیل کرنا معاشی ترقی کے لئے بہت ہی اہم نقطہ ہے۔ یہ میرا یقین ہے کہ آج کے مقابلہ میں دس سالوں کے عرصے میں اے کے آر ایس پی سے آپ مختلف خدمات حاصل کر رہے ہونگے اور آپ کو حاصل کرنا چاہیئے اور اے کے آر ایس پی اس قابل ہوگا کہ آپ کی ضروریات کو پورا کر سکے اے کے آر ایس پی کی مستقبل کے لئے جس بات کی سب سے زیادہ اہمیت ہے وہ یہ کہ ہم آپ کے ساتھ مل کرنے تصورات کے سلسلے میں اشتراک کر اور ہماری سوچ ہمیشہ تازہ نئی اور تخلیقی ہوگی جس کی ایک واضح مثال ہم نے آج دیکھی کہ کس طرح اے کے آر ایس پی صحت کے میدان میں گاؤں والوں کے مسائل کے حل میں مدد دے سکتی ہے ہز ہائی نس نے جنرل مینیجر سے کہا کہ وہ خوش آمدید کہنے والوں اور یہاں اس اجلاس میں جمع ہونے والوں کا شکریہ ادا کریں۔

ہز ہائی نس کا ۱۸ ر نومبر ۱۹۸۷ء کا دورہ ہیرو و شمشال

سی ۱۳۰ ۹ بجے چترال سے گلگت کے لئے روانہ ہوا جہاں سے ۱۰.۳۰ بجے ہز ہائی نس ہیرو کے لئے ہیلی کاپٹر میں سوار ہوئے۔ تمام جماعت جس میں تقریباً ایک ہزار مرد اور عورتیں تھیں ایک بڑے پنڈال میں جمع کئے گئے۔ ریاض احمد خان کے ساتھ ایس او یونٹ کے شاہ کمیز عبداللہ جان اور منصور نے ہز ہائی نس کو خوش آمدید کہا۔ بعد ازاں انہیں دیہی تنظیم کے منتظمین بشمول ابراہیم متعارف کرایا گیا۔ پنڈال میں ہز ہائی نس نے خواتین پروگرام اور دیہی تنظیم کی کارکردگی کے دوسرے معاملات کا مختصراً جائزہ لیا اس کے بعد ہر ایک کو تعجب میں ڈال کر ہز ہائی نس کے قدم بڑی تیزی سے عمودی راستے سے ٹیرو نہر کی جانب اٹھے وہ نہر کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے اور کام کی بہت تعریف کی پتھروں کی ضیائی اور بند ہز ہائی نس کے خاص توجہ کا مرکز بنے عمودی سڑک کی اترائی ہز ہائی نس نے خوبصورتی اور ماہرانہ طریقہ سے پوری کی دیہی تنظیم کے صدر ابراہیم پھولے نہ سمایا جب ہز ہائی نس نے دیہی تنظیم کے کام کی تعریف کی ہیلی کاپٹر پر سوار ہونے سے پہلے ہز ہائی نس نے جماعت کو دعا دی دوسرے لمحے ہیلی کاپٹر پھنڈر میں اس جگہ اترا جہاں ۱۲ام - Bell گر کر تباہ ہوا تھا۔ ہز ہائی نس نے تباہ شدہ جہاز کے فوٹو دیکھے جنہیں شعیب سلطان خان اپنے بریف کیس میں لے کر گئے تھے اور ساتھ ہی پائلٹ کی جہالت کا بھی اظہار کیا کہ اس کو ایسے مقام پر جہاز اتارنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے تھی ہز ہائی نس نے اس بار ہیلی کاپٹر چلانے کے عمل کو محفوظ ہاتھوں میں دینے کا عزم کیا۔ راجہ گوپس نے ہز ہائی نس سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی جس کا شعیب سلطان خان نے ہز ہائی نس کی جماعت میٹنگ سے واپسی پر اہتمام کیا گلگت ایئر پورٹ وی آئی پی لاؤنج میں شمالی علاقوں کے ایڈمنسٹریٹر کے ساتھ سنڈوچ دوپہر کے کھانے کے بعد ہز ہائی نس پسو جماعت میٹنگ کے لئے ہیلی کاپٹر پر روانہ ہوئے میٹنگ کے بعد ہز ہائی نس شمشال کی زیر تعمیر سڑک کے اوپر سے پرواز کرنے کی شعیب سلطان خان کے مشورے سے متفق ہوئے جسے ابتداء میں دیہی تنظیم کی طاقت سے باہر خیال کیا جاتا تھا۔ ہز ہائی نس ہیلی کاپٹر سے سڑک کا نظارہ کر کے بہت متاثر ہوئے۔

واپسی پر صحافیوں کے وفد کو ہز ہائی نس نے پروجیکٹ دیکھنے کی تجویز دی اور خود کریم آباد اکیڈیمی برائے طالبات کے رسمِ افتتاح کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے شمشال لنک روڈ کا خصوصی طور پر تذکرہ کیا۔ صحافیوں نے (وال سٹریٹ جنرل 'لندن ٹائمز' گلف ہیرلڈ) کیشو جی کے ساتھ ۱۹ر نومبر کو ہیلی کاپٹر کے ذریعہ پسو آئے اور شعیب سلطان خان کے ساتھ جیپ میں اسی سڑک پر چلے۔ صحافی سڑک پر کام کرنے والے شمشالیوں سے ملے وہاں سڑک کے ایک طرف ایک چٹان پر موٹے حروف میں اے کے آر ایس پی خوش آمدید کندہ کیا گیا تھا۔

صحافیوں نے دیہی تنظیم کی کوششوں کو سراہا۔ ان ممبروں نے صحافیوں کو بتایا کہ پسو سے شمشال کی واپسی سفر کے لئے چھ دن لگتے تھے اب چار دن لگتے ہیں اور جب سڑک مکمل ہوگی تو تین گھنٹوں سے زیادہ نہیں لگنا چاہیئے۔

ہز ہائی نس کا سوست تنظیم اور پراجیکٹ کا دورہ

رپورٹ طارق حسین

۱۹ نومبر ۱۹۸۷ء

سوشل آرگنائزر برائے منزہ محمد اقبال اور میں ساڑھے سات بجے صبح پراجیکٹ کی جگہ پر آخری معائنے کے لئے چلے گئے۔ میں خاص طور پر دو چیزوں کے بارے میں گبھرایا ہوا تھا۔ اول تو ہیلی پیڈ پر کی جگہ اور دوئم لوڈ سپیکر کی ناقص کارکردگی سے جو کہ گاؤں والوں نے نصب کیا تھا معائنے کے وقت پتہ چلا کہ ہیلی پیڈ پر پانی چھڑکنے کی وجہ سے مٹی بھی جم کر برف بن گئی تھی پھر بھی دالان اتنا بڑا تھا کہ گاؤں والے پوری جگہ پر پانی ڈالنے سے قاصر رہے تھے۔ باوجود یہ کہ کوپل میں ساڑھے آٹھ بجے (۸½) تک کوئی پانی نہیں تھا جب سورج کی کرنیں زمین پر پڑیں۔ لوڈ سپیکر کو بڑے تامل کے بعد کریم جان۔ اقبال، میں اور گاؤں والوں نے منظور کیا دوسرے امور کو بھی آخری شکل دے دی گئی جن میں حسب ذیل شامل ہیں۔

۱۔ گلدستہ پیش کرنے کے لئے دو بچوں کا انتخاب

۲۔ ہار پیش کرنا

۳۔ ہز ہائی نس کو چوغہ پیش کرنا

۴۔ کرسیاں لگانا۔ میزیں لگانا اور مائیکروفون کی تنصیب

ہیلی پیڈ کے اردگرد بہت سارے اسماعیلی رضا کار موجود تھے۔ سرخ قالین کے ساتھ ہیلی پیڈ سے لے کر ملاقات کی جگہ تک پچھلے دن کے پسو کے دیدار کے بعد بہت سارے رضا کار وردیوں میں ملبوس سوست آگئے تھے۔ مائیکروفون سسٹم بھی پسو سے لایا گیا تھا۔ اور خدا آباد سے ہز ہائی نس کے کرسی بھی لائی گئی تھی۔ سرنگ کے اردگرد کا علاقہ بہت ہی خوبصورت نظارہ پیش کرتا تھا۔

نو بجے سے کچھ قبل دو ہیلی کاپٹر نظر آئے۔ پہلا ہیلی کاپٹر جس میں ہز ہائی نس تھے لینڈنگ کی جگہ پہنچ گیا۔ لوگوں نے زور سے درود شریف پڑھنا شروع کیا۔ یعنی اللہ کی مہربانی اللہ کی مہربانی پیغمبر اور اس کی آل پر ہو۔ پہلا ہیلی کاپٹر ہیلی پیڈ نمبر ۱ پر اترا جس کے پیچھے بہت قریب ہیلی کاپٹر نمبر ۲ ہیلی پیڈ نمبر ۲ پر اتر رہا تھا۔ اتنا گردو غبار ان دو ہیلی کاپٹروں نے اڑایا کہ دوسری ہیلی کاپٹر میری نظروں سے اوجھل ہوا۔ میرا دل یہ سوچ کر لرز گیا کہ ہیلی کاپٹر نمبر ۲ ان دیکھے اتر رہا ہے بعد میں مجھے اطمینان ہوا کہ ہیلی کاپٹر نمبر ۲ گرد میں سے نکل کر پہلے ہیلی کاپٹر اور سرنگ کے اوپر سے گذر رہا ہے اس نے رخ بدلا اور واپس آکر ہیلی پیڈ نمبر ۳ پر اترا (مجھے بعد میں ظہور عالم نے بتایا کہ خیبر میں دوسرا ہیلی کاپٹر ایک کھیت میں اترا تھا اور اس طرح ان دو ہیلی پیڈ کو نظر انداز کیا جو کہ اس مقصد کے لئے بنائے گئے تھے۔

منسلکہ رپورٹ میں تنظیم میں ہز ہائی نس کی بات چیت کا احوال درج ہے: میٹنگ کے ختم ہونے پر جنرل منیجر نے تنظیم کے صدر کو جو کہ اپنے فوجی تمغے سجائے ہوئے تھا دعوت دی کہ وہ چوغہ پیش کرے جو کہ گاؤں والوں نے تیار کیا ہے۔ چوغہ ان حضرات کو بھی پیش کیا گیا شمالی علاقوں کے ایڈمنسٹریٹر صاحب جناب عبدالقیوم خان صاحب۔ اے کے آر ایس پی بورڈ آف ڈائریکٹرز کے چیئرمین جناب رمضان مرچنٹ صاحب۔

جناب عاشق علی حسین صدر ہز ہائی نس آغا خان اسماعیلیہ کونسل پاکستان۔

گاؤں والوں نے پانچ چوغے تیار کئے تھے اب ہمارے پاس ایک چوغہ رہ گیا تھا جنرل منیجر نے تنظیم کے صدر کو دعوت دی کہ وہ یہ چوغہ بابِ شاہ کو پیش کرے چند منٹ بعد جنرل منیجر میری طرف مڑے اور کہا پانچواں چوغہ کہاں ہے" میں تنظیم کے صدر کی طرف مڑا اور پوچھا کہ پانچواں چوغہ کہاں ہے ہمیں پتہ چلا کہ پانچواں چوغہ "لیڈیز" تھا میرے پانچسالہ قیام گلگت میں پہلی بار پتہ چلا کہ چوغے بھی مذکر یا مؤنث ہو سکتے ہیں۔ آخر کار پانچواں چوغہ مسز شعیب کو پیش کیا گیا۔

(وہ چوغہ پہنے ہوئے تھیں انہیں ایڈمنسٹریٹر صاحب نے دیا تھا)

چوغے پیش کرنے کے بعد ہز ہائی نس اس جگہ تشریف لے گئے جہاں سے وہ ساری زمین نظر آتی تھی جسے گاؤں والوں نے انتہائی محنت کے بعد کسی قابل بنایا تھا۔ وہ پھر سرنگ کے ساتھ ساتھ چلے ان گڑھوں کے پاس رکتے گئے۔ جو کہ سرنگ کی

تعمیر کے دوران گاؤں والوں نے کھودے تھے۔ ہز ہائی نس سوست کے خوبصورت نظارے سے بڑے محظوظ ہوئے اور گاؤں والوں کی کام کی تیزی کی بہت تعریف کی۔ انہوں نے اردگرد کھڑے ہونے والوں سے بات چیت کی اور فرانسیسی میں صحافیوں کے ساتھ مذاق بھی کیا۔

انہوں نے بڑی محبت سے گاؤں والوں کے بارے میں کہا جنہوں نے ان کے دورہ کے بارے انتظامات کئے تھے انہوں نے خاص طور پر الیس او محمد اقبال اور فیلڈ کوارڈینیٹر (WID) یاسمین رحمت اللہ کے کام میں دلچسپی لی۔

ہز ہائی نس اور دیہی تنظیم سوست کے مابین گفتگو کا تحریری خلاصہ

جی ایم :۔ جناب میں انہیں بتا چکا ہوں کہ آپ ان سے کچھ سوالات پوچھنا چاہیں گے

ایچ ایچ :۔ میں یہ جاننا چاہوں گا انہیں اپنی زمین میں پودے لگانے کے کام کی تکمیل کے لئے کتنا عرصہ لگنے کی امید ہے۔

جی ایم :۔ یور ہائی نس یہ گاؤں والے کہہ رہے ہیں کہ پہلے انہوں نے ۵۰۰ کنال میں کام شروع کیا ہے اور ۲۰۰ کنال پہلے ہی آباد کی ہے۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ ۵۰۰ کنال کی اراضی دو سال میں کام میں لائی جائے گی اور انہوں نے منصوبہ بنایا ہے کہ پانچ سال میں تمام رقبہ آباد کیا جائے گا۔

ایچ ایچ :۔ دوسرا سوال :۔ جو میں پوچھنا چاہوں گا یہ کہ کیا سرنگ لمبی مدت پر محیط ہوگا۔

جی ایم :۔ یور ہائی نس ! وہ کہتے ہیں کہ ان کے تمام تجربہ کار اکابرین نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کا مستقل حل صرف سرنگ تھا کیونکہ اگر نشاندہی کی ہوئی سمت نہر کھودتے تو وہ سلائڈز کی رحم و کرم پر ہوگئی اور انہیں اس کی دیکھ بھال کے لئے بڑی مشکل کا سامنا ہوتا۔

ایچ ایچ :۔ کتنے لوگ اس سرنگ پر کام کرتے ہیں؟

جی ایم :۔ یور ہائی نس ! پورے ساٹھ گھر اس کام میں باری باری سے حصہ لیتے رہے بعض اوقات ۲۰ افراد کبھی کبھار ۵۰ بھی لیکن بیشا اوقات جگہ کی تنگی کی وجہ سے دس اور پندرہ آدمی ہی کام میں لگ سکتے تھے۔

ایچ ایچ :۔ عورتوں کی پیداواری گنجائش کیا ہے؟

جی ایم :۔ یور ہائی نس ! میرا خیال ہے کہ متعلقہ شخص کو بلا لینا چاہیئے جناب عالی ! خواتین کی نمائندہ کا خیال ہے کہ جہاں تک عورتوں کا تعلق ہے فروٹ کی پیداوار میں اضافہ ہو سکا ہے۔

ایچ ایچ :۔ اور کیا یہ سوست کے ماہران اشیاء کی مارکیٹنگ کریں گے؟

جی ایم :۔ وہ کہتی ہیں کہ وہ مارکیٹ کر سکتی ہیں اور اس رقم کو اپنے بچوں کی تعلیم پر خرچ کریں گے۔

ایچ ایچ :۔ ماشاء اللہ ! اور یہاں ان کا تعلیمی ڈھانچہ کیسا ہے؟

جی ایم :۔ یہاں ایک ڈی جے اسکول ہے جہاں لڑکے اور لڑکیاں اکٹھی پڑھتی ہیں۔

میسر ہے۔ اور گورنمنٹ کا ایک پرائمری سکول بھی ہے

ایچ ایچ :۔ شاید آپ نے انہیں بتایا ہو میں نے ان کے عظیم کاموں کی بہت ہی تعریف کی ہے اور مجھے امید ہے کہ حکومت اور امامت کی امداد سے وہ اس تنظیم کو اس قابل بنا دیں گے کہ اس گاؤں کی تنظیم مزید ذمہ داریاں سنبھالے گی۔

کیا آپ ہماری پروجیکٹ پر ایک نظر ڈال سکتے ہیں؟

جی ایم :۔ یور ہائی نس وہ کچھ تحفے نذر کرتے ہیں۔

(چوغے کا تحفہ اور ایک ٹوپی دیہی تنظیم کے صدر کی طرف سے)

ایچ ایچ :۔ شکریہ صدر

جی ایم :۔ (دیہی تنظیم کے صدر سے) کیا آپ کچھ اور چوغے تحفہ دینا چاہتے ہیں

صدر : جی ! جناب

اسی دوران ہز ہائی نس کی طرف سے سوست کی اس نئی اراضی کو حسین آباد نام عطا کیا گیا۔

ہز ہائی نس کا دورہ خیبر بتاریخ ۱۹ نومبر ۱۹۸۷ء

ظہور عالم - نورین جان اور یاسین علی (رمنا کار فوٹو گرافر) صبح سات بجکر پینتالیس منٹ پر سوست سے روانہ ہوئے اور آٹھ بجکر دس منٹ پر خیبر پہنچے معلق پل عبور کرنے کے بعد پنڈال پہنچنے کے لئے تیز ہوا اور سرد موسم میں ۳۰ منٹ تک پیدل چلنا پڑا پنڈال کو خوبصورتی

سے سجایا گیا تھا۔ ظہور عالم نے تمام انتظامات کو اطمینان بخش پایا سوائے لوڈ سپیکر سسٹم کے جو کہ پرانا ہونے کی وجہ سے ٹھیک کام نہیں کر رہا تھا۔ تینوں ہیلی پیڈ کو اچھی طرح بنا کر پانی چھڑکاؤ کیا گیا تھا تاکہ گرد بیٹھ جائے تقریباً آٹھ بج کر پچاس منٹ پر ہیلی کاپٹر خیبر کے اوپر سوست کی طرف پرواز کرتے نظر آئے سوست دیکھنے کے بعد ہز ہائی نس کے ہیلی کاپٹر نے ہیلی پیڈ نمبر ۱ پر جو کہ نپیڈال کے قریب تر تھا لینڈ کیا۔

مگر دوسرا ہیلی کاپٹر ہیلی پیڈ نمبر ۲ یا نمبر ۳ پر اترنے کی بجائے ایک کھیت میں اترا جس سے گرد و غبار کا ایک طوفان بلند ہوا سب سے پہلے جنرل منیجر صاحب ہیلی کاپٹر سے باہر آئے اور ان کے بعد ہز ہائی نس آئے پھر جنرل منیجر نے سٹاف ایس او صفدر، نورین خان اور دفتر کے دوسرے خواتین و حضرات کا ہز ہائی نس سے تعارف کرایا جو کہ سرخ قالین سے کچھ فاصلے پر قطار میں کھڑے تھے تمام ارکان نے ہز ہائی نس کو ہار پہنائے جن پر کافی پیسے خرچ کئے گئے تھے۔

ہار گل داؤدی کے بنائے گئے تھے۔

اس تعارف کے بعد جنرل منیجر نے ظہور عالم سے کہا کہ ہز ہائی نس کو فروٹ پلانٹ نرسری جو کہ خواتین و حضرات کی باہم کوششوں سے بنائی گئی تھی اور سبزیوں کے پلاٹ جو کہ خواتین نے بنائے تھے کے معائنے کے لئے لے جائیں۔ ہز ہائی نس نے میوہ جات اور سبزی کے پلاٹ کو بڑی دلچسپی سے دیکھا۔ ظہور عالم نے بتایا کہ پانی کی کوہل مکمل ہونے کے بعد نئی آباد شدہ زمین کو مکمل طور پر استعمال میں لایا گیا ہے یہاں زمین کی درجہ بندی کی گئی ہے ایک بلاک صرف جنگل اگانے کے لئے موزوں ہے۔ اسے چراگاہ بنایا گیا ہے اور جہاں پچھلے دو سالوں میں ۱۸۰۰۰ درخت لگائے گئے ہیں۔ دوسرے بلاک کو پھلوں کے باغ اور پھلوں کی نرسری کے لئے موزوں پایا گیا اور اسے سبزیوں کی کاشت بڑھانے اور دوسرے فصلوں کے لئے استعمال کیا جائے گا

ظہور عالم نے مزید بتایا کہ اس بلاک میں اچھی قسم کے سیب کے دس ہزار پودے لگائے گئے ہیں جو کہ زیادہ فاصلے تک لے جانے سے خراب ہونے کا خدشہ نہیں رکھتے۔ ان پودوں کو اے کے آر ایس پی نے دیا تھا اس سے باقاعدہ پھلوں کا باغ بنایا گیا اور یہ ضلع گلگت میں اپنی نوعیت کا پہلا منصوبہ ہے۔ ہز ہائی نس نے اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے فرمایا بہت خوب،،

ہز ہائی نس کے استفسار پر ظہور عالم نے بتایا کہ یہاں پہلے صرف پتوں والی سبزیاں اگائی جاتی تھیں اے کے آر ایس پی نے دوسری قسم کی سبزیاں متعارف کرائی ہیں جیسے گاجر۔ گوبھی۔ پھول گوبھی، مولی، شلغم اور مٹر جو کہ نہیں اگائے جاتے تھے۔ ہز ہائی نس کو بتایا گیا کہ سبزیوں کی اضافی پیداوار کو سوست کے ہوٹلوں میں فروخت کیا جاتا ہے۔ ہز ہائی نس نے پوچھا کہ وہاں کس قسم کے ہوٹل ہیں؟ ظہور عالم نے بتایا یہ چھوٹے ہوٹل ہیں جنہیں حال ہی میں مقامی لوگوں نے تعمیر کیا ہے۔ اس کام کو دیکھنے کے بعد چبوترے پر کرسی پر بیٹھنے سے پہلے ہز ہائی نس نے مسرت کے ساتھ نئی زمین سے حاصل شدہ گاجر گوبھی شلجم اور نئی قسم کے سیبوں کی قسموں کو دیکھا جو کہ تنظیم نے معائنے کے لئے رکھ دیئے تھے۔ ہز ہائی نس نے گوبھی کا گودا اٹھا کر تصویر بنوائی۔

تنظیم کے ممبروں کے ساتھ بات چیت سے قبل جنرل منیجر نے ہز ہائی نس کی طرف سے تمام ممبروں کا ان کے بہتر انتظامات کے لئے شکریہ ادا کیا۔ بات چیت کے دوران لوڈ سپیکر سے تیز گونج پیدا ہوتی رہی جسے آخر بند کر دیا گیا۔ بات چیت کے بعد تنظیم کے صدر محمد مراط نے ہز ہائی نس کو ٹوپی پیش کی جو کہ تنظیم کے ممبروں نے خاص طور پر اس موقع کے لئے بنائی تھی دس بج کر دس منٹ پر ہز ہائی نس کے ہیلی کاپٹر نے بروشل کے لئے پرواز کی۔

ہز ہائی نس کا دورہ بروشل بتاریخ ۱۹ نومبر ۱۹۸۷ء

نومبر کی ۱۸ تاریخ کو دن کے دو بجے نبیل انجم ملک، غلام نبی اور ظہیر الدین چنگیز بروشل کے لئے روانہ ہوئے جوں ہی ناصر آباد کے پل پر سے دریائے ہنزہ عبور کیا ہوا میں بشاشت محسوس ہوئی۔ قراقرم ہائی وے کو اطراف سے سبز اور نارنجی جھنڈوں سے سجایا گیا تھا اور ہر آدمی کے ہلکے ہلکے قدم ہماری جانب اٹھ رہے تھے۔ ہماری ملاقات نور محمد سے ہوئی جس کے مطابق ہز ہائی نس کے دورے کی تمام تیاریاں مکمل کی جا چکی تھیں اور یہ کہ ہمیں اگلے دن گاؤں گاؤں کا معائنہ کرنا چاہئے لہٰذا ہم رات گذارنے کے لئے کریم آباد واپس ہوئے تمام ہنزہ اس رات چمک رہا تھا اس

لئے؟ مجھے ٹیٹو شو یاد دلایا جوکہ میلہ مویشیاں و اسپاں کے موقع پر ہوتا تھا۔ جہاں میں بچپن میں جایا کرتا تھا۔ تمام کھیتوں کے گرد آگ سے چراغاں کیا گیا تھا اور حیدر آباد جماعت خانے کی چھت پر بڑی فنکاری سے قمقمے جلائے گئے تھے خود کریم آباد کی تزئین و آرائش کی جا رہی تھی اور ہر آدمی تیزی سے کام کر رہا تھا۔

اگلی صبح روشن اور خوشگوار تھی بادلوں کا ایک گچھا لٹکا پوشسی کے اوپر گھوم رہا تھا اور منبائن گاتی ہوئی گھوم رہی تھیں۔ ہم صبح سات بجے پروشل روانہ ہوئے۔ نور محمد پہلے ہی اپنی ٹیم اور گاؤں والوں کے ہمراہ وہاں موجود تھا جوکہ اس دورے کے انتظامات میں مشغول تھے یاک کے سینگ پر تیل لگایا جا رہا تھا جوکہ بطور تحفہ پیش کئے جانے تھے اور ٹریکٹر کو بھی سجایا گیا تھا دس بجکر بیس منٹ پر ہم نے عقیدت کے ساتھ ہیلی کاپٹر کو ہوپر وادی میں داخل ہوتے دیکھا اور دس بجکر بائیس منٹ پر اس نے گرد کے طوفان میں زمین کو چھوا۔ مجھے انتہائی سنسنی ہوئی جب ہز ہائی نس نے مجھ سے پرنسٹن اور اے کے آر ایس پی میں میرے کام کے بابت بات کی ایسا لگا کہ ان کے پاس میرے ساتھ بات کرنے اور میری بات سننے کا وقت ہے۔ پھر انہوں نے دیگر لوگوں سے بات کی اور امام باڑے کی طرف چلے جہاں نگر خاص کے سکول کے بچے لائن میں کھڑے تھے۔ یہ لڑکے احترام کے باعث آغا خان سے فاصلہ قائم رکھ کر قدم اٹھا رہے تھے۔ پھر ہز ہائی نس اس ٹریکٹر کی طرف تشریف لے گئے جوکہ تنظیم کی ملکیت تھا اور انہوں نے ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھ کر ٹریکٹر سٹارٹ کیا انہوں نے ڈرائیور کی تنخواہ کے بارے میں پوچھا اور ہنستے ہوئے کہا کہ کیا وہ اس تنخواہ میں اضافے کے لئے مینیجر سے بات کر سکتے ہیں۔

جنرل مینیجر نے ہز ہائی نس کو اس یاک کی طرف لے گئے جوکہ گاؤں کے لوگ تحفتاً دینا چاہتے تھے۔ ان کے پیچھے تنظیم کے ماہر مال اپنے کٹ کے ساتھ موجود تھا تنظیم کے مینڈھے جو تھے وہ بھاگنے پر ان کا پیچھا کر کے پکڑا گیا کیوں کہ یہ ہز ہائی نس کے دیکھنے تھے۔ دورے کے اراکین پھر امام باڑے کی طرف چلے اور دس بجکر چھبیس منٹ پر جنرل مینیجر نے ہز ہائی نس سے درخواست کی کہ وہ تنظیم سے خطاب کریں۔

ان کے شروع کرنے سے پہلے میر آف نگر نے ہز ہائی نس کو چوغا اور ٹوپی پیش کی ہز ہائی نس نے میر آف نگر اور لوگوں کا اپنے شاندار استقبال کرنے شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے ان تمام کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے پہاڑوں پر بڑی محنت اور جفاکشی سے ہز ہائی نس کے استقبالی کلمات لکھنے تحائف دینے پر لوگوں کا شکریہ ادا کیا۔

پھر بات چیت شروع ہوئی:

ہز ہائی نس نے جاننا چاہا کہ پروشل کے لوگوں کی رائے میں آے کے آر ایس پی کا مستقبل کیسا ہے اور کیا ان لوگوں کے ذہن میں کام کی بہتری کے بارے میں کوئی رائے ہے۔ تنظیم کے مینیجر حاجی ابراہیم نے کہا گاؤں والوں کو تنظیم کے قیام سے پہلے بڑے مسائل کا سامنا تھا پانی کی قلت تھی اور جانور بیماریوں سے مرتے تھے اس پروگرام کے شروع ہونے کے بعد پانی کے مقدار میں اضافہ ہوا ہے۔ جانوروں کو حفاظتی ٹیکے لگائے جا رہے تھے۔ کھاد وغیرہ ملنے کی وجہ سے کئی فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ حاجی ابراہیم نے بتایا تنظیم کے پاس بچت کے کھاتے میں ۱,۰۰,۰۰۰/- روپے بنک میں جمع ہیں جس کی وجہ سے انہیں ۱,۵۰,۰۰۰/- روپے کا قرضہ ملا اس سے ایک ٹریکٹر اور ایک تھریشر خرید اگیا اور یہ ٹریکٹر اور تھریشر گاؤں والوں کے لئے بیس تا تیس ہزار روپے سالانہ آمدن کا ذریعہ ہیں۔

جنرل مینیجر نے حاجی ابراہیم کو بتایا کہ ہز ہائی نس جاننا چاہتے چاہتے ہیں کہ کس طرح اس پروگرام کو بہتر بنایا جائے۔ حاجی ابراہیم نے بتایا کہ اب تک ہمیں اے کے آر ایس پی کی طرف سے کسی شکایت کا موقع نہیں ملا ہے۔ جب بھی کوئی شکایت ہوئی ضرور بتائیں گے۔ پھر جنرل مینیجر نے تنظیم کے صدر کو پروگرام بہتر بنانے کے سلسلے میں اپنی رائے سے آگاہ کرنے کے لئے کہا۔ صدر صاحب نے کہا کہ زیادہ سے زیادہ شجر کاری کرنے سے گاؤں کا فائدہ ہو سکتا ہے پھل، فروٹ اور لکڑی وغیرہ آسانی سے بیچی جا سکتی ہیں۔ صدر نے مزید بتایا کہ اگر ان کی تنظیم ٹرانسپورٹ کے شعبے میں اے کے آر ایس پی کے تعاون سے کام شروع کرے تو فائدے کے زیادہ مواقع موجود ہیں۔ ہز ہائی نس نے جاننا چاہا کہ گاؤں میں صحت عامہ تعلیم اور رہائش کس معیار کی ہے۔ صدر نے بتایا کہ ان کے بچوں کو

تعلیم کے سلسلے میں آٹھ میل دور ایک مڈل سکول میں جانا پڑتا ہے۔ پھر انہوں نے اس خیال کا اظہار کیا کہ گاؤں کے پرائمری سکول کا درجہ مڈل تک بڑھایا جائے تو ان کے لئے کئی سہولتیں ہو سکتی ہیں۔ ہز ہائی نس نے کہا کہ کیا نگر کے کچھ لوگ تربیت یافتہ اساتذہ کے طور پر میسر ہونگے۔ ہز ہائی نس نے پوچھا کہ کیا یہاں کے تعلیم یافتہ لوگ جو پاکستان کے دیگر شہروں میں ہیں یہاں واپس آئیں گے؟ صدر نے جواب دیا اب تک تو ایسا نہیں ہوا ہے مگر وہ پُر اُمید ہیں کہ بہتر انتظامات کئے جائیں تو ضرور وہ لوگ واپس آجائیں گے۔

پھر آغا خان نے گاؤں میں عام لوگوں کی صحت کے بارے میں استفسار کیا صدر صاحب نے بتایا کہ گاؤں میں ایک چھوٹی ڈسپنسری ہے اور ایک بنیادی صحت کا یونٹ زیر تعمیر ہے۔ انہوں نے اُمید ظاہر کی کہ تعمیر مکمل ہونے پر اس یونٹ سے بروشل کی صحت عامہ کی ضرورت پوری ہوگی۔ ہز ہائی نس نے جاننا چاہا کہ گاؤں کے مکانات کی تعمیر کی ٹیکنالوجی کیسی ہے؟

حاجی ابراہیم نے بتایا کہ بہتر مکانات بنانے کے لئے قرضہ جات اور تکنیکی امداد کی ضرورت ہے۔ ہز ہائی نس نے پوچھا کہ کیا یہاں کے لوگ اے کے آر ایس پی کو یہاں پر کام کرتے دیکھنا چاہتے ہیں؟ حاجی ابراہیم نے کہا ہم شکر گذار ہوں گے اگر ایسا اقدام اٹھایا گیا کیونکہ رہائش یہاں کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ جب کبھی بارش یا برفباری ہوئی تمام گاؤں زیر آب آجاتا ہے۔ آغا خان نے پوچھا آخری بار یہاں زلزلے کے جھٹکے کب محسوس کئے گئے؟

حاجی ابراہیم نے بتایا کہ چند مہینے قبل کچھ تھرتھراہٹ محسوس ہوئی لیکن زیادہ تباہی کا باعث بارش ہے ۱۰ سے ۱۳ اکتوبر ۱۹۸۷ء تک ہمارا علاقہ تیز اور سخت بارش سے متاثر ہوا۔ بارش کے بعد برفباری ہوئی۔ درخت جڑ سے اُکھڑ گئے اور مکانات تباہ ہوئے۔ ہز ہائی نس نے پھر گاؤں والوں سے کہا کہ کوئی مسئلہ ہو تو انہیں بتائیں۔ حاجی ابراہیم نے فوراً کہا کہ ابتدائی امداد کی بدولت وہ اپنی کوہل کے دو تہائی حصے کا کام کر چکے ہیں اور انہیں اسے مکمل کرنے کے لئے مزید مالی امداد کی ضرورت ہے ہز ہائی نس نے کمال مہربانی سے مان لیا کہ انہیں اس مقصد کے لئے مزید مالی امداد دی جائے گی۔ حاجی صاحب گفتگو جاری رکھتے ہوئے بولے کہ یہ گذارش صرف تنظیم کے لئے ہے۔ اور ان کے پاس دوسری درخواست تمام گاؤں والوں کی طرف سے ہے۔ ۱۹۸۷ء میں سیلاب کی وجہ سے ۲۵۰ خاندان بے گھر ہو گئے ان لوگوں کو حکومت نے جوتل میں زمین الاٹ کی اس زمین پر کوئی پانی موجود نہیں اور تا حال یہاں کسی قسم کا کام نہیں کیا جا سکا ہے۔ اگر پانی مہیا ہو سکے تو اس سے سب کا فائدہ ہو سکتا ہے۔ جنرل نیجر نے کہا کہ اے کے آر ایس پی اس اسکیم کے بارے میں سروے کرائے گی۔

ہز ہائی نس نے پوچھا کہ گاؤں میں خواتین کے کیا مشاغل ہیں؟

حاجی ابراہیم کی جگہ صدر صاحب نے لی اور بتایا کہ فی الحال وہ گھر کا کام کاج اور کھیتی باڑی کے علاوہ کچھ نہیں کرتیں لیکن وہ چاہتے ہیں کہ باہر سے خواتین آ کر یہاں کی عورتوں کو نہ صرف کھیتی باڑی بلکہ دیگر اُمور کی بھی تربیت دیں۔

ہز ہائی نس نے پوچھا کہ کیا ایسی ٹریننگ کے بعد انہیں زرعی طور پر فوائد حاصل ہوں گے؟ جس کا جواب انہوں نے اثبات میں دیا۔ ہز ہائی نس نے کہا وہ اُمید کرتے ہیں کہ آئندہ جب وہ بروشل کا دورہ کریں گے۔ ان کی کوہل بھی مکمل ہو چکی ہوگی۔ جونہی یہ بات ختم ہوئی گاؤں والے۔ چائے۔ خشک پھل اور تکے لے آئے جس کے بارے نبیل انجم ملک اور نور محمد نے کئی بار انہیں منع کیا تھا۔ بہرحال ہز ہائی نس اس سے محو گفتگو ہے اس سے بڑے لطف اندوز ہوئے۔ اور نور محمد اور سوشل ارگنائزیشن یونٹ بروشل میں چالیس منٹ گذارنے کے بعد ہز ہائی نس دورے اراکین کے ہمراہ. ملتت اکیڈمی دیکھنے کے لئے روانہ ہوئے۔

دیہی تنظیم برکلٹی پائیں اور پیڑی میں ہز ہائی نس کا دورہ

مورخہ ۲۰ر نومبر ۱۹۸۷ء

صبح کے نو بجے جب دن کی سرگرمیوں کا آغاز ہوا جب کہ ہز ہائی نس کا ہیلی کاپٹر نو بجکر چالیس منٹ پر برکلٹی پہنچا جہاں

شمالی علاقوں کے کونسل کے رکن سید کرم علی شاہ اور دیہی تنظیم کے صدر نے ہز ہائی نس کو خوش آمدید کہا بعد ازاں ہز ہائی نس کو ہائفر انٹرنیشنل کے شیڈ کی طرف لے جایا گیا جہاں انہوں نے کچھ وقت گذارا اور غیر منافع بخش ہیفر انٹرنیشنل کے سٹاک میں اضافہ مویشیوں کے لئے بہتر انتظامات ۔ خوراک کی فراہمی ۔ سائیلج کی تیاری اور پیداوار کی مارکیٹنگ کے بارے میں سوالات کئے ۔ جب کہ ریاض احمد خان، حافظ شاہ ۔ منیجر دیہی تنظیم برکت علی بروشل ارگنائزر برائے یاسین نے ہز ہائی نس کے سوالات کے جوابات دیئے اور انہیں مویشیوں کے شیڈ اور ڈیری کی مصنوعات دکھائیں ۔ بعد ازاں جناب انور رامل کی خواہش پر ہز ہائی نس نے بچھڑے کو دودھ پلاتے ہوئے ایک گائے کے ساتھ تصویر بنوائی اور شیڈ سے ہز ہائی نس زراعتی مشینریوں کو دیکھنے کے لئے روانہ ہوئے جہاں چار ٹریکٹر ایک ڈاٹسن پک اپ دو تھریشر مشین اور ایک لسی بنانے والی مشین رکھی گئی تھیں مشینری دیکھ کر ہز ہائی نس نے فرمایا کہ انہوں نے اتنی زیادہ مشینری کسی دیہی تنظیم میں پہلی بار دیکھی ہے ۔ بعد میں مقامی لوگوں کی خواہش پر ہز ہائی نس دیہی تنظیم سلامی کے ٹریکٹر پر سوار ہوئے اور کہا کہ میسی فرگوسن کی مشہوری کے لئے یہ ایک اچھی تصویر ثابت ہوگی بعد ازاں ہز ہائی نس نے ٹریکٹر کے ڈرائیور اور تنظیم کے منیجر سے مشینری کے استعمال سے متعلق پوچھا اور ساتھ ہی ڈاٹسن پک اپ کے منافعے سے متعلق پوچھا بعد میں ہز ہائی نس نے علاقے کی زراعتی پیداوار کی نمائش بھی دیکھی ۔

بعد ازاں ہز ہائی نس مقامی لوگوں سے بالمشافہ بات کرنے کے لئے پنڈال میں تشریف لائے گفتگو سے پہلے ایک نوعمر لڑکے نے مسحور کن آواز میں قرآن مجید کی ایک آیت کا تلاوت اور ترجمہ کیا بعد میں ہز ہائی نس نے مقامی لوگوں سے سوالات کئے لوگوں سے ملاقات کے بعد ہز ہائی نس نے ایس او یاسین برکت علی اور انجینئر عبداللہ جان سے بھی بات چیت کی اس گفتگو کے بعد جناب شعیب سلطان خان نے ہز ہائی نس کو بتایا کہ برکت کو ایک گاڑی کی ضرورت ہے ۔ ہز ہائی نس نے مسکرا کر جواب دیا کہ اگر ہیلی کاپٹر نہیں مانگ رہا ہے ۔ تو کوئی مضائقہ نہیں ہز ہائی نس کے جذبات اس بات کے غماز تھے کہ وہ اپنے دورہ برکلتی سے مطمئن تھے بعد میں ہز ہائی نس جماعتی ملاقاتوں کے لئے طاؤس چٹورکھنڈ اور سنگل میں بھی رکے جہاں نومنتخب رکن ناردرن ایریا کونسل پیر کرم علی شاہ نے ہز ہائی نس کے اعزاز میں ایک پرتکلف ظہرانے کا اہتمام کیا تھا سنگل میں ہز ہائی نس نے اپنی جماعت کی موجودہ حالت پر بہت خوش ہوئے ۔ سوشل آرگنائزر برائے پونیال محمد یار خان کا تعارف کراتے ہوئے جناب شعیب سلطان خان نے ہز ہائی نس سے کہا کہ اے کے آر ایس پی سٹاف کا ایک کارکن ان سے واپس لے لیا گیا ہے ۔ اس پر ہز ہائی نس نے کہا کہ وہ دونوں کام آسانی سے کر سکتا ہے ۔ بعد میں ہز ہائی نس دیہی تنظیم تمنگداس کے صدر سے مل کر بہت خوش ہوئے ۔ ہز ہائی نس اپنے دورے کے دوسرے مرحلے میں پٹری پہنچے تو دیہی تنظیم کے اراکین نے خوبصورتی سے سجائے ہوئے چار بیلوں کے تحفے کے ساتھ ہز ہائی نس کو خوش آمدید کہا ۔ ہز ہائی نس نے بیلوں کے پیٹھ پر ہاتھ پھیرا بعد میں ہز ہائی نس نے پانی ذخیرہ کرنے کا تکمیل شدہ تالاب بھی دیکھا ۔ بعد میں ہز ہائی نس نے تنظیم کے اراکین سے پوچھا آیا وہ کچھ کہنا چاہتے ہیں اس پر تنظیم کے صدر محمد منیر خان نے ہز ہائی نس کو اے کے آر ایس پی کے تعاون سے ملنے والے فوائد خاص کر کیمیاوی کھاد کا استعمال بچت، قرضے اور زراعتی پیداوار جس میں جنگلات بھی شامل ہیں کا ذکر کیا محمد منیر نے کوہل کی غیر یقینی حالت کا ذکر کیا اور کہا کہ اس کوہل کی وجہ سے ان کی تمام کوشش رائیگان جاتی ہیں کیونکہ کوہل ٹوٹنے کی وجہ سے گذشتہ ایک مہینے سے پانی بند ہے اس پر ہز ہائی نس نے ان سے پوچھا کہ وہ اس سلسلے میں ان کی کیا مدد کر سکتے ہیں ۔ محمد منیر نے ہز ہائی نس سے کہا کہ وہ صدر مملکت کو پٹری کے عوام کے ساتھ کیا ہوا وعدہ یاد دلائیں جو انہوں نے اپنے گذشتہ دورہ شمالی علاقوں کے موقع پر پٹری کے عوام سے کیا تھا ۔ اور فرمایا تھا کہ کوہل ۔ دوبارہ تعمیر کی جائیگی اور گاؤں کو بجلی کی سہولت بھی بہم پہنچائی جائے گی ۔ ہز ہائی نس نے ان کے جذبات صدر مملکت تک پہنچانے کا وعدہ کیا (پاکستان سے روانگی سے قبل ہز ہائی نس نے نجمہ منیر کو خط کے ذریعہ آگاہ کیا کہ پٹری کی تنظیم کی گذارشات انہوں نے صدر محترم تک پہنچا دیں) شام کے تقریباً سوا چار بجے ہز ہائی نس گلگت کی طرف روانہ ہوئے اس دوران انہوں نے پٹری کے

کھلے چٹانوں پر اپنے لئے لکھے شام کے تقریباً سوا چار بجے ہز ہائی نس گلگت کی طرف روانہ ہوئے۔ اس دوران انہوں نے پیڑی کے چٹانوں پر اپنے لکھے ہوئے خیر مقدمی کلمات بھی دیکھے۔

برکلتی

مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۸۷ء

ہز ہائی نس نے فرمایا! کیا آپ دیہی تنظیم کے نمائندوں کو یہ بتائیں گے کہ ہم ان کی تقاریر پڑھتے ہیں اور سب سے پہلے ان کو ان کی بہترین کارکردگی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ اور دوسری بات میں ان سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں ان کی زرعی مصنوعات سے بہت متاثر ہوا ہوں جو انہوں نے یہاں متعارف کرائی ہیں اور میری پختہ رائے یہ ہے کہ دیہی تنظیم اپنی کاروائیوں کو پہلے سے مختلف طریقوں سے آگے بڑھا سکتی ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ وہ زرعی مصنوعات کی حالت بدلنے کے قابل ہو جائیں گے۔

آپ نے کہا! یہاں خواتین بھی اپنے کام میں کافی مصروف ہیں اس سلسلے میں میں خواتین کی حوصلے کی داد دوں گا۔ میں نے پڑھا کہ انہوں نے چھ ہزار چوزے پالے ہیں اور پولٹری کے میدان میں اور بھی بہت سے کام کئے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ وہ اس کام کو جاری رکھیں آپ نے مزید فرمایا مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ جہاں گاؤں کے تمام لوگ ایک ہی مقصد کے لئے مل کر کام کر رہے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ اس مقصد کے لئے مزید کام کرتے رہیں گے۔

آپ نے تنظیم کے اراکین سے دریافت کیا کہ آیا وہ کچھ پوچھنا چاہیں گے یا چاہتے ہیں؟ اور پھر خود ہی بات آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ انہیں تنظیم کے عہدیداروں کی تقاریر سے اس بات کا اندازہ ہوا کہ وہ اے کے آر ایس پی کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق چل رہے ہیں۔ اگر اے کے آر ایس پی نہ رہا تو بھی وہ اپنی اصولوں کے مطابق کام کرتے رہیں گے۔

آپ نے فرمایا۔ اے کے آر ایس پی کے ختم ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے جبتک اے کے آر ایس پی دیہی تنظیموں کے لئے مددگار رہی ہے اور جب تک لوگوں کو اے کے آر ایس پی کی ضرورت رہتی ہے تب تک میں اے کے آر ایس پی کو امداد دیتا رہوں گا آپ نے کہا حقیقت میں مجھے یہ یقین ہے کہ آئندہ دس یا بیس سالوں میں دیہی تنظیمیں بہت سے نئے مسائل خود حل کرنے اور لوگوں کی معیار زندگی بلند کرنے کے قابل ہو جائیگی ہز ہائی نس کے خطاب کے بعد جنرل مینیجر صاحب نے برکت علی سوشل آرگنائزر اور عبداللہ جان اسسٹنٹ انجینئر کا ہز ہائی نس سے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

جنرل مینیجر:۔ برکت اور عبداللہ جان میری آنکھوں اور کانوں کی حیثیت رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے میری معیت میں کام کیا ہے۔

ہز ہائی نس نے فرمایا: میں ان کو مبارکباد دیتا ہوں۔

جنرل مینیجر:۔ مسٹر برکت ہمیشہ جیپ مانگتا ہے جب کہ اس کے پاس موٹر سائیکل موجود ہے وہ ہر وقت یہی کہتا ہے کہ یہاں برف پڑتی ہے۔

ہز ہائی نس۔ اگر وہ ہیلی کاپٹر نہیں مانگتا ہے تو ٹھیک ہے اچھا اب میں آپ سے اجازت چاہوں گا آپ کی بہترین کارکردگی پر ایک بار پھر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ بہت اچھا۔

برکلتی پائین

برکلتی پائین پہنچتے ہی ہز ہائی نس کا تعارف اے کے آر ایس پی کے سٹاف سوشل آرگنائزیشن یونٹ کے اراکین اور دیہی تنظیم کے نمائندوں سے کرایا گیا اس کے بعد ہز ہائی نس۔ پروجیکٹ، دیہی تنظیم مشینری اور اے کے آر ایس پی کی طرف سے دیہی تنظیم میں تعارف کرائے ہوئے اختراعات دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور دیہی تنظیموں میں لوگوں کی معیار زندگی بلند کرنے کے لئے اے کے آر ایس پی اور دیہی تنظیم کی مشترکہ کوششوں کو بہت سراہا۔

ایک پاکستانی گاؤں کا بیسویں صدی میں پہلا قدم

شمشال کے لوگ آغا خان کی مدد سے جمود سے چھٹکارا کی امید رکھتے ہیں

بقلم فلپ ریوزن

اسٹاف رپورٹر "روزنامہ وال اسٹریٹ" نیویارک

شمشال پاکستان دنیا کی چھت پر ہنزہ ایک الگ تھلگ چھوٹی سی ریاست تھی جو بے شمار اونچے اونچے پہاڑوں کے بیچ میں گھونسلے کی مانند تھی اور تقریباً دوسرے ہر چیز سے منقطع تھی اگر میر آف ہنزہ اپنے کسی مخالف کو جلاوطنی کی سزا دینا چاہتا تو انہیں دور دراز علاقہ شمشال بھیجتا۔

کافی صدیوں بعد میر آف ہنزہ کے اختیارات کو حکومت پاکستان نے محدود کر دیا اور نہ ہی وہ دوسروں سے الگ تھلگ رہا بلکہ اب وہ شاہراہ قراقرم کے ذریعے اسلام آباد تک سفر کر سکتے ہیں جو اس کے ملک کا دارالحکومت ہے اسی طرح چین تک بھی سفر کر سکتے ہیں جو اسوئٹزرلینڈ کی طرز پر بنائے گئے اس کے کریم آباد کے گھر میں ویڈیو کیسٹ چلتا رہتا ہے

اب بھی شمشال کو ہنزہ کا سائبیریا تصور کیا جاتا ہے جو سطح سمندر سے ۹۸۰۰ فٹ کی بلندی پر کوہ قراقرم کے سلسلے کے اسطرف واقع ہے جیسے اب تک کوئی نام نہیں دیا گیا ہے۔ شاہراہ قراقرم کی طرز سے تین دن کی پیدل مسافت پر ہے جس کے دوران پانچ دریا اور ایک بڑے گلیشئر کو عبور کرنا پڑتا ہے۔ اگر شاہراہ ریشم سے شمشال کی جانب جانا ہو تو پانچ دن لگتے ہیں۔

عجیب مسائل :-

اس پُر مشقت سفر کے دوران چند دلچسپ انتظامی مسائل سے دو چار ہونا پڑتا ہے اسکول ماسٹر دولت امین کہتا ہے کہ سکول کے اس کمرے میں ایک تختہ سیاہ اور چند کرسیاں ہیں شمشال گاؤں کے دامن میں واقع پہاڑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہوں نے بتایا "لیکن سکول وہاں پر ہے"۔

اسکول اور فرنیچر ایک ساتھ حاصل کر کے ماسٹر امین اور شمشال کے ۱۰۰۰ نفوس پر مشتمل افراد نے ماہرین ترقیات اور سڑک تعمیر کرنے والے انجنیئرز کی مکمل عدولی کی ایک ایسی سڑک کی تعمیر شروع کر کے جیسے ناقابل تعمیر تصور کیا جاتا رہا ہے آدھی گاؤں کی آبادی اوپر کی جانب سے سڑک کی تعمیر کر رہی ہے جب کہ آدھی آبادی شاہراہ ریشم کی جانب خیمہ زن ہے اور اوپر کی طرف سڑک کی تعمیر میں لگی ہوئی ہے۔

یہ سڑک ہمارا مستقبل ہے جناب امین سر دسہ پہر کو پہاڑی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔ بیسویں صدی میں داخل ہونے کی کوشش میں ان کا روحانی پیشوا آغا خان ان کی مدد کر رہا ہے ہنزہ کی ٪۷۰ آبادی کی مانند شمشال کے لوگ اسماعیلی مسلمان ہیں جو صدیوں پہلے ایران سے آکر یہاں آباد ہوئے انکے عقیدے میں آغا خان (چہارم) حضرت محمدؐ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضؓ اور ان کے خاوند حضرت علیؓ کے غیر منقطع سلسلے سے انچاسویں امام ہیں آغا خان کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ اپنے جماعت کی صرف اسی طرح سے مدد کر سکتا ہے کہ وہ ایک بہتر مستقبل کی تعمیر کے لئے اپنی مدد آپ کریں۔

گاؤں والوں کو منظم کرنا

چار سال پیشتر اس نے آغا خان رورل سپورٹ پروگرام تشکیل دی جس نے گاؤں والوں کو بالکل اس طرح پر منظم کرنا شروع کیا جس طرح کہ شمشال والوں نے اپنے انتظامات سنبھال لئے۔ ہر گاؤں کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنا لیڈر چنیں اور ایک اجتماعی ترقیاتی اسکیم پر متفق ہوں جو کہ گاؤں کے کم از کم ۳/۴ حصہ آبادی کی آمدنی میں اضافے کا باعث بن سکے۔ اور مستقبل میں قرضہ جات کی حصولی کے لئے رقومات جمع کرنے کا وسیلہ بنے اور ان کا ذہن خود اپنی ضرورت کے کام سرانجام دے۔

یہ فلسفہ انیسویں صدی کے جرمن زرعی ماہر اقتصادیات فریڈرک رائفین سے لیا گیا ہے یہ نظریہ ایک طرح کی انفرادیت سے ماخوذ اجتماعیت ہے۔ اس نے جرمنی کے دور افتادہ قصبوں میں فارم کو آپریٹوز شروع کیا شعیب سلطان خان جو کہ اے کے آر ایس پی کا انتظامی سربراہ ہے کہتا ہے " لوگوں سے

ایک ایسا کام کرایا جائے جسے وہ ہر حال میں کرنا چاہتے ہیں"

انکے سرپرست آغا خان فرماتے ہیں کہ "انفرادی قابلیت کو ایک بڑے گروہ کے ذریعے استعمال میں لایا جائے" یہاں طبعی ماحول اتنا حوصلہ شکن ہے کہ انفرادی طور پر ترقی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے اجتماعیت ایک نقطۂ بحث ہے دس پندرہ سالوں میں انفرادیت بمقابلہ اجتماعیت۔ چھوٹے زمینوں کے مالکان۔ چھوٹی دوکانوں اور چھوٹے چھوٹے زرعی صنعتی منصوبوں ہو سکتا ہے کہ ایک ہوٹل کی شکل میں غالب آئے۔

اپنے ابتدائی چار سالوں کے درمیان پروگرام پر اسّی لاکھ امریکن ڈالر خرچ ہوئے یہ رقوم آغا خان، امریکہ، کنیڈا، برطانیہ اور ڈچ حکومتوں کے علاوہ دیگر مخیر ادارے فراہم کرتے ہیں۔ ورلڈ بنک نے اپنے ایک مالیہ جائزے میں کہا کہ "نیچے سے اوپر تک تنظیم نے نقصانات کا بچاؤ کیا جو کہ اکثر حکومتی ترقیاتی منصوبوں کے لئے مہلک ثابت ہوتا ہے۔

شعیب سلطان خان اب تک ایک ہزار دو سو اسی امکانی گاؤں میں سے سات سو پانچ گاؤں کو منظم کر چکے ہیں پاکستان کا ایک بڑا ٹکڑا جو رقبہ کے لحاظ سے تقریباً عوامی جمہوریہ آئرلینڈ کے برابر ہے وہ یہ کام اپنے لینڈ اوور گاڑی کے ذریعے اُن بعید از قیاس راستوں پر سرانجام دیتا ہے تاکہ تنظیموں کی ہفتہ واری اجلاس میں شرکت کر سکے جن میں عرصوں پرانی جھگڑوں کو خوش اسلوبی سے طے کیا جاتا ہے۔ ایک اجلاس کے دوران دو مخالف گروہ ایسے منصوبوں پر زور دینے لگے جن سے صرف انکے خاندانوں کو فائدہ پہنچ سکتا تھا شعیب سلطان خان صاحب محض یہ کہہ کر وہاں سے روانہ ہوئے کہ وہ اگلے ہفتے دوبارہ ان کی میٹنگ میں شرکت کرینگے تاکہ وہ دیکھ سکیں کہ گاؤں والے کسی ایک مشترکہ منصوبے پر متفق ہوتے ہیں یا نہیں۔ اگلے ہفتے وہ دوبارہ آئے اور گاؤں والے بھی متفق ہوئے تھے۔

دیہی تنظیم ہنوچل جو (گلگت سے) تقریباً چالیس میل کے فاصلے پر ہے اور شمشال سے ایک سو میل کے فاصلے پر نلتر واقع ہے میں میٹنگ ہو رہی ہے تین پریشان بالوں والی لڑکیاں ایک درخت سے جھانک رہی تھیں اور چھ بلبے بالوں والی مارکو پولو شیپ اچھل کود رہی تھیں اور گاؤں کے نئے کوہل کی عمدہ خصوصیات کی وضاحت کرتے ہوئے گاؤں کے لیڈر عبداللہ نے بتایا کہ نالے میں پانی کا رُخ تبدیل کر کے کوہل میں پانی لایا گیا ہے یہاں صحارا کے ریگستانوں سے بھی کم بارشیں ہوتی ہیں ایک ایسی زمین جس کے لئے اس کی شدید ضرورت ہے۔ گاؤں میں اب خوبانی سیب، انار اور آڑو کے درختوں کے باغات ہیں جہاں پہلے صرف پتھر ہی پتھر تھے۔

"ہم آزاد ہوئے ہیں جب کہ اس کوہل کی تعمیر سے پہلے ہم غلام تھے"، عبداللہ نے کہا گاؤں والے اس کے سامنے ایک کچے اونی لنڈے پر بیٹھے ہیں ایک شخص اپنے بائیں کندھے پر ایک بہت ہی پرانی بندوق کو درست کر رہا ہے۔

عبداللہ نے کہا کہ نئے قابل کاشت زمینوں پر بہت جلد انگور کی بیلیں اخروٹ اور توت آگیں گے خواتین خوبانی کو جدید خطوط پر خشک کرنے کے طریقے سیکھ رہی ہیں تاکہ انہیں کراچی میں بہتر قیمتوں کے عوض فروخت کیا جا سکے گاؤں کی مجموعی بچت -/٢٦٠٠٠ روپے بینک میں ہے۔ اس ذرِ ضمانت کی بنیاد پر گاؤں والوں نے مبلغ -/٢٧٠٠٠ روپے کا قرضہ حاصل کر لیا ہے اور کھاد حاصل کر رہے ہیں۔

اب ان دور دراز وادیوں میں ایک ایسی سوچ پیدا ہوئی ہے کہ وہ لوگ جو صدیوں سے آپس میں منقسم تھے اب اپنے مشترکہ مسائل کی حل کے لئے متحد ہو رہے ہیں۔

آغا خان نے کہا! ان کا ایک عظیم مقصد یہ ہے کہ گاؤں والے بچت کے ذریعے اپنا سرمایہ پیدا کریں اگرچہ اس وقت جو کچھ وہ کر رہے ہیں اس کی اہمیت کا اندازہ انہیں خود بھی نہیں۔

ترقی میں ایک بنیادی عوامل یہ ہے کہ لوگوں کا ایک گروہ مستقبل کے منصوبوں کی خاطر دولت کا ایک خاص حصہ بچانا شروع کر دیتا ہے یہ اقتصادی حالت کو آگے بڑھانے کا ذریعہ بنتا ہے۔

شمشال کی اقتصادی حالت اب اس سطح تک نہیں پہنچی ہے لیکن اقتصادی ترقی میں پرواز کے لئے میدان تیار کیا ہے جب انہوں نے پہلی بار ١٩٨٣ء میں رابطہ قائم کر لیا تو شعیب سلطان خان نے اے کے آر ایس پی کے انجنیئرز کو شمشال بھیجدیا۔ جنہوں نے فاصلے کا تخمینہ ٢٨.٥ میل (٤٦ کلومیٹر) اور سڑک کی تعمیر پر اخراجات کا تخمینہ اسی لاکھ روپے یعنی تقریباً ٥٠٠,٠٠٠/٤٧٠ ڈالر

امریکی ڈالر لگایا گیا لیکن ایک کروڑ روپے پر بھی کوئی ٹھیکدار ایسے چھونے کے لئے بھی تیار نہ تھا جناب شعیب کو یاد ہے اس لئے ،، ہم نے گاؤں والوں کو بتایا کہ وہ اسے بھول جائیں"

لیکن گاؤں والے ڈٹے رہے انہوں نے چند خوش گاؤ فروخت کر کے کافی مقدار میں بتی بارود خرید لیا اور گاؤں کی جانب سے سڑک کی تعمیر شروع کر دی دو سال بعد انہوں نے دو میل تک سختی سے کاٹ کر سڑک کی تعمیر کر لی تھی ۔ جناب شعیب دوبارہ ان کے پاس گئے اب انہیں یقین آیا کہ وہ ہر حال میں یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچا ئیں گے اس لئے انہوں نے مبلغ تیس لاکھ روپے مدد کے لئے بطور عطیہ دینے کا وعدہ کر لیا اب دونوں جانب سے کام کرتے ہوئے گاؤں والوں نے تقریباً تیس کلومیٹر کچی جیپ ایبل سڑک مکمل کر لی ۔

شمشال کی طرح کئے گئے انتظامات سے متعلق ہز ہائی نس آغا خان فرماتے ہیں کہ لوگ تنظیم کے تحت منظم ہونا چاہتے ہیں دس پندرہ سال بیشتر ان گاؤں میں انفرادیت پسندی عروج پر تھی اور حالات بھی ناساز گار تھے اب لوگ اسبابت کے لئے آمادہ نظر آتے ہیں کہ وہ اپنے مشترکہ مسائل خود ہی حل کریں گے ۔ چیزوں کی اہمیت اور اولیت کا فیصلہ کریں گے جو بہت ہی پر جوش باتیں ہیں ۔

شمشال کے کیمپ میں خیموں پر سرد دھند جمار ہتا ہے وہاں سڑک تعمیر کرنے کے اوزار مفقود ہیں جب کہ سڑک بنانے والے موجود ہیں ۔ عورتیں اور بچے جنگلی پودوں کی شاخوں سے آگ جلا کر کھانا پکاتے ہیں ۔ اور سیمنٹ کر آگ کے اردگرد خود کو گرماتے ہیں ۔ کام کرنے والے اپنے اوزار چھوڑ کر تجسس سے ملاقاتیوں کے اردگرد جمع ہو جاتے ہیں جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ سڑک کی تکمیل کے بعد اُن کی کیا اُمیدیں ہیں ۔ ایسا لگتا ہے کہ ان میں سے کسی نے بھی اس پر غور نہیں کیا ہے ایک طویل وقفے کے بعد اسکول ماسٹر امین کہتا ہے کہ " ہمارے لئے سڑک کا بننا ہی کافی ہے " سڑک کی تعمیر سے ہمارے سارے مسائل حل ہوں گے ۔

ایک میلی سُرخ ٹوپی (جس پر Campbells soup is M.M.M. good تحریر ہے) والا شخص ملاقاتیوں کی کتاب (Visiters Book) دستخط کے لئے مہمانوں کو پیش کرتا ہے کتاب اب تک مکمل طور پر خالی ہے ۔

ڈاکٹر اختر حمید خان

ترقی کا تیسرا اصول

دیکھئے چار پانچ سال ہوئے۔ جب یہاں آغا خان کے پروگرام نے کام کرنا شروع کیا۔ بیسوں گاؤں میں ہم گئے۔ جا کر ہم لوگوں سے باتیں کی دو تین باتیں صاف نظر آتی تھیں۔ ایک تو یہ کہ لوگ غریب تھے دوسری یہ کہ وہ سمجھتے تھے کہ ان کے پاس کوئی بڑی دولت نہیں ہے وہ خوش حال نہیں ہو سکتے وہ اکثر جگہ کہتے تھے کہ صاحب ہمارے بچوں، ہمارے نوجوانوں کا اب کھیتی باڑی سے گذارہ نہیں ہو سکتا کوئی نوکری دلائیے۔ کوئی کارخانہ کھولئے۔

یہاں کے لوگ اپنے گاؤں میں رہتے ہیں۔ ان کو یہاں کا حال معلوم ہے۔ لیکن ہم دنیا میں اور بہت سے جگہوں میں گھومے ہیں۔ مثلاً بالکل ایسا ہی پہاڑ ایسی ہی آب و ہوا جاپان میں ہے۔ ہمیں بڑا فرق نظر آیا جب ہم فرانس گئے۔ علاقہ یہی ہے۔ یہی پہاڑ یہی ہوا یہی برف یہی سورج یہی پیڑ ہیں۔ لیکن لوگ آپ کی طرح غریب نہیں ہیں۔ ایسی ہی زمین، ایسے ہی پہاڑ، ایسا ہی پانی، ایسا ہی سورج ہے۔ لیکن یہاں سے دس گنا زیادہ پیداوار ان کو مل رہی ہے۔ مثلاً آپ کی گائے دو سیر تین سیر دودھ دیتی ہے اس کے پیٹ میں کیڑے ہیں وہ دبلی ہے۔ فرانس کی یا جاپان کی گائے ۲۵۔۳۰ سیر دودھ دیتی ہے۔ سوئٹزر لینڈ یا فرانس کے گاؤں میں آپ جائیں گے۔ ایسی ہی زمین، ایسے ہی علاقے میں آپ دیکھیں گے کہ بیسوں من پنیر مکھن تیار ہو رہا ہے۔ اور باہر بھیجا جا رہا ہے۔ جدھر آپ جائیں گے بڑی احتیاط سے جنگل اگایا ہوا ہے۔ اس جنگل سے ان کی ہزاروں روپے کی آمدنی ہے ہر خاندان کی۔ آپ کے گاؤں کی طرح نہیں کہ اتنا سا ٹکڑا ہے زمین کا، دو کنال چار کنال اس میں ایک بیمار مرگلے بیل سے کھیتی کر کے غلہ پیدا کر رہے ہیں۔ وہاں آپ جائیں گے تو کوئی یہ نہیں کہے گا کہ ہمارے بچوں کے لئے کام نہیں ہے۔ یہاں کوئی کارخانہ کر دو۔ کوئی نوکری کا انتظام کر دو۔

جب ہم نے یہ دونوں حالتیں دیکھیں تو ہمارے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا (اور یہ سوال آپ کے ذہن میں بھی پیدا ہونا چاہیئے) کہ جب زمین وہی ہے، پہاڑ وہی ہیں آب و ہوا وہی ہے۔ درخت وہی ہیں تو یہ فرق کیوں ہے۔ بدن اور شکل کو اگر دیکھا جائے تو آپ بھی فرانسیسی معلوم ہوں۔ وہ بھی ایسے ہی گورے گورے ہیں۔ جیسے آپ ہیں۔ بعض تو داڑھی بھی جعفر علی جیسی رکھتے ہیں۔ تو پھر سوال کا جواب کیا ہے؟ فرق کیوں ہے، ہماری حالت ردی کیوں ہے۔ ان کی حالت اچھی کیوں ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کا قصور نہیں ہے جو کچھ ان کو دیا ہے وہی آپ کو دیا ہے یہ نہیں کہ وہاں برف گرتی ہے اور آپ کے ہاں نہیں گرتی وہاں تو گھاس اگتی ہے، درخت اگتے ہیں اور آپ کے ہاں ریگستان ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے تگڑا جسم دیا ہے خوبصورت شکل دی ہے طاقت دی ہے اور وہی سب آپ کو بھی دی ہے۔

غور کیجئے آپ بھی ویسے ہی ہو سکتے ہیں جیسے کہ وہ ہیں۔ فرق یہ ہے کہ جو نعمتیں اللہ نے دی ہیں اس کا انہوں نے صحیح استعمال کیا ہے۔ آپ نے نہیں کیا ہے۔ اب جب اس بات کو ہم نے سمجھ لیا، تو چند اصول بنائیے کہ ان اصولوں پہ آپ کام کریئے تو آہستہ آہستہ آپ ان کی طرح ہو جائیں گے اور یہ بڑی پکی اور سچی بات اس لئے ہے کہ دو سو برس پہلے ان کی حالت بھی ایسی تھی جو اس وقت آپ کی ہے وہ بھی غریب تھے۔ ان کے ہاں بھی بیماریاں بہت تھیں ان کے جانور بھی دو دو تین تین سیر دودھ دیتے تھے۔ ان کے فصلوں کو بھی کیڑا کھا جاتا تھا۔ ان کے بچے بھی ان پڑھ تھے۔ لیکن پچھلے صدیوں میں انہوں نے اپنی حالت کو بدلا ہے اور جو طریقے اختیار کئے تھے وہ آپ کو بتلائے جا رہے ہیں۔

وہاں بھی لوگ اس لئے غریب تھے کہ وہاں راجہ تھے نمبردار تھے اور غریبوں کو لوٹتے تھے تو چلتے تھے۔ سب کچھ ان سے لیتے تھے اور ان کی حالت کو بدلنے نہیں دیتے تھے۔ ان کے ہاں بھی ایسا تھا۔ لوٹ مار چل رہی تھی لیکن انہوں نے دو سو سال ہوئے کہ اس نظام کو ختم کیا۔ عام لوگوں نے اختیار اپنے ہاتھ میں لیا۔ اب دیکھئے وہ اصول جن پہ آپ آسانی سے عمل کر سکتے ہیں تاکہ آپ کی حالت بھی ویسے ہو جائے جیسے ان کی ہے۔ یہ آپ کو بتائے گئے۔

آپ کی خوش قسمتی ہے کہ وہ بڑے کام اللہ کے فضل سے آپ کے لئے ہو گئے۔ وہ یہ نا نظام راجہ کا، میر کا، نمبردار

کا جو ہر وقت آپ کو دباتا اور کچلتا تھا ختم ہو گیا۔ اب آپ آزاد ہو گئے ہیں۔ آپ اپنی حالت بہتر بنا سکتے ہیں یہ آپ کے اپنے ہاتھ میں ہے آپ کے سر پر جو اتنا پتھر رکھا ہوا تھا جس سے آپ کی کمر ٹوٹ گئی تھی۔ وہ پتھر ہٹ گیا ہے دوسرا بڑا کام یہ ہوا کہ آپ ساری دنیا سے کٹے ہوئے تھے اور اب سڑکوں کے ذریعے آپ کا سب سے تعلق ہو گیا۔ اب یہ ہوگا کہ آپ گاؤں میں جو چیزیں پیدا کریں گے وہ سیدھی کراچی جائیں گی۔ اور اگر آپ کو شوق ہے کراچی کی چیزیں استعمال کرنے کا تو وہ بھی آ جائیں گی۔ لیکن یاد رکھئے گا کہ اگر آپ کو صرف یہ شوق ہے کہ باہر کی چیزیں تو خریدیں گے اور یہاں سے کچھ نہیں بھیجیں گے تو آپ فقیر رہیں گے۔ صحیح حالت وہ ہوگی کہ یہاں سے بہت ساری چیزیں بھیجیں۔ تب باہر کی چیزیں خریدیں۔

تیسرے یہ تو میں نے ویسے کہا۔ اب سنیئے کہ پہلا اصول یہ تھا کہ جو ان لوگوں نے اپنایا اور اب اپنا رہے ہیں وہ یہ کہ ایک گاؤں میں تنظیم ہونی چاہیئے اکٹھے مل کر کام کرنا چاہیئے اگر ہم اکیلے اکیلے رہیں تو ترقی نہیں ہو سکتی اور اگر ہم آپس میں لڑ رہے ہوں۔ تو ترقی تو دور کی بات ہے تباہی ہوگی۔ سب سے پہلا اور بڑا اصول یہ ہے کہ اگر ہم ترقی کرنا چاہتے ہیں اگر اللہ نے ہمیں جو نعمتیں دی ہیں۔ زمین کی۔ پہاڑ کی، درختوں کی، کھیتی باڑی کی تو ہم پہلے منظم ہوں۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ اور پانی زیادہ ہو۔ کوہل بنے تو سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ گاؤں والے اکٹھے ہوں وہ میٹنگ کریں وہ اپنے نمائندے چنیں مینیجر چنیں۔ ماہر مالی چنیں۔ یہ سب چنیں تاکہ کام تیز ہو اور اچھا ہو۔ اگر وہ اپنے پاس دو چار روپے رکھیں گے تو اس میں کوئی طاقت نہیں ہوگی لیکن یہی دو دو چار چار روپے اکٹھے کر دیئے جائیں گے۔ اور ایک جگہ رکھے جائیں گے تو ان میں سرمایہ کی طاقت پیدا ہوگی وہ لوگ اس اصول پر عمل کرتے ہیں۔ اس لئے ان میں ترقی کی طاقت اور قوت موجود ہے۔ آپ بھی جب اکٹھے ہوئے سرمایہ بنایا تب یہاں بھی ترقی ہوئی۔ جب آپ منظم رہیں گے تو آپ کی ترقی ہوگی جس دن آپ نے اس اصول کو چھوڑ دیا اور آپ منتشر ہو گئے۔ اکیلے اکیلے ہو گئے، مل کر نہیں بیٹھے۔ میٹنگ نہیں کی تو پھر آپ کا تنزل ہوگا یہ پہلا اصول ہے جہاں دنیا میں اس اصول پر کام ہو رہا ہے جہاں لوگ اکٹھے نہیں ہوں گے ان کی میٹنگ نہیں ہوگی۔ ان کے مینیجر نہیں ہوں گے۔ جہاں میٹنگ کر کے مینیجر نہیں چنیں بہت رہیں گے کہ آپ نے یہ کام کرنا ہے۔ جہاں منصوبہ بندی نہیں ہو رہی ہوگی وہاں حالت بہتر نہیں ہوگی۔ دوسرا اصول جس پر عمل کرتے سے ان کی حالت بہتر ہوئی ہے وہ میں اب آپ کو بتاتا ہوں۔ پچھلے سو سال میں یہ ہوا ہے کہ سائنس نے نئی نئی باتیں معلوم کی ہیں۔ پہلے یہ سب باتیں معلوم نہیں تھیں مثلاً پرانے زمانے میں جب چیچک نکلتی تھی تو ہندو یہ سمجھتے تھے کہ یہ شیتلا دیوی نے نکالی اور مسلمانوں کو بھی نہیں معلوم تھا کہ چیچک کیوں نکلتی ہے۔ وہ کہتے تھے اللہ کی مرضی ہے اگر کوئی عورت چیخنے چلانے لگتی تھی تو کہتے تھے اس پر جن آ گیا۔ اگر کوئی گائے دبلی ہو جاتی تھی اور مرنے لگتی تھی تو کہتے تھے اللہ کی مرضی ہے۔ وہاں بھی یہ کہتے تھے ان کا بھی اللہ تھا وہ بھی اللہ کو مانتے تھے وہ بھی یہی کہتے تھے کہ یہ اللہ کی مرضی ہے۔ پھر کیا ہوا۔ ان کے جو عالم تھے وہ تحقیق میں لگ گئے۔ انہوں نے معلوم کیا کہ چیچک کیوں ہوتی ہے پھر انہوں نے معلوم کیا کہ چیچک کو روکا کیسے جا سکتا ہے۔ اس کا ٹیکہ ایجاد کیا۔ طرح طرح کی بیماریوں کی وجہ معلوم کی۔ انہوں نے گائے کو طرح طرح کا چارہ کھلایا۔ اس کے دودھ کو دو سیر سے چار سیر اور پھر ۱۰ سیر اور ۲۰ سیر پر لے گئے۔ اس کی نسل بہتر کی۔ ایسے ہی کھیتی باڑی میں کیا۔ طرح طرح کے بیج آزمائے۔ بنگال کا کسان ایک کنال سے دو من دھان پیدا کرتا ہے۔ جاپان میں بھی ۱۰۰ سال پہلے دو من ہوتا تھا۔ پھر عالموں نے تحقیق کی کہ یہ کیڑے کیسے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کو روکا کیسے جاتا ہے۔ چنانچہ دوسرا ان کا اصول یہ تھا کہ سائنس کے نئے طریقے اختیار کرو۔ انہی بیماریوں کو ختم کرو اور روکو، جانوروں کی بیماریاں روکو، جانوروں کی نسل بہتر کرو۔ کھیتوں کی بیماریوں کی۔ پھلوں کی۔ پودوں کی پیداوار بڑھاؤ۔ ۱۰۰ سال سے وہ یہ کر رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے ان کی حالت بہت بہتر ہو رہی ہے۔ آپ خود حساب کر لیجئے اگر آپ اتنے بیمار نہ ہوں، سب بیماریوں پر آپ کا کنٹرول ہو اگر آپ کے جانور سب تندرست ہوں۔ ان کی نسل اچھی ہو۔ وہ زیادہ دودھ دے رہے ہوں۔ ان میں زیادہ طاقت ہو۔ آپ کی فصلیں زیادہ ہو رہی ہوں۔ آپ کی فصل زیادہ ہوں تو آپ بھی ان کی طرح ہو جائیں گے۔

غرض پہلا اصول یہ بتایا گیا تھا تنظیم کرے اکٹھے بیٹھے منصوبے

بنائیے۔ پہلے پنچر چننے اور ان کے ہدایت کے مطابق کام کریئے اور دوسرا اصول یہ ہے کہ نئے اور جدید سائنس کے طریقے اختیار کرتے رہیئے وہ خواہ کھیتی باڑی ہو۔ پھل پیدا کرنے ہوں یا جانور ہوں۔ یا اپنی صحت ہو۔ سب میں نئے اصول اختیار کریئے۔

تنظیم بھی جدید طریقہ ہے پرانا طریقہ یہ تھا کہ میں ایک پیڑ کے پھل لئے جا رہا ہوں۔ وہ میں نے بنیئے کو دیئے۔ بازار میں بیچے۔ یہ ذرا سا دودھ ہے اس کو خود بیچا یا بنیئے کو دے دیا۔ پنجاب کے گاؤں میں بنیئے کو دے دیتے تھے۔ لیکن دیکھئے جاپان میں کیا ہوتا ہے۔ فرانس کے گاؤں میں کیا ہوتا ہے۔ جاپان کی گاؤں کی میں آپ کو مثال دیتا ہوں، جاپانیوں کے پاس زمین بہت کم ہے۔ آپ کی طرح سے ایک خاندان کے پاس مشکل سے دو کنال زمین ہوتی ہے۔ لیکن اس کی حالت آپ سے بہت بہتر ہے کیوں؟ پہلی وجہ یہ ہے کہ گاؤں میں زبردست تنظیم ہے۔ تمام انتظام گاؤں کی طرف سے ہوتا ہے۔ مثلاً پانی کا انتظام۔ آبپاشی کا انتظام، اجتماعی انتظام ہے۔ بہترین قسم کے بیج لانے کا انتظام گاؤں کا انتظام ہے۔ لیکن آپ یہ دیکھئے کہ آپ کے پاس زمین تو بہت کم ہے اور دو چار یا پانچ جانور ہیں۔ ان کا دودھ ہوتا ہے ۲۵، ۳۰، ۵۰ مرغیاں ہیں۔ ان کے انڈے ہوتے ہیں لیکن وہ خود بیچنے نہیں جاتا ہے تنظیم کی گاڑی آتی ہے اور اس گھر سے انڈے دودھ سب جمع کر کے لے جاتی ہے۔ اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے یہ کہ اس کا وقت نہیں ضائع ہوتا وہ اپنے کام میں لگا رہتا ہے۔ اور دوسرا اس کا حساب ہے وہ چیز دیئے جا رہا ہے۔ وہاں لکھا جا رہا ہے۔ جب اُسے پیسے کی ضرورت ہوتی ہے وہاں سے جا کر لے آتا ہے اور خود کو کبھی فقیر محسوس نہیں کرتا۔

یہ بھی جدید طریقہ ہے سو دو سو برس پہلے وہاں بھی یہ نہیں تھا۔ اب اگر آپ لوگ، وہ دو سو برس پہلے کا طریقہ رکھیں گے۔ خواہ وہ کھیتی میں ہو۔ جانوروں کے پالنے میں ہو یا آپس کے تعلقات میں ہو یا خرید و فروخت میں ہو۔ آپ خوشحال نہیں ہو سکتے۔ آپ مفلس رہیں گے۔ یہ دوسرا اصول ہے اور آپ نے یہ سمجھنا شروع کر دیا ہے۔ اگرچہ ابھی آپ پورے طرح نہیں سمجھے ہیں۔ لیکن میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ پچھلے سال کے مقابلے میں اب آپ بہتر سمجھیں گے اور اگلے سال اس سے زیادہ بہتر سمجھیں گے۔ آپ کی وہ حالت ہے کہ ایک بچہ پہلی کلاس میں جب آتا ہے تو اس کا علم کم ہوتا ہے۔ پھر دوسری میں زیادہ ہو جاتا ہے اور تیسری میں اور زیادہ۔

آپ بھی اب اس اسکول میں داخل ہو گئے ہیں جس میں فرانسیسی اور جرمن داخل ہوئے تھے بہت پہلے ابھی آپ بہت پیچھے ہیں۔ آپ پہلی میں ہیں وہ پندرھویں اور سولھویں میں ہیں لیکن اگر آپ پہلی میں داخل ہو گئے ہیں اور اگر آپ میں ہمت ہے تو آپ ایک دن پندرھویں میں پہنچ جائیں گے۔

اچھا یہ بہت ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ لوگ اس سکول میں بھرتی ہونے پر آمادہ ہو گئے اور پہلی کلاس دوسری کلاس آپ نے اچھی طرح پاس کر لی۔ اب ایک اور بات ہم آپ سے کہنا چاہتے ہیں "تیسرا اصول" اور اگر یہ سب گاؤں میں بتایا جائے تو بہت سے جگہے لوگ نہیں سمجھیں گے۔ لیکن جن گاؤں میں اچھا کام ہوا ہے (آپ کا گاؤں ان گاؤں میں سے ہے جہاں اچھا کام ہوا ہے) تو آپ اس نئی بات کو سمجھ جائیں گے جعفر علی صاحب میری بات آپ غور سے سنیئے یہ تیسرا اصول کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ ابھی تک ہمارے باپ دادا کی طرح ہم اس طرح سوچتے ہیں کہ یہ میری زمین ہے۔ پانچ دس کنال۔ یہ میرا گھر ہے یہ میرے پیڑ ہیں۔ ان کی آمدنی مجھے مل گئی اور جو جنگل ہے اس پر میرا حق ہے اور وہ یہ کہ وہاں سے کچھ لکڑی کاٹ کر لاؤں کچھ گھاس کاٹ لاؤں اور بس۔

نیا سوچنے کا طریقہ کیا ہوگا۔ یہ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ وہ یہ ہوگا کہ میری خاندان کی دو قسم کی ملکیت ہے ایک ملکیت وہ ہے جس میں اور کوئی شریک نہیں ہے۔ میرا گھر، میری زمین۔ میرے جانور۔ میرے پیڑ۔ یہ سب میرے ہیں۔ اس میں اگر میں چاہوں تو خیرات کے طور پر دوستی کے طور پر دوسرے لوگوں کو دوں۔ ان سب پر صرف میرا قبضہ ہے لیکن میری ایک اور ملکیت ہے اس گاؤں میں۔ اور وہ کیا ہے (آپ کی ہر خاندان کی ایک بہت بڑی دولت یہاں موجود ہے لیکن وہ ہمیں نظر نہیں آ رہی ہے) اور نئے طریقے سے میں ایسا سوچوں گا کہ میں، میرا خاندان، دس کنال زمین پانچ جانور، ۱۰ پیڑان سب کا مالک ہے۔ لیکن اس کے علاوہ میں ۵۰ ہزار کنال زمین کا بھی مالک ہوں اور وہاں پر ۵ لاکھ درختوں کا بھی مالک ہوں۔ وہاں پر اتنے ہزار جانور پل رہے ہیں ان کا بھی مالک ہوں۔ اب یہ آپ کو عجیب لگ رہا ہوگا کیونکہ وہ دو قسم کی ملکیت کا

تصور کیا ہے ایک میری انفرادی ملکیت جس پر صرف میرا قبضہ ہے اور ایک بہت بڑی ملکیت جس میں میں شریک ہوں۔ میرے پڑوسی شریک ہیں اور جیسے کہ میں اس دس کنال ان پانچ جانوروں کے لئے محنت کرتا ہوں اور سرمایہ لگاتا ہوں۔ اسی طریقے سے اس پچاس ہزار کنال کے لئے بھی محنت کی جائے گی اور سرمایہ لگایا جائے گا۔

اب پھر میں ایک بات اور کہتا ہوں جو شاید آپ کو اور بھی عجیب لگے۔ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ جو آپ کی چھوٹی چھوٹی زمین ہے یا چھوٹے بیسٹ ہیں یہ آپ کی آمدنی کا بڑا ذریعہ ہے میں یہ کہتا ہوں کہ آپ دھوکے میں ہیں وہ زمین جو آپ نے چھوڑی ہوتی ہے۔ جہاں پر دس لاکھ بیسٹ ہو سکتے ہیں۔ جہاں بے تحاشا چارہ ہو سکتا ہے جس میں ہزاروں جانور چر سکتے ہیں وہاں سے ہر سال ۱۰ ہزار درخت فروخت کئے جا سکتے ہیں وہاں سے ہر سال اتنے ہزار جانور تیار ہو کر بکری کئے جا سکتے ہیں اور پھر اگر اس آمدنی کو آپ سب میں تقسیم کیا جائے تو انفرادی ملکیت کی آمدنی سے کئی گنا زیادہ ہوگی۔ جب تک آپ یہ سمجھتے رہیں گے کہ ۵، ۱۰ کنال سے میں سب کچھ حاصل کر لوں۔ آپ کے پاس درحقیقت کچھ بھی نہیں ہے اور پھر یہ سوچیئے کہ آپ کے ہر ایک کے پانچ، چھ بچے بھی تو ہیں تو پندرہ سال بعد کیا ہوگا پھر وہی دو کنال رہ گئی۔ لیکن اگر آپ نے نئے طریقے سے کئی ہزار کنال زمین پر جنگل لگانا شروع کیا۔ اگر وہاں آپ نے چارہ اُگانا شروع کیا۔ اگر وہاں آپ نے جانور پالنے شروع کیئے۔ تو وہ اس ۱۰ کنال کی طرح سے ۱۵ سال میں دو کنال نہیں ہوگی اور نہ اس کی اس طرح سے تقسیم ہوگی وہ جنگل خود بخود بڑھے گا۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ جنگل کی خصوصیت یہی ہے کہ آپ صرف کاٹتے جائیں تو وہ ختم ہو جائے گا۔ لیکن اگر آپ اُسے موقع دیں تو وہ تو جانور سے بھی زیادہ بچے پیدا کرتا ہے اور سنیئے میں آپ کے سامنے یہ فتویٰ دیتا ہوں کہ آپ کفرانِ نعمت کر رہے ہیں۔ کیا کر رہے ہیں آپ؟ آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہی سب کچھ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے۔ لیکن جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہیں بڑی نعمتیں ان کا آپ قدر نہیں کر رہے ہیں۔

اب سنیئے کیا کرنا ہے یہ مت سمجھیئے کہ یہ سب خیالی باتیں ہیں۔ جو کچھ بھی میں آپ سے کہہ رہا ہوں وہ دوسری جگہ ہو چکا ہے۔ ہمیں دیر ہو گئی ہے۔ ہم پہلی کلاس میں ہیں اور پندرھویں کلاس کے لوگ یہ کر چکے ہیں۔ اچھا! لیکن اس کے لئے نیا طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔ اور جو ہمارے پرانے طریقے ہیں ہمارے باپ دادا کے طریقے ہیں۔ اس طریقے سے آپ دس لاکھ جنگل اور دس ہزار جانوروں کے مالک نہیں ہوں گے وہ نیا طریقہ کیا ہے۔ پہلی بات یہ کہ آپ اپنی ذہنیت بدل دیں گے۔ آپ یہ سوچنے لگیں گے کہ یہ میری چھوٹی زمین، چھوٹی ملکیت ہے۔ میری بڑی ملکیت وہ ہے یہاں کسی کو شریک نہیں کرتا ہے اور وہاں میں دوسروں کے ساتھ شریک ہوں گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جیسے آپ کو کوئی بڑا کوھل بنانا ہوتا ہے تو کچھ آپ کو معلوم ہے اور کچھ آپ انجینئر کو بلا کر اس سے معلوم کرتے ہیں۔ جب آپ جانوروں کی بیماریوں کو روکنا چاہتے ہیں۔ تو آپ وہاں کے جو ماہر ہے استاد ہے۔ اس کے پاس آدمی بھیجتے ہیں کہ اس سے سیکھ کر آؤ کہ کونسا ٹیکہ دینا ہوگا۔ کونسا علاج کرنا ہوگا تو جعفر علی صاحب پہلا فیصلہ تو آپ یہ کریں گے کہ وہ ہمارا زبردست ملکیت جو اللہ نے ہمیں دی ہے (جس کا ہم کفرانِ نعمت کر رہے ہیں) اس کی قدر کریں گے اور دوسرا قدم یہ کہ جو ماہرین ہیں ان کو بلائیں گے۔ آپ ان کے ساتھ گھومیں گے۔ پہلے وہ دیکھیں گے کہ پانی کہاں کہاں موجود ہے۔ کتنا پانی موجود ہے۔ کس کس طرف لے جایا جا سکتا ہے۔ کتنا خرچہ آئے گا۔ کتنی محنت کرنی پڑے گی دوسری وہ زمین کو دیکھیں گے۔ کس کس قسم کے درخت اُگ سکتے ہیں قسم کا چارہ اُگ سکتا ہے۔ کونسا جانوروں کے لئے بہترین ہوگا اور وہاں پر کیا کیا دولت موجود ہے۔ آپ کو نہیں معلوم کہ وہاں کتنی قیمتی جڑی بوٹی ہو سکتی ہے۔ آپ کو شاید یہ نہیں معلوم کہ چین کے پہاڑوں سے کیسی کیسی قیمتی چیزیں وہ نکال کر امریکہ میں بیچ رہے ہیں اور آپ کے ساتھ گھومیں گے اور ایک نقشہ تیار کریں گے کہ یہ پانی ہے یہ زمین ہے، اس قسم کا چارہ ہوگا، اس قسم کے درخت ہوں گے اور پھر ایک منصوبہ تیار ہوگا۔ اب آپ اس پر غور کرنا شروع کریں۔ وہ منصوبہ جو تیار ہوا۔ جو نقشہ اس نے بنا کر دیا۔ جو رائے دی۔ اس کی آپ ایسے قدر کریں گے۔ جیسے زمین میں سے آپ کو ایک خزانہ مل گیا اور اب آپ محنت کرنا شروع کریں گے کئی سال تک آپ محنت کریں گے۔ اس میں آپ کو کتنے سال تک محنت کرنا ہوگا۔ آپ کو مشورے، ہدایات اور سرمایہ کی ضرورت ہوگی وہ آغا خان کا پروگرام دے گا۔

کیا یہ آپ کا، میرا، سب کا فرض نہیں کہ اپنے بچوں کو بہتر حالت

ہیں چھوڑ کر جائیں کیا یہ ظلم نہیں کہ ہم ان کو فقیر بنا کر چھوڑیں دس کے بجائے دو کنال زمین چھوڑی تو یہ ظلم ہے۔ ۱۰ سال کے بعد اگر لاکھوں درخت اور طریقے چھوڑ کر گئے، تو یہ آپ نے احسان کیا۔ تو بس یہ سبق ہے آپ کا۔ اب آپ دوسری کلاس سے تیسری کلاس میں آئے ہیں۔ آپ یہ تین چار ہزار کنال تو اچھی طریقے سے بہتر بنا رہے ہیں۔ آپ اس چالیس ہزار کنال کو بھی بہتر بنائیے۔ اب آپ دس لاکھ درختوں کے مالک بنیئے اور دس ہزار جانور ہر سال پالنے کی تیاری کریئے اور یہ لوگ (AKRSP) موجود ہیں آپ کی مدد کرینگے یہ آپ کو سائنس کے جو نئے طریقے ہیں وہ بتائیں گے کہ یہ پانی ہے یہ چارہ ہے یہ درخت ہیں۔ اب آپ محنت کریئے اور خوشحال بنیئے۔

جو کچھ آپ نے کیا ہے وہ بہت اچھا ہے۔ آپ کی تنظیم دوسری تنظیموں کے مقابلے میں زیادہ بہتر جا رہی ہے۔ اسی لئے آپ کو اور بڑا مشکل کام دیا جا رہا ہے۔ یہ بات صرف اچھی تنظیموں کے پاس جا کر بتا رہے ہیں۔

سوال و جواب

مگر اس موضوع پر گفتگو ہوگی۔ کسی اور موضوع پر نہیں۔ دیکھئے یا آپ مجھ سے یہ کہیئے کہ یہ سب باتیں جو تم کر رہے ہو ان پر عمل نہیں ہو سکتا۔ یا تو یہ کہیئے کہ یہ سب بکواس ہے یا یہ کہیئے کہ ہم اس پر سوچنا شروع کریں گے اور تمھیں دکھائیں گے کہ اس پر کیسے عمل ہو سکتا ہے۔ آپ مجھ سے یہ کہیئے کہ تم ہمیں تین سال دو چار سال دو اور پھر تم یہاں آکر خود دیکھنا کہ ہم لاکھوں درختوں کے مالک ہو گئے اور ہم ہزاروں جانور پیدا کرنا شروع کر رہے ہوں گے۔ نئے طریقوں سے ان دو کے علاوہ اور کوئی جواب نہیں دیا یہ کہ بھاگ جاؤ اور بکواس مت کرو یا یہ کہ تین سال بعد آجاؤ اور دیکھ لو۔

اب تک جو کچھ آپ کر رہے ہیں۔ بہت اچھا ہے اس میں اور گفتگو کی ضرورت نہیں۔ دوسری کلاس تو آپ پاس ہو گئے۔ اس کا اب ذکر کیا۔ لیکن یہ یاد رکھیئے کہ یہ بیس کنال پھر دو کنال ہو جائیگا لیکن وہ پچاس ہزار کنال پچاس ہزار کنال ہی رہے گا۔ بس یہ بات ہے۔ اب اگر آپ اس موضوع سے ہٹنا چاہیں گے تو میں آپ کا جواب یہ سمجھوں گا کہ تم نے جو کچھ کہا وہ بکواس ہے۔

روداد کانفرنس گلگت

دیہی تنظیموں کے صدور و مینجران کی پینتیسویں کانفرنس اے کے آر ایس پی کے سبزہ زار میں صبح نو بجے تلاوت کلام پاک سے شروع ہوئی۔ قومی ترقی تو کے کے محکموں کے سربراہان کے علاوہ شمالی علاقہ جات کے ایڈیشنل کمشنر ترقیات و منصوبہ بندی جناب غلام جیلانی خان نے بھی کانفرنس میں شرکت کی۔ مختلف تنظیموں سے دو سو سے زائد نمائندے اور اے کے آر ایس پی گلگت، اور چترال کے تقریباً ۷۰ کارکن بھی کانفرنس میں شریک تھے۔ تلاوت کلام پاک کا شرف سب انجنیئر گوپس عبداللہ جان کو حاصل ہوا۔ جب کہ کانفرنس کی صدارت شعیب سلطان خان جنرل مینجر اے کے آر ایس پی نے کی۔ اور نظامت کی ذمہ داری ٹریننگ آفیسر نے سنبھالی۔

جنرل مینجر صاحب نے سب سے پہلے کانفرنس میں شریک مخصوص سرکاری محکموں کے سربراہان کو خوش آمدید کہا۔ اور بعد میں اپنی افتتاحی گفتگو میں فرمایا :-

جیسا کہ آپ صاحبان جانتے ہیں۔ کہ آج صدور و مینجران کی ۳۵۔ ویں کانفرنس ہے اور ان کانفرنسوں نے اب یہ صورت اختیار کی ہے، کہ حکومت پاکستان کے تعاون سے انسانی ترقی میں مصروف کار مقامی انتظامیہ کے زیر نگرانی کام کرنے والے اداروں کے ذمہ دار آفیسر اور گلگت کے ہر گاؤں سے آئے ہوئے تنظیموں کے عہدے دار یہاں یک جا ہوتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ میں حکومت اور دیگر اداروں کے ذمہ دار آفیسروں کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔ کہ انہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود یہاں آنے کی زحمت اٹھائی ہے۔

آپ نے فرمایا :- ہز ہائی نس پرنس کریم آغا خان جب مئی ۱۹۸۳ء میں گلگت تشریف لائے تھے۔ تو جگلوٹ کے ایک گاؤں میں اپنے خطاب کے دوران فرمایا تھا۔ کہ میں اپنے ساتھ ان علاقوں کی ترقی کے لئے بیج لایا ہوں۔ اور میں وہ بیج بو رہا ہوں۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں۔ کہ ہمیں اپنے نیک مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے اور میں امید رکھتا ہوں کہ آپ لوگوں کا تعاون ہمارے ساتھ رہا تو یہ بیج پھیلے اور پھولے گا۔

آپ نے کہا۔ اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی کا ان علاقوں میں ساڑھے چار سال کا عرصہ ہو گیا ہے۔ مجھے یہ کہتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ یہ پروگرام نہ صرف گلگت کی حد تک محدود ہے۔ بلکہ چترال اور بلتستان میں بھی پچھلے دو سالوں سے مصروف کار ہے۔ اور اے۔ کے۔ آر۔ ایس پی کی سرگرمیاں تقریباً ستر ہزار کلومیٹر کے رقبے پر پھیلی ہوئی ہیں جو دنیا میں ایک ملک آئرلینڈ کے رقبہ کے برابر ہے۔

جی۔ ایم صاحب نے کہا۔ آج یہاں رابرٹ شاہ بھی تشریف رکھتے ہیں۔ جنہوں نے اس پروگرام کی بنیاد ڈالی ہے۔ جب ہز ہائی نس نے شمالی علاقہ جات میں دیہی ترقی کی خواہش ظاہر کی۔ تو یہی تھے رابرٹ شاہ جنہوں نے اس پروگرام کا تصور پیش کیا تھا۔ اور جب میں دسمبر ۱۹۸۲ء میں یہاں آیا۔ تو اسی تصور کے مطابق کام شروع کیا تھا۔ اور شروع میں ہم یہاں آئے تھے۔ تو گاؤں گاؤں جا کر یہ گذارش کی تھی۔ کہ دیکھیں یہ پروگرام ایسا پروگرام نہیں۔ کہ جس کے سامنے آپ اپنے مطالبات پیش کریں۔ بلکہ ہم نے آپ کے ساتھ اشتراک کی بات کی تھی۔ دیہی ترقی کے لئے آپ کو بھی حصہ لینا پڑے گا۔ اگر آپ لوگوں نے تعاون کیا۔ اور اس اشتراک میں شامل

ہوئے تو ہم دیہی ترقی کے اس پروگرام میں آگے بڑھ سکیں گے

آپ نے بتایا کہ یہاں کی آبادی تقریباً آٹھ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ اور ایک لاکھ کے لگ بھگ خاندان یہاں بستے ہیں اور آج ساڑھے چار سال میں آپ کی پیش رفت بتاتے ہوئے انتہائی خوشی ہوتی ہے۔ کہ گلگت، چترال و بلتستان میں اب تک ۳۷۶ تنظیمیں بن چکی ہیں۔ اور تقریباً ۴۲۰۰۰ سے زائد خاندان ان تنظیموں کے ممبر ہیں۔ صرف گلگت ڈسٹرکٹ میں ۲۵۵ تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ جس میں گلگت کے ۱۲۴۶۳ خاندان اُن تنظیموں کے ممبر ہیں۔ اور گلگت کے آبادی سے نوے فی صد لوگ ان تنظیموں کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اسی طرح تقریباً چھ ہزار خواتین نے خواتین تنظیمیں بنائی ہیں جو دیہی ترقی میں ایک اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔

جنرل منیجر صاحب نے فرمایا۔ شروع میں لوگ اکثر یہی سوال اٹھاتے ہیں۔ کہ پاکستان بھر میں دیہی سطح پر کہیں بھی بچت کا کوئی پروگرام نہیں چلایا گیا ہے۔ تو گلگت میں یہ کیسے ہوگا ؟۔ آپ نے کہا کہ ہم نے شروع ہی سے کہا تھا۔ کہ جب تک آپ اپنی بچت نہیں کریں گے۔ اور اپنے طور پر کچھ سرمایہ اکٹھا نہیں کریں گے۔ ترقی نہیں ہوگی۔ اور آج مجھے یہ بتاتے ہوئے انتہائی خوشی ہو رہی ہے۔ کہ ان ساڑھے چار سالوں میں ۳۷۶ تنظیموں نے دو کروڑ تیس لاکھ روپے ہے۔ آپ نے مزید کہا۔ کہ بچت کے عمل کو اپنا کر آپ لوگوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ پاکستان کے دوسرے دیہاتوں میں بھی لوگوں کو سمجھایا جائے اور ان میں اعتماد پیدا کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ بھی بچت کے اس عمل کو نہ اپنائیں۔ اور ممکن ہے۔ کہ وقت آنے پر وہ آپ سے تعاون کرتے ہوئے اپنی بچت بھی آپ کے حوالے کریں۔

انہوں نے کہا کہ موجودہ وقت آپ کی بچت مبلغ دو کروڑ تیس لاکھ امانت کے طور پر بینک میں جمع ہے۔ اور آپ یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ رقم اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی کی ضمانت سے بینک میں رہے۔ تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں اور اسی بچت کی بنیاد پر ان ساڑھے چار سالوں میں اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی نے ساڑھے تین کروڑ روپے بطور قرض آپ لوگوں کو فراہم کئے۔ جن میں سے صرف گلگت ڈسٹرکٹ کو تین کروڑ روپے دیئے جا چکے ہیں۔ اور خوشی کی بات یہ ہے کہ آپ نے ان قرضوں کو بروقت واپس کیا ہے۔ اس کی نسبت پاکستان میں لوگ قرضہ لینے کے بعد واپس نہیں کرتے ہیں۔ پاکستان کے کافی شہروں میں لوگوں نے بینکوں سے قرض لئے ہیں۔ لیکن واپس نہیں کیا ہے۔ لیکن آپ لوگوں نے یہ پیسے واپس کئے ہیں۔ صرف کچھ تنظیموں پر ڈیڑھ لاکھ روپے کا قرض واجب الادا ہے۔ چونکہ آپ کی بچت تقریباً ڈھائی کروڑ ہے۔ ہم چاہیں تو آپ کی بچت سے وہ ڈیڑھ لاکھ روپے لے سکتے ہیں۔ لیکن ہمیں امید ہے کہ وہ تنظیمیں خود قرضہ واپس کریں گی۔

آپ نے کہا کہ جب آپ لوگوں نے تنظیمیں بھی بنائیں۔ بچت کی بنیاد بھی رکھی۔ تو ہم نے اپنے تعاون کا ہاتھ بڑھایا۔ اور آپ سے آپ کی بنیادی ضروریات کے متعلق پوچھا۔ اس پر آپ نے گاؤں کی سطح پر چھوٹے چھوٹے منصوبوں کی نشاندہی کی۔ اور موجودہ وقت آپ کے بتائے ہوئے ۸۰۵ منصوبوں پر کام ہو رہا ہے۔ جن میں سے ۲۹۳ منصوبے آپ نے مکمل کئے ہیں۔ صرف گلگت میں ۲۸۰ منصوبوں پر کام ہو رہا ہے۔ جن میں سے دو سو منصوبے مکمل ہو چکے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی نے ان علاقوں میں عملی طور پر کام شروع کیا۔ تو رابرٹ شا کی کوششوں کی وجہ سے ہمارے دوست ممالک جو دیہی ترقی کے خواہاں ہیں ؛ مثلاً کینیڈا، نیدرلینڈ، انگلینڈ، امریکہ کے علاوہ فورڈ فاؤنڈیشن، یورپین کمیونٹی والے، آکسفیم، ناردرن ایریا کونسل کے ممبران اور حکومت کی ویمنز ڈویژن نے ادارے کی مدد کی۔ اور ان حکومتوں اور اداروں کا دیا ہوا پیسہ ہم نے آپ تک پہنچایا۔ آپ نے کہا۔ ان ساڑھے چار سالوں میں ہم نے تقریباً آٹھ کروڑ روپے کی امداد آپ تک پہنچائی ہے۔ لیکن آپ جانتے ہیں۔ کہ یہ ایک دفعہ کا عطیہ ہے۔ اس کے بعد آپ کو خود اپنی گاڑی آگے بڑھانی ہے اس کے ساتھ ساتھ ہم نے آپ کو یہ بھی کہا تھا۔ کہ جب تک آپ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار نہیں لائیں گے اور صلاحیتوں کو نہیں بڑھائیں گے کچھ بھی نہیں ہو سکے گا۔ اگر پیسہ مل بھی جائے۔ اور تمام سہولتیں بھی بہم پہنچائی جائیں۔ لیکن آپ میں صلاحیت نہیں ہے۔ تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس بارے میں بھی آپ نے ہماری باتوں

پر لبیک کہا۔ اس طرح ہم نے تقریباً چون؟ تربیتی کورسز کرائے۔ اور گاؤں کی سطح پر ایک ہزار سے زائد لوگوں نے تربیت حاصل کی۔ ان تربیتوں میں ماہرین فصلات وباغات مال مویشی، امور مرغبانی، مارکیٹنگ اور اکاؤنٹس جیسے اہم امور شامل تھے۔ جو اُن لوگوں کی صلاحیتوں کو بڑھانے میں ممدو معاون ثابت ہوئیں۔ اس طرح مارکیٹنگ بھی شروع کی گئی۔ اس میں بھی کچھ پیش رفت ہوئی ہے۔ اب تک تقریباً ۲۰۸ تنظیموں نے عملی طور پر مارکیٹنگ میں حصّہ لیا ہے اور امید ہے کہ اور بھی تنظیمیں حصّہ لیں گی۔ تو یہ سب آپ کی کاوشوں کا پس منظر تھا۔ اب اگر آپ یہاں آکر رک گئے اور یہ سمجھا کہ بس ہم نے بہت کچھ کیا ہے۔ تو گاڑی جہاں ہے وہیں رک جائے گی۔ پچھلی مرتبہ ڈاکٹر اختر حمید خان صاحب تشریف لائے تھے۔ اور چونتیسویں کانفرنس سے خطاب کیا تھا۔ آپ اس چونتیسویں کانفرنس کی روئیداد کو غور سے پڑھیں۔ کیوں کہ بڑی تفصیل سے انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ یہی بات ہم بھی آپ سے کرتے چلے آئے ہیں۔ اور کرتے ہیں۔ کہ شمالی علاقہ جات کے حالات کو دیکھتے ہوئے آپ کو ترقی کا راستہ طے کرنا ہوگا۔ آپ نے کہا۔ آپ کو معلوم ہے کہ اکثر لوگ نوکریوں کی تلاش میں باہر جانے لگے ہیں۔ بچے سکول جانے لگے ہیں۔ گاؤں میں لوگوں کی کمی ہوگئی ہے۔ اگر آپ پھسو گئے ہوئے ہیں تو آپ نے دیکھا ہوگا۔ کہ پھسو کی تنظیم نے ایک کوہل نکالا۔ اور پانچ ہزار کنال زمین کو آباد کرنے کا منصوبہ بنایا۔ لیکن اس دوران غیر ملکی کوہ پیما وہاں آنے لگے۔ اور لوگوں کو ان کے سامان اٹھانے کے عوض ڈیڑھ سو روپے روزانہ ملنے لگے۔ نتیجے کے طور پر لوگوں نے زمین کی آبادکاری کا کام چھوڑ دیا۔ اور ان غیر ملکی کوہ پیماؤں کے پیچھے بھاگنے لگے۔ بچے سکول جا رہے ہیں اس وجہ سے جانوروں کو چرانے کے لئے آدمی نہیں ہیں۔ ان وجوہات کی بنا پر فیملی فارم یعنی خاندانی زراعت ان علاقوں میں مشکل ہوگئی ہے۔ کام کرنے کے لئے لوگ نہیں ہیں۔ اور زیادہ سے زیادہ بوجھ خواتین پر ڈالا گیا ہے لیکن وہ کب تک سارا کام سنبھال سکیں گی۔ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے۔ کہ اگر اس کام کو چھوڑ دیا جائے۔ تو کچھ لوگ تو آگے بڑھ سکتے ہیں۔

لیکن زیادہ تر لوگ پیچھے رہ جاتے ہیں تو اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی اصل مقصد اور ہز ہائی نس کا خواب کہ پندرہ بیس سالوں میں یہ علاقہ خوشحال ہو جائے۔ تو اس کا حل اُس اجتماعی انتظام میں ہے جو ہم بار بار آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ ہر ایک اپنا ایک فیملی فارم رکھے۔ اور ہر آدمی ہر کام کرے۔ لیکن تنظیم بنائیں اور تنظیم کے ذریعے انتظامات کئے جائیں۔ تو پھر آپ دیکھیں گے کہ انہوں نے کس طرح اپنے گاؤں کے نظام کو تبدیل کیا ہے۔ اور کس طرح اپنی مشکلات پر قابو پا لیا ہے۔ تو آپ کو بھی فیصلہ کرنا ہوگا کہ آپ گاؤں میں کس قسم کا انتظام چاہتے ہیں؟۔ ایسا انتظام کہ جس میں ہر ایک کو اپنی پڑی ہوئی ہو۔؟ ایسا انتظام کہ صرف چند آدمیوں کو آگے بڑھنے کا موقع ملے۔؟ اور جو آگے بڑھ گئے ہیں۔ پیچھے رہنے والوں کا استحصال کریں۔؟ کیوں کہ آپ نے دیکھا ہوگا۔ کہ ایسے کئی نظام پاکستان کے دوسرے دیہاتوں میں رائج ہیں۔ یا آپ ایسا انتظام چاہتے ہیں جس کی بنیاد برابری پر ہو؛ جس کی بنیاد باہمی تعاون پر ہو۔ اور ایسا انتظام جیساکہ اسلام میں ہے آپ کے ہمسائے کا آپ کے اوپر اتنا حق ہے جتنا آپ کا اپنے اوپر حق ہے۔ آپ نے کہا کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ گاؤں میں جتنے لوگ رہ رہے ہیں ان تمام کی ترقی کے بارے میں سوچا جائے۔ جو کچھ کیا آپ نے، وہ بہت کچھ ہے۔ لیکن اس سے پوری کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔ اصلی نکتہ یہ ہے۔ کہ جب تک گاؤں کے اجتماعی انتظام کو نہیں اپنائیں گے۔ تو اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی نے جو کچھ آپ لوگوں کو آگے بڑھایا ہے۔ سو بڑھایا۔ لیکن آپ وہیں کے وہیں رہ جائیں گے۔ پھسو تنظیم کی ساڑھے تین لاکھ بچت ہے اس بچت سے انہیں کیا حاصل ہوگا اس کی نسبت وہاں کا ہر خاندان سو سو کنال زمین آباد کر سکتا ہے جب فی خاندان سو کنال زمین آباد ہوگئی۔ تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ انہیں کتنی آمدن ہوگی۔ لیکن انہوں نے اس سو کنال زمین کو چھوڑ دیا ہے۔ اور غیر ملکی سیاحوں سے حاصل ہونے والے سو، ڈیڑھ سو روپوں کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ جو مہینے میں صرف دو چار دن ان کو مل سکتے ہیں۔ لہٰذا آپ کو سوچنا ہوگا۔ کہ آپ کے پاس یہی ایک انمول دولت ہے۔ آپ کو کراچی جانے کی ضرورت نہیں۔ اسی میں سے آپ کے باپ دادا سینکڑوں سالوں سے پلے۔ یہی زمین آپ

کو بھی بہت کچھ دے سکتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ آپ اس کی طرف توجہ دیں۔

جنرل مینجر صاحب کے بعد ٹریننگ آفیسر نے دیہی تنظیم خیبر کے صدر محمد صراط کو دعوت دی۔ کہ وہ اپنی تنظیم کے اجتماعی انتظام اور منصوبہ بندی کے بارے میں مندوبین کو آگاہ کرے۔

دیہی تنظیم خیبر کے صدر محمد صراط نے کہا کہ خدا کے فضل سے آج تک خیبر تنظیم نے ہر کام اجتماعی طور پر کیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ کوہل کی ایک سکیم ملی تھی۔ جسے انہوں نے اجتماعی طور پر کام کر کے مکمل کیا۔ جس کی وجہ سے ان کی ایک غیر آباد اراضی جو ۱۰۸ کنال پر مشتمل تھی۔ کے لئے پانی پہنچایا گیا۔ تمام ممبروں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا۔ کہ مذکورہ اراضی پانچ سال تک آپس میں تقسیم نہیں کریں گے بلکہ ہر ممبر روزانہ اس نئی زمین پر کام کرے گا۔ البتہ اس زمین سے حاصل ہونے والی آمدنی فی ممبر تقسیم کی جائے گی۔ اسی طرح خواتین تنظیم نے بھی پودوں اور سبزیات کی نرسریاں بناتی ہیں۔ اُن نرسریوں سے بھی حاصل شدہ پیداوار ان میں برابر تقسیم کی جائے گی۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس اجتماعی انتظام کو مزید بہتر کریں گے اور اپنے علاقے میں اسی انتظام کے تحت زندگی بسر کریں گے۔ محمد صراط نے بتایا۔ کہ زمین کی آبادکاری کے لئے انہوں نے شروع میں گاؤں سے چار چار آدمیوں پر مشتمل کمیٹیاں بناتی تھیں۔ جو روزانہ کام کرتی تھیں۔ لیکن یہ سلسلہ زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکا۔ اس لئے کہ گاؤں کے لوگ ملازم پیشہ ہیں۔ وہ اپنی ملازمت کے ساتھ ساتھ اس اجتماعی کام میں حصہ نہیں لے سکتے تھے۔ اس لئے ہم نے تین تین آدمیوں پر مشتمل ایسے لوگ چنے ہیں۔ جو ملازم پیشہ نہیں ہیں۔ البتہ باقی ممبر پچاس پچاس روپے چندہ جمع کر کے انہیں =/۹۰۰ روپے فی مہینہ تنخواہ دیتے ہیں۔

آپ کا مستقبل آپکی دیہی تنظیم

کے گاؤں میں روزگار بھی پیدا کرے گی اور سرمایہ بھی۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو نتیجہ کیا ہوگا؟ آپ کی نئی زمین جلد آباد نہ ہو سکے گی، سوائے ان چند لوگوں کے جن کے پاس سرمایہ ہے یا جس خاندان میں افرادی قوت کی زیادتی ہے۔ ذرا سوچئے۔ اس غفلت اور دیری سے آپ کتنی آمدنی سے ہر سال محروم رہیں گے؟ اور اس سے بڑی بات یہ کہ آپ کی چراگاہیں اور جنگل برباد ہوتے رہیں گے۔ اور ایک دن آئے گا۔ کہ آپ کے پاس کچھ نہیں رہے گا۔ کیا آپ یہی چاہتے ہیں کہ آپ کے بعد آپ کی اولاد دربدر کی ٹھوکریں کھائے؟ یا آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ اپنی اولاد کے لئے ایک ایسا نظام چھوڑ کر جائیں کہ وہ سکھ اور چین کی زندگی بسر کریں؟ فیصلہ آپ کا ہے طریقہ بتانا اے کے آر ایس پی کا کام ہے۔ آپ اُسے منظور کریں یا نہ کریں یہ آپ کی مرضی۔ مگر اپنے بچوں کا مستقبل سامنے رکھ کر فیصلہ کریں۔

ضلع چترال کی دیہی تنظیمات کی پندرھویں کانفرنس

جنرل مینیجر کی مندوبین سے گفتگو۔

آغا خان رورل سپورٹ پروگرام کے جنرل مینیجر شعیب سلطان خان نے مندوبین کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ کیوں کہ آپ کی روداد تو پہنچتی رہتی تھی۔ اور گاؤں میں بھی آپ سے ملاقات ہوتی رہتی تھی لیکن کانفرنس میں آپ سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

آج جب میں نے آپ کی باتیں سنی کہ کس طرح آپ گاؤں کی حالت سدھارنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور کس طریقے سے آپ نے گاؤں کی حالت بہتر کی ہے۔ یہ سن کر اور بھی خوشی ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ تمام تعریف کے مستحق ہیں۔ کیوں کہ اس پروگرام کی کامیابی کا اصل سہرا آپ ہی کے سر ہے۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کر رہا ہوں۔ یا اس لئے نہیں کہہ رہا ہوں کہ آپ چونکہ بیٹھے ہیں۔ اس لئے آپ کی تعریف کرنا چاہتا ہوں لیکن میں آپ کو بتا دوں کہ اگر کسی گاؤں میں ترقی ہوئی ہے اور کسی گاؤں میں لوگوں نے اس پروگرام کو اپنایا ہے۔ تو وہ اس لئے نہیں اپنایا۔ کہ جنرل مینیجر یہاں آیا تھا۔ یا ڈسٹرکٹ پروگرام آفیسر یا اور جو ماہرین ہیں انہوں نے آکر لوگوں کو سمجھایا اور اس لئے لوگ سمجھ گئے۔ لوگ اتنی جلدی نہیں سمجھتے۔

اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی کے عملے نے جو کچھ بتایا۔ اس کو اگر آپ نے سمجھ لیا۔ اور پھر آپ چونکہ مستقل طور پر گاؤں میں رہتے ہیں۔ آپ کا گاؤں کے دوسرے ممبران کے ساتھ تعلق ہے تو ہی یہ بات ممکن ہو سکی۔ کہ اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی جو بات آپ تک پہنچانا چاہتی تھی وہ آپ کے ذریعہ ممبران تک پہنچی۔ اس لئے جہاں کامیابی ہوئی۔ اس کا سہرا آپ کے سر ہے اور جہاں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس کا الزام بھی آپ ہی کے سر ہے۔ مجھے تو اس علاقے میں تقریباً پانچ سال ہو گئے ہیں۔ میں آپ کو بتا دوں کہ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ خدا کی مہربانی سے اور آپ لوگوں کی کاوش سے اب اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی تین اضلاع میں پھیلا ہوا ہے۔ چترال، گلگت، بلتستان۔ ان اضلاع میں تقریباً سات سو دیہی تنظیمات بن چکی ہیں۔ جس میں آپ کی بھی دو سو آٹھ تنظیمیں شامل ہیں۔ ان سات سو تنظیموں میں تقریباً ہزار گھرانے ان کے ممبران ہیں۔ جس میں آپ کے بھی بارہ ہزار ممبران شامل ہیں۔ ان تنظیموں نے اب تقریباً ڈھائی کروڑ روپے کی بچت جمع کر لی ہے جس میں آپ کے بھی ستر لاکھ روپے شامل ہیں۔ اب یہ بتائیے کہ پانچ سال پہلے کس کو معلوم تھا۔ کہ یہ سب کچھ ہوگا۔ کسی کو یقین نہیں تھا۔ ہم جب شروع شروع میں آپ کے پاس آئے تو مجھے معلوم ہے کہ مسٹر شمشیر خان یہاں کمشنر ہوا کرتے تھے۔ ان کو لے کر میں گاؤں گاؤں پھرا۔ گاؤں والے یہی کہتے تھے۔ کہ جناب ہم تو پہلے ہی بہت غریب ہیں۔ اور آپ ہم سے کہتے ہیں کہ بچت کرو۔ اس وقت خیال یہ تھا۔ کہ جیسا کہ یوم باغ کے مینیجر سید ولی خان نے کہا کہ لوگ اس کو چندہ سمجھتے تھے۔ یہ پیسہ جو آپ دے رہے ہیں۔ آغا خان کی جیب میں جائے گا۔ طرح طرح کی باتیں اور طرح طرح کے پروپیگنڈے تھے لیکن آپ لوگوں کی ہمت ہے۔ کہ آپ نے لوگوں کو سمجھایا۔ آپ نے کہا کہ نہیں چندہ نہیں ہے یہ تو بچت ہے یہ تو بنک میں ہے۔ یہ تو نکال بھی نہیں سکتا کوئی۔ یہ چندہ کہاں سے ہو گیا پھر آپ نے دیکھا کہ یہ کتنی بڑی طاقت ہے۔ دنیا میں سرمایہ ایک بڑی طاقت ہے جب آپ کا سرمایہ ہو۔ اور اس سے آپ کو فائدے حاصل ہوئے۔ آپ کو اگر شروع شروع میں چھوٹے فائدے ہوئے۔ کھاد کی بوریاں مل گئیں، اب ماشاء اللہ آپ کی ہمت آپ کا عزم تھا۔ کہ بہت سی تنظیمیں ٹریکٹر اور تھریشر کی بھی مالک بن گئیں جس کا پہلے کسی کو خیال نہیں تھا اس

پروگرام کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار آپ لوگوں کے اوپر ہے میرے لئے ممکن نہیں ہے کہ میں سب کے پاس آؤں آج بھی یہاں چھبیس سے زیادہ تنظیمیں موجود ہیں اور ڈھائی تین ہزار خاندان ان تنظیموں میں رہتے ہیں۔ آپ ۲۰/۲۵ ہزار لوگوں کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ میں تو ان بیس پچیس ہزار لوگوں کے پاس نہیں پہنچ سکتا۔ میں تو آپ کے ذریعہ ہی ان تک پہنچ سکتا ہوں اس لئے یہ انتہائی اہم بات ہے۔ کہ آپ اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی کے طریقۂ کار کو سمجھیں۔ کیوں کہ جب آپ سمجھیں گے تو لوگوں کو بھی سمجھا سکیں گے اگر آپ ہی نہیں سمجھتے تو یہ ممکن ہی نہیں کہ لوگ سمجھ سکیں۔ میرے استاد ڈاکٹر اختر حمید خان ہیں۔ انشاءاللہ ان کو بھی کبھی یہاں لے کر آؤں گا۔ گلگت میں جب بھی وہ آئے لوگوں سے یہی کہا کہ دیکھیں آپ کا علاقہ خدا تعالیٰ نے بہت خوب صورت بنایا ہے۔ اس میں دھوپ بھی ہے، پانی بھی ہے، زمین بھی ہے۔ یہ ایسا علاقہ ہے کہ جیسا کہ دنیا کے اور بہت سارے علاقے ہیں۔ لیکن آپ جا کر دیکھیں گے۔ کہ ان دوسرے علاقوں میں یہ وسائل جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دیئے۔ انہوں نے اس سے بہت زیادہ ترقی کر لی۔ اور ہم نے پہلے بھی اور اب بھی کفران نعمت کیا۔ کہ ان وسائل سے ہم وہ فائدہ نہیں اٹھا سکے۔ ہم میں اور ان لوگوں میں فرق کیا ہے۔ آخر وہ لوگ سب کچھ کیوں کر رہے ہیں۔ میں پرسوں دو میل نسار گیا تھا۔ وہاں میں نے لوگوں سے کہا کہ جناب آپ کی شکلیں فرانس کے لوگوں سے مختلف نہیں ہیں اگر آپ کو بھی وہ فرانسیسی کپڑے پہنا دیئے جائیں تو آپ بھی فرانسیسی لگیں گے ان کے پاس بھی جس قسم کی زمین اور جنگل ہیں۔ اس قسم کے آپ کے پاس بھی ہیں تو کیا فرق ہے آپ میں اور ان میں ؟ فرق صرف عقل کا ہے اور انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ان وسائل کا صحیح انتظام کیسے کیا جائے اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی کا مقصد صرف اس فرق کو دور کرنا ہے جو آپ میں اور ان میں ہے۔ اور وہ فرق عقل کا ہے۔ جو عقل انہوں نے استعمال کی ہے وہ عقل آپ کیوں نہ استعمال کریں۔ یہ میں آپ کو بتا دوں کہ آپ ان سے زیادہ محنتی ہیں۔ اس علاقے میں جو لوگ رہتے ہیں پاکستان کے تمام علاقوں سے یہاں عظیم لوگ آباد ہیں۔ کیوں کہ جتنی محنت اور جتنی دقتیں آپ اٹھاتے ہیں پاکستان کا کوئی علاقہ نہیں اٹھاتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ایک دین ہے۔ کہ آپ کو اتنا حوصلہ، اتنا ولولہ اور اتنی ہمت دی۔ سب کو اللہ تعالیٰ یہ نہیں دیتا جو کچھ آپ کو دیا ہے۔ اس کے باوجود آپ پیچھے کیوں رہتے ہیں اس پروگرام سے ہز ہائی نس کا مقصد جو انہوں نے مجھے بتایا۔ وہ یہ تھا۔ کہ علاقے کی ترقی ہو۔ وہ کہنے لگے میں نہیں چاہتا کہ صرف کسی ایک فرقے کی ترقی ہو۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ پورے علاقے کی ترقی ہو۔ پورے علاقے کی غربت دور ہو۔ اس لئے اس پروگرام کو بغیر کسی فرق کے ہر جگہ پر چلایا جائے۔ یہی انہوں نے اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی کو اور مجھ کو حکم دیا کہ آپ میری طرف سے اس پروگرام کو جتنا پھیلا سکتے ہیں۔ جہاں جہاں پھیلا سکتے ہیں۔ پھیلائیں۔ تاکہ لوگوں کی حالت بہتر ہو۔ اس لئے جب ہم آپ کے پاس آتے ہیں۔ تو آپ سے یہ نہیں کہتے کہ جناب آپ کے کیا مطالبے ہیں۔ آپ اپنے مطالبے ہمیں بتائیں۔ ہم پورا کریں گے۔ ہم تو کہتے ہیں۔ کہ ہم آپ کے مطالبے سننے نہیں آئے اور اگر آپ نے مطالبے کئے۔ تو آپ اس پروگرام کے مقصد کو نہیں سمجھے اس میں آپ کا قصور نہیں ہے۔ جو ادارے آتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ ہاں بتائیں ہم آپ کی مدد کرنے آئے ہیں۔ اچھا بھائی مدد کرنے آئے ہو۔ تو یہ سب کر دو۔ اگر کوئی کہے۔ کہ بھائی یہ کھیت ہیں میں اس کو ہل چلا کر تمہاری فصل لگا دوں گا۔ تو میں کہوں گا بہت اچھا۔ کر دو ضرور کرو۔ لیکن دنیا میں ایسا نہیں ہوتا ہے۔ کہ کوئی آپ کا کام کرے۔ سب زبانی جمع خرچ ہوتا ہے۔ ہم نے تو آپ سے صاف صاف کہا۔ کہ یہ مطالبے والا محکمہ نہیں ہے مطالبہ نہ کریں۔ میں آپ سے کہتا ہوں۔ کہ جو محکمے آپ سے کہتے ہیں۔ کہ ہم آپ کے مطالبے مانیں گے۔ وہ بھی نہیں کر سکتے۔ وہ محض آپ کو اور اپنے آپ کو بے وقوف بنا رہے ہیں۔ کرنا آپ کو ہی پڑے گا۔ صرف یہ کہ طریقہ کار آپ کو نہیں معلوم۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ وہ طریقہ کار آپ تک پہنچ جائے۔ لیکن بات وہی ہے کہ آپ گھوڑے کو لے جا کر پانی تک پہنچا تو دیں گے لیکن پانی تو گھوڑے کو خود ہی پینا ہوگا۔ طریقۂ کار تو ہم آپ کو بتا دیں گے۔ لیکن اس کو اپنانا آپ کا ہی کام ہے اگر آپ اب بھی یہی سمجھتے ہیں۔ کہ اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی آغا خان کا ادارہ ہے۔ جو دنیا کا ایک بہت بڑا مالدار شخص ہے۔ اس کو پیسوں کی کیا کمی ہے۔ اور اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی سے جتنے پیسے مل سکتے ہیں وہ حاصل کریں۔ میں آپ کو کہہ رہا ہوں۔ کہ اگر یہ آپ کا خیال ہے یا جن کا بھی خیال ہے تو ٹھیک ہے۔ وہ سوچتے ہیں۔ لیکن ان کی ترقی نہیں ہو سکے گی۔ ڈاکٹر اختر حمید خان ایک مثال دیتے ہیں کہ اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی کی مثال ایک گائے کی طرح ہے۔ آپ جتنی گائے کی خدمت کریں یا وہ جو کچھ چاہتی ہے وہ کریں اس کو چارہ وغیرہ کھلائیں تو وہ آپ کو دودھ دے گی۔ آپ دودھ پئیں۔ لیکن اگر آپ گائے کا خیال نہیں رکھیں گے۔ تو وہ دودھ نہیں دے گی۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے آپ کا کوئی رشتہ دار ہو۔ آپ کا کوئی بڑا بھائی ہو یا چچا ہو۔ ان سے جب آپ کچھ مانگتے ہیں تو ان کی حیثیت دیکھ کر

آپ مانگتے ہیں۔ آپ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ وہ آپ کے لئے کیا کر سکتا ہے۔ آپ کو بھی چاہیئے۔ کہ آپ اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی کی حیثیت کو اس سے زیادہ نہ سمجھیں اگر آپ نے اس سے زیادہ سمجھا تو یہ آپ کے لئے کچھ نہیں کر سکے گا۔ اور آپ بھی ادارے سے متنفر رہیں گے کہ یہ کیا ادارہ ہے جو ہمارے لئے کچھ نہیں کرتا آپکو یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ادارہ ہمارے لئے کیا کر سکتا ہے اور کیا نہیں کر سکتا۔ انہوں نے بلیک بورڈ پر لکھ کر مندوبین کو سمجھاتے ہوئے کہا کہ اب آپ سوچیئے کہ ادارہ آپ سے کیا کہنا چاہتا ہے ہم آپ سے کہتے ہیں کہ آپ منصوبہ بندی کریں یہاں پر جاوید مجید بیٹھے ہیں وہ بہت بڑے منصوبہ بند ہیں آپ کے صوبہ سرحد کا منصوبہ بندی کا جو محکمہ ہے۔ اس کے یہ ایک بڑے افسر ہیں لیکن منصوبہ بندی کا مطلب یہ نہیں ہے۔ کہ بڑے بڑے آفیسر یا بڑے محکمے ہی منصوبہ بندی کر سکتے ہیں منصوبہ بندی تو ہر چیز میں ہوتی ہے۔ ہر چیز میں منصوبہ بندی ضروری ہوتی ہے۔ ہم آپ کے پاس جو پہلا پیغام لائے تھے۔ وہ یہی تھا۔ کہ آپ منصوبہ بندی کریں۔ انہوں نے مندوبین سے پوچھا۔ کہ آپ نے کوئی منصوبہ بندی کی یا نہیں کی۔ ایک مینیجر نے بتایا کہ ہم نے اپنے گاؤں کو دریا کے پانی سے بچانے کے لئے منصوبہ بندی کی۔ اور اس کے لئے بند تعمیر کیا۔ جنرل مینیجر نے پوچھا کہ بند آپ نے کیسے تعمیر کیا؟ تو مینیجر نے بتایا کہ ہم کو عطیہ مل گیا۔ جنرل مینیجر نے پھر پوچھا کہ عطیہ آپ کو کیسے مل گیا۔ تو یہی تنظیم کے مینیجر نے بتایا۔ کہ ہم نے اجتماعی طور پر بچت کی۔ پھر جنرل مینیجر نے ان سے پوچھا کہ آپ نے بچت کیسے کی۔ تو دیہی تنظیم کے مینیجر نے بتایا کہ آپ کی منصوبہ بندی کی بنیاد تنظیم ہے آپ نے گویا تنظیم بنا کر منصوبہ بندی کے لئے بنیاد رکھ دی ہے۔ آپ نے افرادی قوت کو یکجا کر کے تنظیم بنائی۔ اگر آپ تنظیم نہ بناتے۔ تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ جس وقت آپ کو تنظیم بنانے کا خیال آیا۔ اس وقت آپ نے منصوبہ بندی شروع کی۔ اب سوال یہ ہے کہ تنظیم کو فعال کیسے کیا جائے تنظیم کی کامیابی اور فعال ہونے کا دارومدار میٹنگ پر ہے جب تک آپ کی میٹنگ نہ ہو آپ کی تنظیم کامیاب نہیں ہے۔ چاہے آپ لاکھ کہیں کہ ہم نے اتنی بچت کر لی۔ جب تک آپ کا اجلاس باقاعدگی سے نہ ہو ممبران اس میں نہ آئیں۔ تو آپ کی یہ منصوبہ بندی ناقص ہے اگر یہ منصوبہ بندی ناقص ہے تو بنیاد ہی غلط ہے۔ یہ بات آپ میری گرہ سے باندھ کر کے رکھ لیں کہ اگر آپ نے تنظیم کی میٹنگ نہیں کی تو آپ کے چاہے دس لاکھ روپے بھی بچت ہو جائے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ہمارا جو مقصد ہے وہ حاصل نہیں ہوگا۔ ہمارا مقصد یہ ہے۔ کہ گاؤں کے تمام ممبران کو فائدہ پہنچے، ہم میں اور دوسرے اداروں میں سب سے بڑا فرق یہ ہے گلگت میں زرعی بینک ہے۔ ان کے چیئرمین ابھی آئے تھے۔ انہوں نے بڑے فخر سے کہا کہ دو سال پہلے چار لاکھ روپے قرضہ دیا جاتا تھا۔ اب ہمارا بینک چار کروڑ روپے قرضہ دے رہا ہے لیکن انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ یہ چار کروڑ روپے کتنے لوگوں کے پاس جا رہا ہے۔ گلگت میں ۲۸ ہزار خاندان بستے ہیں۔ یہ چار کروڑ روپے صرف ۹۸۰ لوگوں کے پاس جاتا ہے۔ ٹھیک ہے وہ اپنی جگہ خوش ہے۔ لیکن اس سے ترقی نہیں ہوگی۔ اگر اٹھائیس ہزار خاندان اس بنک سے فائدہ نہیں اٹھا پاتے۔ تو پھر اس ترقی کی بنیاد مساوات کے اصولوں پر مبنی نہیں ہے انصاف پر مبنی نہیں ہے۔ اس لئے یہ بہت ضروری ہے۔ اگر آپ نے تنظیم بنا لی۔ اس میں میٹنگ نہیں ہوتی۔ اس میں لوگ نہیں آتے اور صرف مینیجر اور صدر کے اوپر سب کچھ ڈال دیا۔ کہ بھئی تم ہی کرو سب کچھ۔ تم اچھے لوگ ہو تو وہ بے چارہ کہاں تک کرے گا۔ ان کو تمام لوگوں کی ضرورت ہے اگر وہ تمام لوگ نہیں ہوئے تو کچھ بھی نہیں۔ تو خدا را آپ تمام لوگ یہ یاد رکھیں کہ آپ گاؤں جا کر اپنے ممبران کو بتا دیں۔ کہ اگر تم میٹنگ میں نہیں آتے ہو۔ تو پھر ہم تمہاری خدمت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں آپ تو خدمت کر رہے ہیں نا آپ کو وہ کون سا معاوضہ دے رہے ہیں۔ آپ کو نہ اے کے۔ آر۔ ایس۔ پی پیسہ دیتا ہے اور نہ وہ دیتے ہیں۔ پھر آپ ان کے پیچھے دوڑتے پھریں کہ آؤ میٹنگ ہے یہ ہیں بتا دوں کہ اگر ان میں اتنی عقل نہیں۔ کہ اس تنظیم میں ان کا فائدہ ہے۔ تو پھر ان کی کوئی مدد نہیں کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ بھی یہی فرماتا ہے کہ وہ انہی کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد کریں۔ ان کو ان کے حال پر چھوڑنا پڑے گا۔ جب آپ نے یہ سارا کام کر لیا تو آپ نے بچت کا سلسلہ شروع کیا۔ جس کو سرمایہ کاری کہتے ہیں۔ یہ لفظ تو بہت بڑا ہے "سرمایہ دار" لیکن یہ بڑے بڑے لوگوں کی ہی اجارہ داری تو نہیں ہے آپ بھی سرمایہ کاری کر سکتے ہیں۔ سرمایہ کاری آپ کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا کسی اور کا ہے۔ اور یہ سرمایہ کاری کی شکل بچت ہے۔ آپ نے دیکھ لیا۔ کہ اپنی اپنی جیبوں میں دو۔ دو۔ چار۔ چار پیسے رکھنے سے نہ آپ کو کوئی فائدہ نہ آپ کی تنظیم کو نہ آپ کے ممبران کو کوئی فائدہ ہوگا لیکن وہی چار چار پیسے بجائے جیب میں رکھنے کے اگر اس کو ایک جگہ تنظیم کی سطح پر جمع کر لیا جائے۔ تو آپ نے خود ہی سنا۔ اب آپ دیکھیئے۔ کہ آپ کی مجموعی بچت اس وقت ستر لاکھ ہو گئی۔ پورے اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی کی یہ بچت اس وقت ڈھائی کروڑ روپے ہے۔ یہ کیسے ہوا۔ آپ کی منصوبہ بندی سے ہوا نا! ابھی آپ نے یوم باغ تنظیم کا سنا۔ کہ کس طرح اس کی بچت بڑھی۔ اور اس نے ٹریکٹر خریدا۔ تمام تنظیمات نے آپ کو بتایا۔ جب آپ نے بچت کی تو آپ نے اور قدم آگے بڑھایا۔ اور پیداواری منصوبہ جات کی نشاندہی کی اس کے بعد اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی نے آپ کی مدد کی۔ کیوں کہ یہ کام آپ

خود نہیں کر سکتے تھے۔ کیوں کہ سال بھر کا یا چھ مہینے کا کام ہے۔ اور پچاس ساٹھ لوگوں کو مستقل اس پر کام کرنا ہوگا۔ تو وہ کہاں سے کریں گے کیا بیوی بچوں کو بھوکا ماریں۔ لوگوں نے اس پر بڑا اعتراض کیا۔ یہ کیا ہے۔ اے کے۔ آر ایس۔ پی والے گاؤں کو رشوت دے رہے ہیں۔ میں نے کہا ہاں رشوت دے رہے ہیں۔ پیسہ بھی تو انہی کا ہے۔ اگر رشوت دے رہے ہیں تو کیا فرق پڑتا ہے ہم گاؤں والوں کو ایک ایک لاکھ یا ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ روپے ہی دے رہے ہیں۔ میں نے کہا ٹھیکہ دار کو آپ کروڑوں روپے دے دیتے ہیں۔ تو آپ کے دل میں کوئی درد نہیں اٹھتا اگر گاؤں والوں کو ہم لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپے دے دیتے ہیں۔ تو آپ کو اتنا درد ہو رہا ہے۔ کہ آپ کہتے ہیں کہ جی یہ غلط بات ہے نہیں۔ نہیں یہ ہمارے اپنی مدد آپ کے اصول کے خلاف ہے ہم نے کہا نہیں ہمارے نزدیک اپنی مدد آپ کا جو طریقہ ہے وہ یہی ہے کہ گاؤں والے منصوبہ بندی پر تیار ہوں۔ اور اس منصوبہ بندی کے یہ عنصر ہیں۔ آپ نے کر کے دکھا دیا۔ آپ نے ہم کو سرخرو کیا ہے ہز ہائی نس نے تو ایک کثیر رقم پروگرام شروع کرنے کے لئے دی تھی۔ اور یہ بھی کہا تھا۔ کہ دس پندرہ، بیس سال تک میں رقم دیتا رہوں گا۔ اگر لوگ اس پروگرام سے خوش ہوتے ہیں۔ اور اس کو کامیاب بناتے ہیں لیکن میں آپ کو بتا دوں کہ اس رقم کے مقابلے میں آج دنیا کے دوسرے ادارے کینیڈا، برطانیہ، ہالینڈ، امریکہ کی حکومتوں نے جو کتنے پیسے دیئے۔ انہوں نے کہا کہ یہ طریقہ صحیح ہے۔ جب عالمی بنک کے لوگ پچھلے سال آئے۔ انہوں نے اس پروگرام کا تجزیہ کیا اور اب ان کی رپورٹ آگئی ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ واحد طریقہ ہے جس سے کہ واقعی گاؤں والوں کی ترقی ہو سکتی ہے لیکن جب آپ نے ان دو چیزوں کی منصوبہ بندی کی تب ہی یہ ممکن ہوا۔ آپ کی تیسری منصوبہ بندی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا تھا۔ وہی عقل والی بات آگئی۔ آپ نے ابھی سنا کہ کیسے جانوروں کی اموات میں کمی آگئی ہے۔ آپ نے کیسے کام کیا۔ ایک آدمی کو تربیت دلوائی۔ کارکین کا ماہر مال نہ صرف اپنے گاؤں میں کام کرتا ہے۔ بلکہ وہ دوسرے گاؤں میں بھی جاتا ہے۔ ان لوگوں کی قدر کرنی چاہیئے۔ ان کو مناسب معاوضہ دینا چاہیئے۔ آپ کے پاس آج جتنے بھی ماہرین ہیں وہ اس منصوبہ بندی کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے جاوید مجیب سے کہا کہ آپ بتائیں کہ یہ منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ کہ نہیں۔ ان سے بڑا کوئی منصوبہ بند ہو سکتا ہے میرے استاد کہتے ہیں کہ آپ نے چار جماعتیں تو پڑھ لی ہیں لیکن جماعتیں تو بہت ہیں نا! اگر آپ کو دسویں، بارہویں یا بی اے کرنا ہو تو دس بارہ جماعتیں تو ہوں گی نا؟ چار جماعتوں کو تو سب نے سمجھ لیا ہے۔ کچھ لوگوں کی باتیں آج میں نے سنی اور وہ پانچویں اور چھٹی میں پہنچ گئے ہیں۔ اصلی چیز تو گاؤں کا اجتماعی انتظام ہے۔ میں آپ کی بارہویں کانفرنس کی روداد کو پڑھ رہا تھا۔ اس میں سرتاج نے اس طرف آپ کی توجہ دلائی ہے کہ اصل چیز گاؤں کا انتظام ہے۔ فیروز شاہ نے ہر ممبر کو برابر فائدہ کا ذکر کیا اجتماعی انتظام منصوبہ بندی ہے۔ آپ نے اس انتظام کی بہت ساری مثالیں دیں۔ پل بنلیا، نہریں بنائیں، ٹریکٹر اور تھریشر خریدا یہ آپ سمجھ لیں۔ کہ جب تک آپ کی تنظیم ماہرین کو تنخواہ / معاوضہ نہیں دے گی۔ تب تک وہ حقیقی معنوں میں کام نہیں کر سکتے۔ ہم بھی یہاں اس لئے کام کرتے ہیں۔ کہ تنخواہ ہمیں دیتے ہیں۔ چونکہ اس وقت آپ میں اتنی طاقت نہیں تھی۔ کہ آپ تنخواہیں دیتے۔ اس لئے ہز ہائی نس نے تنخواہیں دینی شروع کی اور ادارے بھی آ گئے۔ لیکن وہ کب تک کریں گے۔ دس پندرہ سال سے زیادہ نہیں کریں گے۔ اور اس دس پندرہ سال میں پھر یہ صورت ہونی چاہیئے کہ آپ کو ماہرین کو تنخواہیں دینے کے اہل ہو جانا چاہیئے۔ اگر آپ اس کے اہل نہیں ہوئے۔ تو یہ انتظام زیادہ دیر نہیں چلے گا۔ ایسی بہت سی جگہ ہیں۔ جہاں زمین ہے۔ اور پانی بھی۔ لیکن لوگ اس کو آباد کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ کیوں نہیں ہیں۔ تو مسعود نے مجھے بتایا کہ جی وہ چترال میں کام کر رہے ہیں۔ میں پہلے پہلے گیا۔ تو وہ کہتے تھے۔ کہ جی ہمیں نوکریاں دلوا دو۔ ارے بھائی تمہارے قدموں میں سونا پڑا ہوا ہے۔ اس کو تو تم نہیں دیکھ رہے ہو۔ اور کہتے ہو نوکریاں دلوا دو۔ اس زمین کو نہیں آباد کریں گے نوکریاں مانگتے ہیں میں یہ نہیں کہتا کہ جو نوکریاں کر رہے ہیں وہ واپس آجائیں لیکن اگر وہ نوکری کر کے سنوارو پے روز کما تے ہیں اور ان کی زمین گاؤں میں پڑی ہوتی ہے تو تنظیم کو ٹھیکہ دیں اس میں سے بیس ۲۰ تیس ۳۰ روپے دے کہ تنظیم ان کی زمین کو آباد کروا دے گی۔ جس دن زمین آباد ہو گی۔ اس کی آمدنی شروع ہو جائے گی۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے اس کی حالت بہتر ہو جائے گی۔ اس لئے جو تنظیمیں ذرا آگے بڑھ چکی ہیں۔ ان کو اس بات پر توجہ دینی چاہیئے۔ ہمارے ماہر اقتصادیات ڈاکٹر طارق حسین نے ایک پمفلٹ بھی لکھا ہے۔ لیکن چوں کہ ان کی باتیں آپ لوگ نہیں مانیں گے۔ اس لئے اس پمفلٹ پر میرا نام ہوگا۔ تاکہ آپ لوگ اس کو اہمیت دیں۔ میں یہ پمفلٹ آپ لوگوں کو بھجوا دوں گا۔ آپ اس کو سب میں بانٹ دیں۔ اس کے بارے میں اگلی دفعہ جب میں آؤں گا۔ تو انشاء اللہ پھر تفصیلی گفتگو ہوگی۔

جنرل منیجر
اے کے آر ایس پی

آپ کا مستقبل آپکی دیہی تنظیم

گلگت کا ہر زمیندار خاندان سینکڑوں سالوں سے اپنی زمین کو خود کاشت کرتا رہا ہے۔ زراعت کے تمام کاموں میں مرد، عورت اور بچے ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ اگر مرد کھیت میں ہل چلاتے ہیں تو عورتیں اُس میں گوڈی کرتی ہیں۔ اگر عورتیں گائے کا دودھ دوہتی ہیں تو بچے اُس کے لئے خوراک ڈھونڈتے ہیں۔ ہر سال گرمیوں میں ہزاروں گائے بیل، بکریاں اور بھیڑ بکریاں چراگاہوں میں لے جائے جاتے ہیں۔ کبھی تو پورے خاندان مال مویشی کے ساتھ جاتے ہیں اور کبھی صرف مرد۔ بہت ہی محنت سے مرد اور عورتیں مال مویشی سے ضروریاتِ زندگی حاصل کرتے ہیں۔

آپ کے زیادہ تر دیہاتوں میں لوگ ایک دوسرے کی ضرورت میں مدد کرتے ہیں۔ بیوہ اور یتیم کا خیال رکھنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ایک دوسرے کی زمین میں پانی لگاتے ہیں۔ فصل کی کٹائی میں مدد کرتے ہیں۔ چراگاہ میں ایک دوسرے کے مویشی کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ مل جل کر کوہل کی صفائی اور مرمت کرتے ہیں۔ تو جناب! سچ تو یہ ہے کہ اس تعاون کے بغیر آپ کا اور آپ کے آباؤ اجداد کا اس دشوار ماحول میں جینا ہی مشکل تھا۔ آپ خوش قسمت ہیں کہ تعاون کا یہ جذبہ آپ کے دلوں میں اب بھی موجود ہے، جب کہ آپ کے اردگرد دنیا میں بھائی چارہ اور امداد باہمی کی جگہ خود غرضی اور انفرادیت جڑیں پکڑ رہی ہیں۔

آپ کے بھائی چارے اور امداد باہمی کی روایتوں کو آج ایک امتحان کا سامنا ہے۔ اگر آپ اس امتحان میں کامیاب اُترے تو آپ ایک بڑی دولت کے مالک بن جائیں گے۔ اور آپ ایک ایسا ورثہ چھوڑ سکیں گے جس سے آپ کی اگلی نسلیں خوشحال ہو جائیں گی۔

ذرا اپنے گاؤں کی طرف دیکھیں۔ غور کریں کہ پچھلے چند سالوں میں کس طرح کی تبدیلیاں آئی ہیں۔ اپنے خاندان اور اپنی زمین کے حالات پر غور کریں۔

کیا یہ سچ ہے کہ اب پہلے سے زیادہ بچے سکول جا رہے ہیں؟ کیا یہ حقیقت ہے کہ اب اکثر نوجوان نوکری کی تلاش میں گاؤں چھوڑ جاتے ہیں؟

اب بیشتر جگہ زمینداری عورتوں کا کام ہوتا جا رہا ہے۔ یا بوڑھوں کا۔ کئی دیہاتوں میں مویشی ہمیشہ کے لئے فروخت کئے جا رہے ہیں۔ زمین غیر آباد چھوڑ دی گئی ہے یا بغیر کاشت کے کہیں کہیں زمین کاشت کے لئے مزارع یا ٹھیکیدار کو دے دی گئی ہے۔ چراگاہوں میں نفری کم ہو رہی ہے آپ کی دھرتی ویران ہو رہی ہے۔ آپ کی سب سے دولت بڑی۔ آپ کی زمینیں، چراگاہیں اور جنگلات ہیں جو کہ سب کے سب ضائع ہو رہے ہیں۔

جن حالات سے آپ گذر رہے ہیں ان حالات کا یہ تقاضہ ہرگز نہیں کہ آپ بچوں کو اسکول سے نکال لیں۔ نہ ہی آپ نوجوانوں کو شہر جانے سے روک سکتے ہیں۔ لیکن آپ یہ ضرور کر سکتے ہیں کہ ایک دوسرے سے تعاون کر کے اپنے قدرتی وسائل کو ترقی دیں تاکہ آپ کی دولت آپ کے قابو میں آئے۔

جن حالات سے آپ آج گزر رہے ہیں وہ ماضی میں دوسرے کئی ملکوں میں دیکھے گئے ہیں۔ اُن ملکوں میں بھی آپ کی طرح زمینداروں کو یہ احساس ہوا کہ ہر خاندان تمام تر ضروریات زندگی کے لئے خود کفیل نہیں ہو سکتا۔ آج کل ایک اکیلا خاندان اپنی زمین سے کوئی خاص آمدن نہیں نکال سکتا۔ اس کا کیا حل ہے؟

دوسرے ملکوں میں زمینداروں نے اپنی ذمہ داریاں گاؤں کی سطح پر تقسیم کر لی ہیں، بجائے اس کے کہ ہر فرد صرف اپنی ہی زمین تک محدود رہے۔ یہی طریقہ آپ کے گاؤں میں بھی رائج کرنا ہے۔ کیونکہ یہ طریقہ آپ کی روایات اور ضروریات کے عین مطابق ہے۔ اس بات پر اپنی تنظیم کے ممبران کے ساتھ مل کر غور کریں۔

آپ کی تنظیم نے آپ کے سامنے کئی زندہ مثالیں پیش کی ہیں، جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تنظیم کئی کاموں کی ذمہ داری لے سکتی ہے۔ ہر شخص کو الجھن اُٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں جب کہ ایک فرد تمام کے لئے کام کر سکتا ہے۔ مثال کے طور پر:۔

جب ہم ماہر مال کو تربیت دیتے ہیں تو وہ تنظیم کے ذریعے ہر ایک کے جانوروں کا نہ صرف علاج بلکہ حفاظتی ٹیکہ بھی لگاتا ہے

آپ کا مینیجر یا ماہر فصلات پورے گاؤں کے لئے قرضہ اور کھاد کا انتظام کرتا ہے۔ ماہر فصلات آپ کی فصلوں اور پھلوں کو بیماریوں اور کیڑے مکوڑوں سے وقت پر سپرے کر کے بچاتا ہے۔

آپ کا ماہر مارکیٹنگ کئی لوگوں کے پھل اور مویشی فروخت کرنے کا بندوبست کرتا ہے۔

اسی طرح کے انتظام اب کئی اور وسائل کے لئے بھی کرنے ہیں۔ امداد باہمی کے ذریعے اپنی دیہی تنظیم کے ذریعے، آپ اپنی بہت سی مشکلات پر عبور حاصل کر سکتے ہیں۔

مثال کے طور پر، کئی دیہاتوں میں زمین کی آبادکاری کا کام نہایت ہی سستی سے ہو رہا ہے، کیونکہ وہاں کے نوجوان گاؤں سے باہر تعلیم، نوکری یا مزدوری میں مصروف ہیں۔ اب تنظیم کو یہ چاہیئے کہ وہ آبادکاری کا ایک نیا طریقہ اپنائے۔ ہر شخص اپنی زمین کی آبادکاری کا ٹھیکہ تنظیم کو دے سکتا ہے۔ گاؤں سے باہر جانے والے اپنی اُجرت میں سے کچھ حصہ تنظیم کو دے دیں۔ تنظیم اس روپیئے سے ان لوگوں کی زمین آباد کرے گی۔ بہتر تو یہ ہو گا کہ جو لوگ گاؤں میں موجود ہیں وہ تنظیم سے مزدوری کی اُجرت لیں۔ اور ان لوگوں کی زمین بھی آباد کر دیں۔ جو گاؤں سے باہر ہیں۔ لیکن اگر گاؤں میں نفری کم ہے تو آپ کی تنظیم باہر سے مزدوروں کا بندوبست کرے۔ اس طرح ہر مزدور کو مزدوری ملے گی۔ اور ہر زمیندار کی زمین بھی آباد ہو جائے گی۔ اس رائے پر غور کریں تاکہ آپ کی غیر آباد زمین آپ کے لئے دولت کا ذریعہ بنے۔

جب زمین آباد ہو جاتی ہے تو اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ کہیں آپ کے لگائے ہوئے پودے جانوروں کی خوراک نہ بن جائیں۔ اپنے سرمایہ کی حفاظت کے لئے چوکیداروں کا تعین کریں۔ اور ان چوکیداروں کو تنظیم کے ذریعے اُجرت دیں۔ اس طرح گاؤں میں روزگار بھی پیدا ہو گا۔ اور آپ کی دولت بھی بڑھے گی۔

گاؤں سے کچھ دور آپ کی چراگاہیں اور جنگلات ہیں۔ ان کی صحیح حفاظت کا انتظام کریں۔ یہ چراگاہیں اور جنگلات بہت بڑی دولت ہیں، لیکن موجودہ نظام کے تحت یہ یتیمی کی حالت میں برباد ہو رہے ہیں۔ آپ ایسے اصول بنائیں جن سے آپ کی موجودہ ضروریات بھی پوری ہو سکیں۔ اور آپ کے بعد آنے والی نسلوں کی بھی۔ ایک نیا نظام بنائیں جس سے ہر چراگاہ کا باری باری استعمال ہو، نہ کہ مسلسل طور پر۔ جنگلات سے لکڑی کاٹنے اور فروخت کرنے پر پابندی لگائیں۔ اس نئے نظام کو نافذ کرنے کے لئے نمائندوں کا تعین کریں۔ اے کے آر ایس پی کا ادارہ آپ کے چنے ہوئے ماہرین کو تربیت دے گا، تاکہ چراگاہوں اور جنگلات کو فروغ دیا جائے۔ یہ بھی تنظیم کی ذمہ داریوں کی طرف اشارہ ہے۔

کیا یہ ممکن نہیں کہ چند افراد تمام گھرانوں کے مال مویشیوں کو چراگاہوں میں لے جایا کریں؟ اگر ایک خاندان میں مردوں یا بچوں کی کمی ہے تو کیا یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے مال مویشی ہمیشہ کے لئے بیچ دے؟ ایسے گھرانوں کو چاہیئے کہ وہ مال مویشی کی دیکھ بھال تنظیم کے ذمے کر دیں۔ اور تنظیم کو یہ چاہیئے کہ وہ گاؤں میں سے یا گاؤں سے باہر سے چرواہوں کا بندوبست کرے اور اُنہیں اُجرت دے۔

آپ کے قدرتی وسائل آپ کی دولت ہیں۔ آپ کے جانور آپ کا سرمایہ ہیں۔ انہیں ہاتھ سے مت نکلنے دیں۔ ان کا انتظام اپنی تنظیم کے ذریعے کریں۔ آپ کی تنظیم آپ کی ترقی کا ذریعہ ہے۔ یہ آپ

باقی صفحہ 27 پر

مولوی محمد موسیٰ

ہماری منزل

اسلامی بھائی چارہ

حمد وستائش اس ذات واحد کے لئے سزاوار ہے جس نے تمام کائنات کو وجود بخشا اور درود وسلام اس آخری نبیؐ پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا اور درود وسلام ان کے آلِ اظہار پر جنہوں نے اسلام کو گوشہ ہائے دنیا میں پھیلانے کا حق ادا کیا انہی کے حق میں علامہ اقبالؒ نے فرمایا۔

تھا یہاں ہنگامہ ان صحرا نشینوں کا کبھی
بحرِ بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی
زلزلے جن سے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے
بجلیوں کے آشیانے جنکی تلواروں میں تھے
زمزموں سے جن کے لذّت ......
کیا وہ تکبیر اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہے
وہ تو مکرم تھے زمانے میں عامل قرآن ہوکر
تم ذلیل وخوار ہوئے تارک قرآن ہوکر

قارئین کرام! صاحبِ مضمون کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ مختصراً یہ کہ میں ڈموٹ کا باشندہ ہوں اور اے کے آر ایس پی کی طرف سے تشکیل دی گئی تنظیمات کا معاون ہوں۔ اسلامی بھائی چارہ کی بابت چند معروضات عرض کئے دیتا ہوں۔ گو کہ اس مقصد کے لئے وسیع مطالعہ کی ضرورت تھی مگر مشتے نمونہ از خروارے کے مصداق چند قرآنی اور قدرے حدیثِ نبویؐ کا حوالہ دیتے ہوئے یہ بات ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کا آپس میں رشتۂ اخوت کس قدر ہونا چاہیئے۔ دورِ حاضر کے مسلمانوں کی حالت دگرگوں کیوں ہے۔ اس کا اندازہ قرونِ اولیٰ کے مومنوں کے احوال کے مطالعہ سے ہوسکتا ہے۔ آج کے مسلمان چاروں طرف سے غیر ذمہ دارانہ باتیں کرنے والوں کے شکنجوں میں پھنسے ہوئے ہیں لیکن ہمارے پاس وہ آنکھ اور کان کہاں؟ جن سے ہم اپنے گرد ونواح کا جائزہ لے سکیں یا حالاتِ زمانہ سے آگاہی حاصل کرسکیں۔ ہمیں صرف ہوس کے بل بوتے پر مذہب کا سبق پڑھایا گیا ہے اور خوشنودیٔ خدا سے کوئی تعلق یا غرض نہیں رکھا گیا۔ ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان کو مسلمان پیارا نہ ہو۔

آج دنیا میں جتنی بیگانگی رشتہ داروں میں دکھائی دیتی ہے اتنی اجنبیت اغیار میں مفقود ہے۔ مذہب کے نام پر پیشہ ور لوگ رقم حاصل کرتے ہیں جس کی وجہ سے ہماری کشتی بھنور میں پھنسی ہوئی ہے۔ نہ آگے بڑھتی ہے نہ پیچھے لوٹتی ہے۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ قرونِ اولیٰ اور آج کے مسلمانوں میں یہ نمایاں فرق کیوں وجود پذیر ہوا ہے حالانکہ قرآن دونوں کا مشعلِ راہ ہے وہ بھی قرآن کے حوالے سے اپنی زندگی سنوارتے تھے اور ہم بھی۔ وہ خلیفہ کے دربار تک اعلانیہ احتساب کا عمل جاری رکھتے تھے۔ کوئی ناگوار بات سامنے نہیں آتی تھی۔ مگر ہم ہیں کہ باپ بیٹے میں۔ ماں بیٹی میں اور بھائی بہن کے مابین بھی احتساب (محاسبے) کا عمل مفقود ہو چکا ہے۔ بلکہ یہ احساس تک روا نہیں رکھا جاتا کہ ہم جس مقصد کو لے کر کائنات میں خلیفہ مقرر ہوئے ہیں وہ کیا ہے۔ کیا ہم نے اپنی ذمہ داری صرف پروپیگنڈا اور اختلافات کو ہوا دینے تک محدود کر رکھا ہے بقول شاعر

آنان کہ دانند و نہ دانند کہ نہ دانند
درجہل مرکب ابد الدہر بمانند

ترجمہ: "جو لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ خود کچھ بھی نہیں جانتے ہیں تو ان کی جہالت کی وجہ سے تا قیامت وہ ترقی کی راہ پہ گامزن نہیں ہو پائیں گے"۔

اس کے برعکس وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں کہا گیا ہے۔

آنان کہ ندانند و بدانند کہ ندانند
ادر کبۂ خویش بمنزل میرسانند

ترجمہ: "جو لوگ یہ معلوم کریں کہ وہ خود عالم نہیں ہیں تو دوسروں کے کہنے پہ عمل پیرا ہو کر منزل مقصود کو پا جاتے ہیں"۔

اس فیصلہ کو سمجھنے کے بعد میں آپ کو اس بات کی طرف لاتا ہوں جو اے کے آر ایس پی کے پروگرام کا جزو لاینفک ہے کہ تم اپنی زندگی کا خود احساس کرو، بنو بناؤ، سنو سناؤ، کھاؤ کھلاؤ۔ بچت کرو۔ مالدار بنو، زراعت کرو، خود کفیل بنو، گاؤں کی منصوبہ بندی کرو اور اس کے لئے لائحہ عمل تیار کرو۔ مگر ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنی محنت کے باوجود ہم یا ہماری تنظیمیں خاطر خواہ کامیاب کیوں نہیں ہوتیں۔

اصل وجہ یہ ہے کہ ہم ان بے عمل اور غیر ذمہ دار لوگوں کی طرح سنتے ہیں اور نافرمانی کرتے ہیں۔ جیسا کہ ماضی میں نبیوں سے کہا گیا تھا کہ ہم تمہاری بات سنتے ہیں مگر مانتے نہیں ہیں۔ ہم ہر کانفرنس میں آتے ہیں گاؤں کی ترقی کے ہر علاج یا چارۂ کار کو سنتے ہیں مگر ہر شنوائی کو یہاں پھینک کر چلے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری برادری میں نمایاں کامیابی نہیں ہے۔ گو کچھ نہ ہونے سے تو کچھ نہ کچھ ہونا بہتر ہے مگر جتنی دولت لٹتی ہے اتنا کام نہیں ہوتا۔ اگرچہ دیگر محکموں کی نسبت کچھ زیادہ فعال تنظیمیں بھی وجود میں آئی ہیں ہم اس کام کو مزید آگے بڑھانا چاہتے ہیں لیکن یہ محض دعویٰ ہے عمل اس بات کا گواہ ہے کہ ہم تنظیموں سے ناخوش ہیں کیونکہ اے کے آر ایس پی بار بار عطیہ فراہم تو نہیں کرتا اور ہم خود ہی اپنے پیر پہ کلہاڑی چلاتے ہیں سرمایہ محدود ہے جس سے کوئی کام کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ بار بار یہی تقاضہ ہے کہ جناب جی۔ ایم صاحب مزید عطیہ فراہم کریں تو پھر ہم یہ کریں گے وہ کریں گے۔ ماہرینِ مال اور ماہرینِ فصلات اپنی خدمت کا معاوضہ طلب کرتے ہیں۔ حتّٰی کہ صدور و منیجر صاحبان بھی معاوضہ کے طلب گار ہیں گو کہ دنیا میں خود کفیل لوگ ہی کوئی بامعنی کام کر سکتے ہیں لیکن اسلامی اخوت کا تقاضا ہے کہ مسلمان کو اپنے دیگر مسلمان بھائیوں کی خدمت کر کے حقِ خلافت کو پورا کرنا چاہیئے۔

آفیسر سے ماتحت تک اور صدر سے ممبر تک سب میں یہ جذبہ ہونا چاہیئے کہ وہ قوم و ملّت کے خادم ہیں اس دنیا میں ہر ایک کو اپنا فرض انجام دینا ہے۔ قرآن شریف اور صلوٰۃ بھی اسی فرض اور احساس کو اجاگر کرتے ہیں ہم اذان سنتے ہیں اور خاموشی سے اپنا کام جاری رکھتے ہیں۔ قرآن سنتے ہیں لیکن عمل اپنے خیال کے مطابق کرتے ہیں۔

ہم نے پاکستان تو بنایا ہے لیکن خود کو پاکستانی کہلانے کے بجائے ہمیں ہر کام کے لئے دوسروں سے مدد مانگنے میں فخر محسوس کرتے ہیں ہمارا ہر کام اسلام کے اصولوں کے خلاف ہے۔ ہمیں پھر بیدار ہو کر اسلامی بنیادوں پہ گامزن ہونا چاہیئے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسلامی بھائی چارہ قائم ہو مگر دوسری طرف تعصّب رکاوٹ ہے ہم چاہتے ہیں کہ دانشور ہو جائیں مگر اقتصادی بحران مانع ہے جس میں غرق ہو کر ہم تعلیم کے میدان میں بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ باہم مربوط زندگی گذاریں لیکن مذہب کی آڑ میں شرپسند عناصر معاشرے میں اختلافات کو ہوا دیتے ہیں۔

ان نقائص کا خاتمہ اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ اوّل ہم اپنے حامی بنیں پھر دوسروں کے کام آئیں۔ ایک بزرگ کا قول ہے

تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

ایک اور شاعر نے فرمایا ہے کہ

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن

اصل بات یہ ہے کہ ہم غیر اللہ کے آگے جھک جاتے ہیں جس سے ہماری خلافت ناکام ہوتی ہے کیونکہ اصول یہ ہے "جس کا کھایا اسی کا گایا" ورنہ نمک حرام ہم اس کرۂ زمین پہ خدا کے حکم سے آئے ہیں اور ہم کو اسی کا بتایا ہوا کام کرنا چاہیئے۔

خدا نے جہاد کی تیاری کے سلسلے میں کمانے والوں کو مخلص بندے فرمایا ہے۔ آج مسلمان دست نگر ہیں۔ خود کفیل نہیں ہیں۔ دنیا کو اللہ نے ہمارے لئے ہی پیدا کیا ہے ہم خود خدا کے گماشتے ہیں۔

اصل ترقی خود اللہ کراتے ہیں۔ ورنہ ہماری ساری کاوشیں رائیگاں جاتی ہیں۔

تنظیم سے اخوت کا درس لو اور دو باہم اعتماد بڑھاؤ۔ امانتداری کو اپنا شعار بناؤ، معاملات برتنا سمجھو اور سمجھاؤ۔ بچاؤ سیکھو اور سکھاؤ اسی کو علم کہتے ہیں علم تمہارا میراث ہے جہاں تک ممکن ہو حاصل کرو۔ علم لازوال نعمت ہے۔ دینی علم ہو یا دنیاوی۔ غرض اس سے خدمت خلق ہے اور یہی عبادت ہے۔

اگر ایٹم بم بنانا نہ سیکھیں تو دشمنوں سے کیسے مقابلہ کریں ظاہر ہے کہ ایٹم بم بنانا دنیاوی عمل ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر باہر سے کوئی یلغار ہو اور ہم سب غیر مسلح ہوں تو یہاں مسلمانوں کا نام تک نہیں بچ سکتا۔ اس وقت یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ کس گروہ، قوم یا ملک سے تعلق رکھتے ہو، تمہاری جغرافیائی، نسلی اور مذہبی تعصبات کے ہوا دینے والے قوم کے اصل دشمن ہیں ملک کے غدار ہیں وہ اپنا کاروبار سے تعلق رکھتے ہیں ان کا اسلام سے کوئی سروکار نہیں ہے لہٰذا آپ متحد رہیں اور زندہ قوموں کی طرح کام کریں آپ ہر حال میں کامیاب ہوں گے ورنہ یہی ذلت و رسوائی تمہاری قسمت بنی رہے گی۔

وہ قومیں دنیا میں کامیاب ہوئیں جنہوں نے اپنا بھولا ہوا سبق پھر سے یاد کیا پھر عمل کے میدان میں نکلے دنیا عمل کی جا ہے بار بار سعی کرو۔ خدا کا فرمان بھی یہ ہے اور حضور صلعم کے ہدایات بھی یہی ہیں اور تمام أئمہ حق کا پیغام بھی یہی ہے کہ مسلمان کا ہر فیصلہ حق پر مبنی ہو تعصّب پر نہیں پھر کامیاب ہوں گے۔

دیکھیں، سورج، چاند، ستارے، ہوا، پانی، مٹی، لکڑی سب ایک دوسرے سے جداگانہ طبیعت کے اشیاء ہیں مگر باہم جھگڑا نہیں ہے۔ ہمیں بھی اللہ تعالےٰ کی ان نشانیوں سے سبق سیکھنا چاہیئے اور باہم جھگڑے سے گریز کرنا چاہیئے۔

ہمارا خدا ایک، رسول ص ایک، قرآن ایک، کلمہ ایک اور قبلہ ایک تو پھر یہ منافرت اور تعصّبات کہاں سے ہمارے بیچ میں آن پڑے جب ہمارے دل اور خیالات ایک ہوں گے تو تنظیمیں کس کی ہوں گی؟ ظاہر ہے کہ وہ بھی ہماری ہی ہونگی۔ یقیناً مسلمان جہاں کہیں بھی ہیں ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں اور ہر ملک اللہ کا ہے اور اتحاد کی بنیاد پر مسلمان قوی ہے اختلاف سے باہمی محبت ختم ہوتی ہے اس لئے ایک دوسرے کے دکھ درد میں ہم شریک نہیں ہوتے ہیں ورنہ یہ خلا درمیان میں حائل نہ ہوتا۔ غریب امیر کو نہیں چاہتا ہے اور امیر غریب کو پسندیدہ نہیں ہے حالانکہ حدیث شریف میں تمام مومنوں کو ایک ہی جسم سے تعبیر کیا گیا ہے جسم کے کسی بھی عضو میں درد ہو تو تمام بدن کو بخار آتا ہے اور ہم علاج کے درپے ہوتے ہیں۔

تمام دنیا میں پھیلے ہوئے انسانوں میں اگر کسی مسلمان کو کوئی تکلیف ہے تو وہ ہماری پریشانی کا باعث ہوگا ورنہ ہمکو دنیا میں اپنے لئے کوئی اور نام تجویز کرنا چاہیئے کیونکہ مسلمان وہ ہے جو دوسروں کے کام آئے۔ بلکہ انسان بھی وہی ہے جو دوسروں کے کام آئے ورنہ انسان نہیں حیوان ہے، جیسا کہ کہا گیا ہے۔

ے آدمی ہو تو کسی کے کام آؤ
ورنہ کھاؤ پیو، چلے جاؤ

قارئین کرام! آیئے عہد کریں کہ ہمارا ہر عمل خدا کی خوشنودی کے لئے ہے اور اس کی مخلوق کی خدمت بجا لانا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کی اپنی جداگانہ شخصیّت ہے اور اس کے مطابق ہمیں جدا جدا فرائض سونپے گئے ہیں اگر ہم نے ان فرائض میں کوتاہی کی اور ان سے پہلوتہی کی تو پھر ہم خلافتِ ماموره کے خلاف جا رہے ہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے

ے تصوّر عرش پر ہے وقف سجدہ ہے جبیں میری
میرا کیا پوچھنا یہ آسماں میرا زمین میری

مسلمان خواہ مرد ہو یا عورت، غریب ہو یا امیر، خواندہ ہو یا ناخواندہ، آبادی میں ہو یا جنگل میں، خواہ کوئی بھی بولی بولتا ہو سب کے سب آپس میں رشتۂ اخوّت استوار کریں۔ جنگ ہو تو سب کی جنگ صلح ہو تو سب کی صلح، آرام ہو تو سب کو، تکلیف ہو تو سب شریک نظر آئیں۔ ان حالات میں خدا خوش ہوتا ہے۔

مسلمانوں کا شیوہ تقویٰ ہے، گالی گلوچ، طعنہ زنی، غیبت، مالِ حرام، رشوت اور سودی کاروبار سے اسلام ہمیں منع کرتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اے کے آر ایس پی کا پروگرام بھی سودی نظام کے بجائے نفع نقصان میں شراکت کے اسلامی بنیادوں پر کام کر رہی ہے۔ ہمیں اپنے اسلامی تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے ملازمتیں اور لین دین کرنے چاہئیں۔ انشاء اللہ تمام تنظیمیں نفع نقصان میں شراکت کی بنیاد پر ہی اے کے آر ایس پی کے ساتھ لین دین رکھیں گے کیونکہ اسلام ہم سب کا منشا اور منزل مقصود ہے۔ ہمیں اول ایمان اور اس کے بعد عمل درکار ہے کیونکہ ایمان کے بغیر عمل ہمیں بے راہ

ردی کا شکار کرے گا۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ملک کی آبادی کی اکثریت ناخواندہ ہے۔ بمشکل ۲۵ فیصد لوگ پڑھنا لکھنا جانتے ہیں۔ مگر اللہ کا شکر اور احسان ہے کہ وہ سب کے سب اسلام پر قائم ہیں۔

اگر کچھ اندرونی نقائص ہیں تو وہ نادانی کی وجہ سے ہیں ورنہ کوئی بھی دیدہ و دانستہ غلط کام کرنا نہیں چاہتا ہے۔ ہمارا علاقہ پہاڑی اور دشوار گذار ہے اور صدیوں تک شہروں اور دوسری تہذیبوں سے منقطع رہا ہے جس کے اثرات یہاں کی آبادی اور معاشرہ پر بھی مرتب ہو چکے ہیں جس کے باعث عرصۂ دراز تک یہ علاقہ علوم و فنون اور بنیادی سہولتوں سے محروم رہا پھر شمالی علاقہ جات کے غیور عوام نے ۱۹۴۷ء کو ڈوگرہ سامراج کو شکست دے کر اپنی آزادی کا اعلان کر دیا اور مملکت خداداد پاکستان کے ساتھ الحاق کر لیا اور اس طرح ترقی کا ایک نیا باب کھل گیا۔

اس علاقہ کے عوام کی خوش قسمتی تھی کہ حکومت پاکستان اور چین کے مابین دوستی کے لازوال رشتے استوار ہوئے اور دونوں ممالک نے مشترکہ طور پر شاہراہ ریشم کی تعمیر کا معاہدہ کر لیا اور اس عظیم کام کو ۱۹۷۰ء کے عشرے میں پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا جس سے ترقی کی رفتار تیز تر ہوئی اور علاقہ کی صدیوں پرانی جمود ٹوٹ گئی۔ مادی ترقی کے ساتھ ساتھ کئی کمزوریاں بھی علاقہ میں نمودار ہوئیں۔ شہر کے مفاد پرست طبقہ علاقہ کے عوام کو مذہبی تعصبات کی بناء پر آپس میں لڑانے کے جستجو میں رہے لیکن علاقہ کے مسلمانوں نے سوجھ بوجھ کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کے عزائم کو خاک میں ملا دیا اور جس جذبے سے انہوں نے اس علاقہ کو ڈوگرہ راج سے آزاد کرا لیا تھا اُسی جذبۂ اخوت کو برقرار رکھا گیا ہے۔

دسمبر ۱۹۸۲ء کو ہز ہائی نس دی آغا خان نے جب اے کے آر ایس پی کی تشکیل کی تو اس وقت بھی ایک مخصوص تنگ نظر طبقہ نے اس پروگرام کی شدید مخالفت کی لیکن اے کے آر ایس پی نے بہت جلد ہی یہ ثابت کر دکھایا کہ یہ ادارہ علاقہ کے دیہی عوام کی ترقی کے علاوہ کوئی اور مقاصد نہیں رکھتا۔

اے کے آر ایس پی نے ہمیں تنظیم، نظم و نسق، اتحاد، اخوت کا درس دیا جس سے علاقہ کے لوگوں میں یگانگت کو فروغ حاصل ہوا ہے۔

اس کے علاوہ اے کے آر ایس پی نے دیہی عوام کو اقتصادی آزادی اور خود انحصاری کے لئے بچت اسکیم شروع کی تاکہ لوگ اپنا سرمایہ اکٹھا کر سکیں اور دوسروں کے دستِ نگر نہ ہو جائیں اس کام کو مزید مستحکم کرنے کے لئے ادارہ نے تمام گاؤں کو ایک ایک اسکیم بطور عطیہ دینے کا بیڑا اٹھایا۔

افرادی قوّت کو منظّم کرنے، سرمایہ جمع کرنے کے بعد اے کے آر ایس پی نے علاقہ کے لوگوں کو ہنرمندی اور صلاحیت کو بڑھانے کے لئے مختلف امور میں تربیّت کا سلسلہ شروع کر دیا اس طرح علاقہ کے لوگوں میں اپنی مدد آپ کرنے کا صحیح شعور ادارہ نے پیدا کر دیا ہے اور علامہ اقبالؒ کے تصوّرات کو عملی جامہ پہنایا ہے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

اے کے آر ایس پی نے اپنوں کی خبر لی ہم کو مل بیٹھنے اور سوچنے کا نیا درس دیا گو کہ اتحاد کا درس بہت پہلے ہی رسولؐ ہمیں دے چکے تھے لیکن ہم اسے بھول چکے تھے لیکن قوموں کی تقدیر بنانے والے کو منظور ہوا۔ اس نے اپنی کرم سے ایک بار پھر ہمیں ملنے کا موقع دیا ہم باہم گفت و شنید میں قریب سے قریب تر آتے ہم جانتے ہیں کہ قبر کا گڑھا ہر ایک کا اپنا ہی ہے۔ دنیا میں ملنا ہے۔ عقبیٰ میں عمل کا اجر ملے گا وہاں ملنا چاہیں گے مگر بے سود ہوگا۔ اس لئے ہمیں یہاں مل کر اپنے مستقبل کو ماضی سے پرکھ لینا چاہیئے۔ معلوم ہوگا کہ ہم صرف دعوؤں میں ہی زبانی شیر ہیں ہمارے اندر کچھ بھی حقیقت نہیں ہے بلکہ ہم جو دعوے کرتے ہیں۔ اس کا ثبوت ہم پیش نہیں کر سکتے۔ ظاہر ہے مجرد دعویٰ خارج ہوگا لہٰذا ہم مسلمانوں کو ببانگِ دُہل آواز دیکر پکارتے ہیں کہ سُنو اور اپنی پھنسی ہوئی کشتی کو بھنور سے نکالنے کا راز معلوم کرو۔ علاج اس کے سوا نہیں ہے کہ ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں کمانا سیکھیں، محتاج نہ بنیں انفاق کو پھر اُجاگر کریں۔ خود اگر نہیں سیکھتے تو دوسروں کو موقع دیں آپ کو لڑوا کر لوگوں نے اپنا تسلّط جمانے کا پروگرام کیا ہے لہٰذا بیدار رہو اور تعصّب، جہالت اور غربت کو اپنے ملک سے ہٹانے میں ایک دوسرے کی مدد کرو ورنہ بعد میں پچھتاوا فضول ہوگا۔

خود کو اور دوسروں کو پروان چڑھاؤ یہی عبادت ہے۔ دنیا جامع الاضداد ہے یہاں ہر چیز کی ضد ضرور مل سکتی ہے مگر باوجود

باقی صفحہ نمبر 53 پر

نور محمد - ایس او نگر

پسن کا صاف پانی

دیہی تنظیم پسن کے لوگ سالہا سال سے گدلا پانی استعمال کرتے آئے تھے۔ کیونکہ گلیشیئر کے نزدیک ہونے کی وجہ سے گاؤں تک گدلا پانی پہنچتا تھا اور اُسی پانی کو گاؤں والے استعمال کرتے تھے۔ کھیتوں کو بھی اس پانی سے سیراب کرتے تھے اگرچہ گدلے پانی کے استعمال کے نقصانات صاف ظاہر تھے لیکن ان کے پاس کوئی علاج نہیں تھا۔ نقصانات کو دیکھتے ہوئے بھی گاؤں والے بے بس تھے۔ اس مسئلہ کو پسن کے لوگ ہمیشہ کے لئے ختم کرنا چاہتے تھے۔ کوئی سراغ نہیں ملا تھا۔ البتہ ڈھونڈنے سے دنیا میں ہر چیز مل جاتی ہے۔ آخر کار مسئلے کا حل لے کر اے کے آر ایس پی ان کے دروازے پر جا پہنچا۔ پسن کے ۱۲۶ گھرانوں نے دیہی اشتراکی تنظیم کی بنا ڈالی اور اجتماعی اصولوں کو اپنایا۔ گاؤں کے لوگوں کو منظم کرنے میں مینیجر (ریٹائرڈ) صوبیدار خدا یار صاحب نے بہت اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے دن رات ایک کر کے محنت کی اور گھر گھر جا کر لوگوں کو تنظیم میں شامل ہونے کے لئے ترغیب دلائی۔ بچت کا درس دیا مل جل کر کام کرنے کی صلاحیتیں اُجاگر کرائیں۔

تمام ممبران نے متفقہ طور پر گدلے پانی کو صاف کرنے کے لئے ایک تالاب (SEdiMENTATiON TANK) کی نشان دہی کی۔ اے کے آر ایس پی نے اس سکیم کی منظوری دی اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے مبلغ ۸۸۰۰۰/- روپے کا عطیہ منظور کر لیا۔

اس عطیے سے پسن کے ممبران نے اسی جگہ پر جہاں سے گدلا پانی گاؤں میں آتا ہے ۲۷×۴۰ فٹ کے دو تالاب (SEDiMENTATiON TANKS) تعمیر کئے گئے جس کی بدولت پسن کے لوگوں کو پینے کے لئے صاف پانی ملنے لگا۔

علاوہ ازیں پسن کے عوام کو مندرج ذیل فوائد حاصل ہوئے

تالاب کی تعمیر سے قبل

۱۔ کھیتوں میں چکنی مٹی کی تہہ جم جاتی ہے جس سے زیادہ مقدار میں کھاد استعمال کرنا پڑتا ہے۔ ایک کھیت میں تقریباً دو بیگ کھاد استعمال کرنا پڑتا ہے۔

۲۔ پہلے سال میں تین مرتبہ سارے لوگ جا کر کوہل کی صفائی کرتے تھے اس طرح ۳۰ × ۳ = ۹۰/- روپے مزدوری لگتی تھی

(۳) پہلے گدلے پانی کے استعمال سے زیادہ تر بچے بیمار ہو جاتے تھے زیادہ بیماریوں کی وجہ سے شرحِ اموات بھی زیادہ تھی۔

تالاب کی تعمیر کے بعد

۱۔ کھیتوں کو صاف پانی ملنے لگا۔ اس سے کم مقدار میں کھاد استعمال ہونے لگا۔ اب صرف ایک بیگ کھاد استعمال ہو رہا ہے اس طرح فی ممبر =/۱۳۰ روپے بچت ہو رہی ہے۔

۲۔ اب سال میں صرف ایک مرتبہ کوہل کی صفائی کرنی پڑتی ہے اس طرح فی ممبر ۲ × ۳۰ = ۶۰/- روپے بچ جاتے ہیں اور اسی دوران کوئی اور کام کر کے ممبران مزید ۶۰/- روپے فی ممبر کما سکتے ہیں

۳۔ اب سب کو صاف پانی میسّر ہے اور شرح اموات میں کمی آئی ہے۔

نتیجہ : صاف پانی کے استعمال سے اوسطاً ۴ من گندم اور ۶ من مکئی فی ممبر پیداوار میں اضافہ ہوا ہے۔ کل ممبران ۱۲۰ ہیں۔ اوسطاً فی ممبر منافع ۷۳۰/- روپے ہوتے ہیں اور کل منافع ۹۱,۹۸۰/- روپے ہوتے ہیں۔

دیہی تنظیم ھنوچل

پروجیکٹ اور آبادکاری کے نگہداشت کا ایک اعلیٰ نمونہ

سلطان حمید - ایس او ایس

نہ صرف شمالی علاقہ جات بلکہ دنیا کے کسی بھی دیہات میں اجتماعی کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا ایک مشکل مسئلہ ہے لیکن اگر کسی نہ کسی طرح پروجیکٹ مکمل ہو بھی جائے۔ تو اس کی نگہداشت جوئے شیر لانے کے مترادف ہوتا ہے کیوں کہ کوئی بھی اسکیم ایک محدود وقت تک چلتی ہے۔ اور اس اسکیم کی تعمیر و تکمیل کے لئے حکومت یا کوئی پرائیویٹ ادارہ مدد دیتا ہے لیکن اسکیم کی تکمیل کے بعد نگہداشت اور رکھوالی ایک مستقل سلسلہ ہوتا ہے۔ آئیے دیکھتے ہیں۔ کہ دیہی تنظیم ہنوچل نے اس اہم مسئلے کا حل کس طرح ڈھونڈ نکالا؟

سنگلاخ پہاڑوں کو کاٹ کر تعمیر کی گئی ہنوچل کا کوھل انسانی محنت کا ایک لازوال کارنامہ ہے دیگر دیہی تنظیموں کی طرح کوہل کی کامیاب تعمیر کے بعد اس کی نگہداشت اور آبادکاری پروگرام کے تحت لگائے گئے درخت اور رسکہ کی حفاظت ایک سنگین مسئلہ تھا۔ لیکن ایک مشہور مقولہ ہے۔ کہ "انسان خود مسئلہ بھی ہے اور خود اس کا حل بھی"۔ تنظیم کے ممبران نے اپنے ہفتہ واری اجلاس میں اس اہم مسئلے کے حل پر غور و خوض شروع کر دیا۔ اور انہیں حل بھی نظر آیا۔

ممبران نے اجتماعی طور پر فیصلہ کیا۔ کہ وہ تین چوکیداروں کی تقرری عمل میں لائیں گے۔ جنہیں وہ سالانہ مبلغ =/۱۸۰۰ روپے ادا کریں گے۔ ہنوچل میں کل ۱۱۰ گھرانے ہیں۔ اس طرح انہیں مبلغ =/۱۶۴ روپے فی گھرانہ سالانہ ادا کرنا پڑیگا۔ ممبران کا یہ فیصلہ ناقابل یقین حد تک کامیاب رہا۔ حسب وعدہ یہ چوکیدار کوہل پر ڈیوٹی دیتے ہیں معمولی سلائیڈنگ سے یا پانی کے بہاؤ سے اگر کوہل کو کوئی نقصان پہنچے۔ تو خود ہی ٹھیک کرتے ہیں۔ اگر زیادہ کام نکل آئے۔ تو اُس صورت میں تمام ممبران کو اطلاع دی جاتی ہیں۔ اور تمام ممبران کوہل کی مرمت کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں یہ چوکیدار آباد کردہ زمین کو مناسب وقت پر پانی دیتے ہیں۔ اور جانوروں سے ان پودوں کو محفوظ رکھتے ہیں۔ اگر اس ایریا میں کوئی ممبر اپنے جانور کھلے چھوڑ دیتا ہے۔ تو اس پر مبلغ =/۵۰ روپے جرمانہ عائد کیا جاتا ہے۔ اور یہ رقم بھی ان چوکیداروں کو دے دی جاتی ہے۔ اس لئے وہ کسی سے رعایت نہیں برتتے ہیں۔ اگر چوکیداروں کی طرف سے غفلت برتی گئی۔ پودوں کو بروقت پانی نہیں دیا گیا یا جانوروں نے پودوں کو نقصان پہنچایا۔ تو اس صورت میں تنظیم ان چوکیداروں سے دوگنا جرمانہ وصول کرتی ہے۔ اسی طرح ان کی اُجرت کی ادائیگی بھی سال کے آخر میں کی جاتی ہے۔ تاکہ کسی بھی کاہلی کی صورت میں اُن کے معاوضے سے ہی رقم مِنہا کی جاسکے۔

مقرر کردہ چوکیداروں کی کارکردگی کو مدنظر رکھتے ہوئے تنظیم فیصلہ کرتی ہے۔ کہ آیا انہی چوکیداروں کو ہی بحال رکھا جائے۔ یا انہیں تبدیل کیا جائے۔

چھلت چھیروٹ جنگل اور چراگاہ پر ایک نظر

علی محمد ایس ایس اونگر

جنگل اور چراگاہ قدرت کی دی ہوئی ایک انمول دولت ہے اگر جنگل اور چراگاہ کی نگرانی اور حفاظت کیا جائے تو یہ بڑھتا جاتا ہے۔ دنیا میں وہ قومیں آباد ہیں جو قدرت کی عطا کردہ دولت کی قدر کرتی ہیں۔

چھلت چھیروٹ کی چراگاہ اور جنگل اس علاقے کے لوگوں کے لئے قدرت کی طرف سے ایک قیمتی دولت ہے ویہی پروگرام کے ماہر ڈاکٹر اختر حمید خان نے چھیروٹ کے ممبران کو چراگاہ اور جنگل کی اہمیت سے واضح کر دیا۔ انھوں نے اس قدرتی دولت کی افزائش اور نگرانی پر تفصیل سے گفتگو فرمائی۔ انہوں نے فرمایا کہ اس چراگاہ کا نقشہ تیار ہونا چاہیئے۔

اس سلسلے میں چھیروٹ چراگاہ اور جنگل کے بارے میں چند معلومات زیر قلم ہیں۔ چھیروٹ چراگاہ دو حصوں میں منقسم ہے۔ بیچ میں نالہ ہے

(۱) شمالی چراگاہ

(۲) جنوبی چراگاہ

۱- شمالی چراگاہ: ۱- راٹے کے اوپر ینگ چراگاہ واقع ہے۔ یہ شمالی چراگاہ کا پہلا حصّہ ہے۔ اس کا ایک حصّہ مراد آباد اور بڈس کی طرف واقع ہے اس چراگاہ میں خود رو گھاس بہت ہیں۔ مالی مویشیوں کی خوراک کے علاوہ کھاد بنانے کے لئے مویشی خانوں میں اور لکڑی کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں۔ مراد آباد اور بڈس کی طرف واقع چراگاہ ۳ کلومیٹر لمبا اور تین کلومیٹر چوڑا ہے۔ اس چراگاہ تک مراد آباد نالے سے پانی آنے کے امکانات ہیں یہ چراگاہ سات ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے اس میں گندم، مکئی و دیگر سبزیات پیدا ہونے کے امکانات ہیں اس چراگاہ میں نمی نہ ہونے کی وجہ سے درخت اور سبز رنگ کے گھاس نہیں اُگتے ہیں۔

II بولٹی چراگاہ: اس کے اوپر بولٹی چراگاہ واقع ہے یہاں پر مویشی خانے موجود ہیں۔ اس چراگاہ میں پدم اور گھاس موجود ہیں یہ چراگاہ سرسبز ہے اور گاؤں کے اکثر مال مویشی اس چراگاہ میں چرتے ہیں۔ یہاں پر تین جگہوں میں چشمے پھوٹتے ہیں۔ مال مویشی پانی کی تلاش میں لمبا سفر طے کر کے چشمے تک آتے ہیں۔

اس چراگاہ کے زیرین حصّے میں سلاجیت موجود ہے بعض جفاکش حضرات پہاڑ سے سلاجیت حاصل کرتے ہیں۔ سلاجیت کا مرکز نہایت خطرناک جگہ پر واقع ہے۔

III چھرم بل چراگاہ: چھرم بُل چراگاہ آٹھ ہزار سے تیرہ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے یہ خالی گھاس کی چراگاہ ہے یہاں پر دوسرے دو چراگاہوں کی نسبت اچھی قسم کی گھاس ہوتی ہے اس چراگاہ تک چھیروٹ نالہ سے پانی کے امکانات تو ہیں۔ مگر

دشوار گذار پہاڑ سے کوہل گذارنا ہوگا۔ یہاں پر واقع تینوں چشموں کو اکٹھا کر کے سٹور کیا جائے تو کافی جگہ سیراب ہوسکتی ہے۔

IV : گپہ : یہ چراگاہ شمالی چراگاہ کا زیریں حصّہ ہے یہ علاقہ چھپروٹ سے نو کلومیٹر مغرب کی طرف واقع ہے۔ یہاں پر چھپروٹ کے لوگوں کے عارضی رہائش گاہیں بھی ہیں۔ اس حصّے میں جو، آلو اور سبزیاں کاشت کی جاتی ہیں۔ ستمبر کا مہینہ جو اور گھاس کی کٹائی کا موسم ہے یہ علاقہ چشمے کے پانی سے آباد ہے مرد و عورت سب کام کرتے ہیں۔ یہاں پر دس پندرہ دن گذارنے کے بعد واپس چھپروٹ جاتے ہیں۔ گھاس کاٹنے کے بعد درختوں پر محفوظ کرتے ہیں اور جو، سبزیاں ساتھ لے کر گاؤں جاتے ہیں۔

جنوبی چراگاہ :-

I :- ننینے : اس چراگاہ میں مویشی خانے موجود ہیں۔ اکتوبر کے آخر تک یہاں مال مویشی رکھے جاتے ہیں۔ یہاں پر زہر مورہ اور سلاجیت پایا جاتا ہے۔

II جال بدن : اس چراگاہ میں عمارتی لکڑی اور چلغوزے کے درخت پائے جاتے ہیں۔ جنگل پر کنٹرول سے قبل کٹے ہوئے درخت نظر آتے ہیں۔ پابندی کے بعد کوئی درخت کٹا ہوا نظر نہیں آتا۔

III بونیں :- اس چراگاہ میں گھاس کی فراوانی ہے یہاں پر مال مویشی چرتے ہیں۔ اس حصّے میں سلاجیت، نورہ، قدرتی نمک اور گچھی پایا جاتا ہے۔ پرانے زمانے میں لوگ اس مٹی کو چھان کر نمک پیدا کرتے تھے۔ اس علاقے میں جڑی بوٹیاں بھی دستیاب ہیں۔

IV بوکہ چی :- اس چراگاہ میں شاہل، سیرو، سن، چلغوزہ بدم اور کنذر کے درخت پائے جاتے ہیں۔ ان چاروں چراگاہوں کے لئے چھپروٹ نالہ سے پانی نکلنے کے امکانات ہیں۔

V جتے فلنگ :- یہ چراگاہ ہیں چھ میل لمبی اور ½۲ میل چوڑی ہے۔ زیادہ تر میدانی علاقہ ہے۔ اس علاقہ کو آباد کرنے کی غرض سے آج سے ۲۰ برس قبل اہالیانِ چھپروٹ اور رائٹ نے اپنی مدد آپ کے تحت فنڈ مجتمع کر کے چھپروٹ نالہ سے کوہل تعمیر کرنے کی جدوجہد کی تھی کوہل کا ½۲ میل کام پایۂ تکمیل تک پہنچنے کے بعد مالی حالت نے ان کو مزید کام کرنے کا موقع نہیں دیا۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں میں شعور آتا گیا اور دیہہ کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہوگئے۔ آخر کار حکومت سے امداد حاصل کر کے ایک نیا کوہل تعمیر کرنے لگے۔ اس کوہل کی لمبائی ۳ میل ہے چوڑائی چار فٹ اور گہرائی ½۲ فٹ ہے۔ بیچ میں تقریباً ۱۰۰ فٹ کوہل صحیح سروے کے مطابق نہ بنانے کی وجہ سے خراب پڑا ہے اس حصّے میں پانی آگے بڑھتا نہیں۔ جتے فلنگ کو آباد کرنے کے لئے مزید دو میل کوہل تعمیر کرنا ہے اس کوہل کی تعمیر سے ۴۰۰ کنال زمین آباد ہوسکتی ہے۔ اس سلسلے میں چھپروٹ بالا، پائین اور رائٹ نے اے کے آر ایس پی سے قرضہ لیا ہے۔

تنظیمات کے ممبران نے فیصلہ کیا ہے کہ کوہل کا کام ماہِ نومبر میں شروع کیا جائے گا۔

منصوبہ بندی : کوہل کی تکمیل کے بعد جتے فلنگ کو چار حصوں میں تقسیم کر کے آباد کیا جائے گا

۱۔ پہلا حصّہ گندم، مکئی و دیگر سبزیات کے لئے مخصوص ہوگا
۲۔ دوسرا حصّہ جنگلی پودوں کے لئے مخصوص ہوگا۔ ۳۔ تیسرا حصّہ نرسری کے لئے ہوگا۔ ۴۔ چوتھا حصّہ امپت اور شفتل کے لئے مخصوص ہوگا

دیہی تنظیم دُرونیل
وادیٔ کریم آباد ۔ تحصیل گرم چشمہ
ضلع چترال

محمد سر تاج خان سوشل آرگنائزر اے کے آر ایس پی چترال

ضلع چترال صوبہ سرحد کے انتہائی شمال میں فلک بوس پہاڑوں میں گھری ہوئی وادی ہے۔ جس کا رقبہ بارہ ہزار تین سو کلو میٹر پر پھیلا ہوا ہے۔ چترال اپنی برفانی چوٹیوں، گنگناتے ندیوں، اُبلتے ہوئے چشموں، لہلہاتے کھیتوں اور بے تحاشا میوہ جات کی وجہ سے مشہور ہے۔ اس کی لمبائی ارندو سے بروغل تک چار سو چھپن کلو میٹر ہے۔ آریائی نسل کے یہ باشندے عہد عتیق سے یہاں کے تیز و تند موسمی حالات کا مقابلہ کرتے رہے ہیں۔ یونان کے نامور سپوت سکندر اعظم نے افغانستان کی طرف سے اس وادی پر یلغار کی۔ اور کافرستان کے مشہور کالاش قبیلے کو اپنے حملے کی یادگار کے طور پر یہاں چھوڑ کر آگے بڑھا۔ اس قبیلے نے صدیوں تک اس وادی پر حکمرانی کی۔ کالاش کے بعد یہاں کٹور خاندان بر سر اقتدار آیا۔ اور جاگیردارانہ نظام کے تحت اس ضلع کا انتظام چلاتے رہے۔ ۱۹۶۹ء میں سابقہ ریاست چترال کا ادغام آئینی طور پر حکومتِ پاکستان کے ساتھ ہوا۔ جاگیردارانہ نظام ختم ہونے کے بعد یہاں انتظامی خلا پیدا ہوا۔ وادی کے طول و عرض میں بکھرے ہوئے تقریباً پانچ سو پچاس گاؤں انفرادی طور پر اپنے مسائل حل کرنے کے لئے تگ و دو کرتے رہے تھے۔ ذرائع نقل و حمل مفقود تھے۔ لوگ خچروں اور گدھوں پر پہاڑی نشیب و فراز طے کرتے ہوئے کئی روز تک سفر کر کے اپنی ضروریاتِ زندگی حاصل کرنے پر مجبور تھے۔ آبپاشی کے غیر منظم اور محدود نظام کی وجہ سے زمین کا بیشتر حصہ بنجر پڑا ہوا تھا۔ ملازمت کے مواقع نہ ہونے کی وجہ سے ضلع کی بیشتر آبادی ملک کے دوسرے حصوں کی طرف جانے پر مجبور تھے۔ خوراک کی قلت تھی۔ ہر سال نومبر سے ۳۰ مئی تک لواری ٹاپ اور درہ شندہ دور برف باری کی وجہ سے آمد و رفت کے لئے بند ہو جاتا ہے اور لوگ محبوس ہو کر رہ جاتے ہیں۔ چھ مہینوں کے لئے بقایا دنیا سے بالکل کٹ جاتا ہے۔ مذہبی طور پر یہاں تین قسم کے عقائد رکھنے والے لوگ بستے ہیں۔ سنی، اسماعیلی اور کافر، کالاش۔

مندرجہ بالا مشکلات کو دیکھتے ہوئے پرنس کریم آغا خان نے مئی ۱۹۸۳ء میں اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی۔ کی ذیلی شاخ کھولنے کی ہدایت کی۔ جس کا مقصد غربت اور جہالت کا خاتمہ اور لوگوں کی معاشی حالت بہتر بنانا ہے۔ اس پروگرام کے تحت ادارے کے کارکن گاؤں گاؤں جا کر شیرازہ بندی، تنظیم اور ان کو ترقی کی طرف گامزن کرنے کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ یہ پروگرام عالمی شہرت یافتہ دفاعی کارکن جناب اختر حمید خان کے مشورں پر جناب شعیب سلطان خان کی زیرِ نگرانی کام کر رہے ہے۔

قدیم دیہی نظام

اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی۔ کے قیام سے پہلے بھی چترال میں گاؤں کے اجتماعی امور کو چلانے کے لئے ایک نظام کارفرما تھا۔ ہر گاؤں میں مشترکہ مفاد کا ایک گروپ ہوتا تھا۔ یہی نظام چترال کے دوسرے گاؤں کی طرح درونیل میں بھی چل رہا تھا۔ اسی نظام کو مقامی زبان میں "گرام" کہتے ہیں۔ گرام کا باقاعدہ اجلاس تو نہیں ہوتا تھا۔ لیکن عیادت، خانوں اور خوشی اور غم کے موقعوں پر جب سارے لوگ ایک جگہ جمع ہوتے تو گاؤں اجتماعی مفادات کے کاموں کے بارے میں بحث اور فیصلے کرتے تھے بعض

اوقات ضرورت پڑنے پر سارے لوگ ایک جگہ جمع ہوکر اپنے مسائل پر غور کرتے۔ ہر گرام کا اپنا لیڈر ہوتا ہے۔ سارے لوگ ان کی بات مانتے تھے۔ عام طور پر مندرجہ ذیل کام اجتماعی طور پر باہمی صلاح مشورے سے ہوتے تھے۔

غیر آباد زمین کے لئے نہریں نکالنے، چراگاہوں کی حفاظت اور گاؤں کے اندر سڑکیں یا پُل بنانے کے لئے اجلاس میں منصوبہ بندی کی جاتی۔ ایسے منصوبوں پر کام اپنی مدد آپ کے تحت ہوتا تھا۔ اوزار اور دوسرے چیزوں کی خریداری کے لئے چندہ کرکے رقم جمع کی جاتی۔ زمین کی تقسیم بھی چندہ جمع کرکے کیا کرتے تھے۔ پانی خاندانوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ ہر خاندان باری باری اپنے کھیتوں کو پانی دیتا۔ نہروں کی صفائی سال میں ایک دفعہ اور پھر ضرورت پڑنے پر جمع ہوکر کرتے تھے۔ نہروں کی مستقل نگہداشت کے لئے ایک یا ایک سے زیادہ آدمی مقرر کئے جاتے اس کو مقامی زبان میں "میر ثمروشے" کہا جاتا ہے۔ ان کو فصل پکنے کے بعد ہر آدمی اپنے حصے اور پہلے سے طے شدہ شرح کے مطابق گندم دیتا تھا۔ گاؤں میں مال مویشی چرانے کا بندوبست اجتماعی طور پر ہوتا تھا۔ بکریاں چرانے کے لئے گاؤں کے دو آدمیوں کو چرواہا مقرر کیا جاتا تھا۔ گاؤں کے لوگ صبح سویرے اپنے اپنے مال مویشیوں کو ایک مقررہ جگہ پر جمع کرتے۔ جس کو مقامی زبان میں "نبردن" کہا جاتا ہے۔ اور چرواہا آکر وہاں سے بکریاں چراگاہوں میں لے جایا کرتے تھے۔ اور شام کو واپس اسی مقام پر چھوڑ دیتے تھے۔ چرواہوں کو ہر گھر سے ایک دفعہ سال میں ایک بکری کا کھال اور نسالو کے گوشت سے ان کو حصہ ملتا تھا۔ اور روزانہ ہر گھر سے کھانے کے لئے چپاتی "اؤنار" ان کو ملتی تھی۔ معقول معاوضہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ نظام آہستہ آہستہ ختم ہوگیا۔ تو باری باری سے بکریاں چرانے کا نظام "سوت سیری" شروع ہوا۔ جو آدمی اپنی باری میں نہیں چراتا تو قانون کی خلاف ورزی کے جرم میں اسکی بکریوں کو ریوڑ سے خارج کردیتے تھے یا سارے بکریاں سزا کے طور پر اس کی زمین میں چھوڑ دیتے۔ اور اس کی فصل کو نقصان پہنچاتے۔ اگر کوئی آدمی اپنا مال ریوڑ سے باہر چراتا۔ تو اس کو بھی اپنی باری میں بکریاں چرانا پڑتا تھا۔ تاکہ وہ بھی مجبوراً بکریاں پالیں۔ گرمیوں میں مال مویشی گاؤں سے دور چراگاہوں (غاری) میں چرانے کے لئے چند آدمی اپنے اہل وعیال کے ساتھ چراگاہوں میں منتقل ہوتے تھے۔ اور گاؤں کے دوسرے لوگ اپنے مال مویشی چرانے کے لئے ان کے حوالے کرتے تھے ان کو فیصلہ شدہ شرح سے غلہ دیتے تھے۔ گائے اور دوسرے کمزور قسم کے جانوروں کو چراگاؤں میں چھوڑتے تھے۔ اور ان کی نگرانی کے لئے گاؤں کے دو، دو آدمی جاتے تھے اس کو مقامی زبان میں (لشیر والی) کہتے تھے۔ اس کا ایک فائدہ یہ تھا۔ کہ کمزور قسم کے جانوروں کو گھر لانے اور لے جانے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

جنگلات کا تحفظ بھی گرام کے ذمہ داری تھی۔ جنگل سے لکڑیاں لانے پر پابندی لگائی جاتی تھی۔ اس کو مقامی زبان میں (سق) کہتے ہیں۔ اس کے لئے ہر گاؤں کا اپنا قانون ہوتا تھا۔ بعض گاؤں میں گیلے لکڑی کاٹ کر لانے پر پابندی اور بعض میں تین سال تک کی عمر کے درخت کاٹنے پر پابندی ہوا کرتی تھی لیکن شادی اور غم کے موقعوں پر قانون میں نرمی کی جاتی تھی۔ گرام کے فیصلے کے مطابق دو تین آدمیوں نگران مقرر ہوتے تھے اگر کوئی خلاف ورزی کرکے لکڑی لاتا تو نگران اس کے لکڑی چھین لیتا۔ اور یہ لکڑی عبادت خانوں کو جلانے کے لئے دے دیں۔ نگران کا حکم نہ ماننے پر وہ گرام کے لیڈروں کو شکایت کرتا۔ تو گرام کے لیڈر خلاف ورزی کرنے والے کے جانوروں کو سزا کے طور پر ذبح کرکے لوگوں میں تقسیم کرتے مقررہ میعاد پابندی ختم ہونے کے بعد گرام کے فیصلے کے مطابق ہر خاندان کو مقررہ تعداد کے مطابق لکڑ لانے کی آزادی ہوتی ہے۔ اور پھر پابندی لگاتے تھے۔

زمینداری کے اوزار بنانے اور ان کی مرمت کا بندوبست بھی گرام کے اجتماعی بندوبست کے تحت ہوتا تھا۔ گاؤں کے سارے لوگ ایک ہی لوہار سے کام کرواتے اور لوہار سال کے اول میں اپنا معاوضہ جنس کی صورت میں سب سے برابر لیتا۔ اگر کوئی زمیندار سال میں کوئی کام بھی لوہار سے نہ کرواتا۔ تو بھی معاوضہ دیتا۔ زمینداری کے کاموں میں ایک دوسرے کے ہاتھ بٹانے اور کام جلدی ختم کرنے کے لئے دس پندرہ آدمیوں کا ایک گروپ ہوتا تھا۔ وہ باری باری ایک دوسرے کی کھاد کھیتوں تک لے جاتے تھے۔ اسی طرح کھیتوں میں ہل چلانے کے لئے ایک دوسرے کو بیل فراہم کرتے اور خود بھی ضرورت کے وقت ایک دوسرے کے کھیتوں میں ہل چلاتے۔ اس کو مقامی زبان میں (یار دوئی) کہتے ہیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ گاؤں کا پرانا نظام کار آہستہ آہستہ ڈھیلا پڑنے لگا۔ جب سے اے۔کے۔آر۔ایس۔پی کا پروگرام اس گاؤں کے لوگوں نے اپنایا ہے۔ تب سے گرام

کے پُرانے نظام میں جان آگئی ہے اور اب یہ نظام زیادہ مؤثر اور فعال تنظیم کی صورت میں دوبارہ بحال ہوا ہے۔ گرام کو تنظیم کا نام دے کر گرام کے لیڈروں کو تنظیم کے ممبروں کے اتفاق رائے سے صدر اور منیجر چُن لیا جاتا ہے۔ اور باقاعدہ ہفتہ وار اجلاس کے ذریعے ہر ممبر کو گاؤں کے کاموں میں حصہ لینے کا موقع مل گیا ہے۔ اور ہر ایک کو بولنے کا موقع مل گیا ہے۔ گاؤں کا نظام چلانے کے لئے گاؤں کے ترقیاتی کاموں میں ہر ایک کا مشورہ شامل کیا گیا ہے سب کو فائدہ پہنچانے کے لئے سرمائے کا بندوبست کیا گیا۔ اسی طرح آئندہ منصوبہ بندی کے لئے سرمایہ اکٹھا کرنے کا طریقہ کار وضع کیا گیا ہے۔ تاکہ انفرادی بچت کے ذریعے گاؤں کا اجتماعی سرمایہ بڑھ سکے۔ جدید زراعت اور نقصانات کی روک تھام کے لئے پُرانے نظام میں کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی نے اس کا طریقہ کار بہت آسان بنایا ہے۔ گاؤں کی سطح پر ماہرین پیدا کئے جاتے ہیں۔ تاکہ گاؤں کے اندر نقصانات کو کم کرنے کا مستقل بندوبست ہو سکے۔ زرعی قرضوں کے اصول اور آمدنی میں اضافہ کرنے کے لئے زائد پیداوار کو اجتماعی طور پر مارکیٹنگ کرنے کے طریقے بنائے جاتے ہیں۔

شادی بیاہ

شادی کرنے کے لئے لڑکے والے سرسری طور پر لڑکی والوں کو پیغام بھیجتے تھے۔ اور پھر گاؤں کے معتبرین کو جرگہ کی شکل میں لے جا کر لڑکی کا رشتہ مانگتے تھے۔ لڑکی والے اپنی مرضی کے مطابق لڑکے والوں پر شرائط لگاتے تھے۔ یہ شرائط غریب اور امیر کی مالی حیثیت کے مطابق ہوتیں۔ عام طور پر بندوق اور بیل کی فراہمی اور سامان بنانے کے لئے رقم کا مطالبہ کیا جاتا۔ جب تک یہ چیزیں لڑکی والوں تک نہیں پہنچتیں تو لڑکی کی رخصتی نہیں ہوتی تھی۔ صوبہ سرحد کے دوسرے اضلاع سے یہ رواج بالکل مختلف ہے۔ اسلامی قانون کے مطابق جب نکاح ہوتا ہے تو رخصتی سے پہلے لڑکے کو لڑکی کے گھر میں شب باشی کی اجازت مل جاتی تھی لیکن جب تک لڑکی والوں کی شرائط پوری نہیں ہوتیں۔ لڑکی کی رخصتی نہیں ہوتی۔ اکثر اوقات اولاد بھی ماں کے گھر میں پیدا ہوتی۔ اس علاقے میں شادیوں میں زیورات کا رواج نہیں ہے۔ صرف ضرورت کے مطابق کپڑے۔ بستر ے اور باورچی خانے کا ضروری سامان بناتے ہیں۔

شادی سے ایک دن پہلے مہمانوں کو دعوت ولیمہ دی جاتی اور دوسرے دن لڑکے کے گھر سے مرد زیادہ سے زیادہ بیس تک برات لانے کے لئے لڑکی کے گھر جاتے ہیں۔ اور لڑکی کو اپنے ساتھ جیپ یا گھوڑے پر سوار کر کے یا اگر قریب ہو تو پیدل لاتے ہیں۔ لڑکی کے ساتھ اس کا باپ۔ بھائی یا اس کا ماموں یا خاندان کا کوئی مرد لڑکے کے گھر آتا ہے۔ اس رواج کو (بیدانشک) کہتے ہیں۔ یہ آدمی لڑکے والوں کا خاص مہمان ہوتا ہے۔ واپسی پر لڑکے والے اس کو بندوق۔ بیل۔ گھوڑا۔ کپڑے۔ چوغا اور بہت سارے تحفے دیتے ہیں۔ اس کو اوسیل کہتے ہیں۔ اگر لڑکی کا بھائی۔ ماموں یا کوئی دوسرا قریبی رشتہ دار کسی چیز کا مطالبہ کرے۔ تو اس رواج کو (مالک بشو) کہتے ہیں۔ شادی کے تیسرے دن گھر کی بوڑھی عورت لڑکے کو لڑکی کے کمرے میں لے جاتی ہے۔ اور ان کی نئی زندگی کے آغاز پر مبارک باد دیتی ہے۔ اسی طرح ان کی نئی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔ درمیانہ آدمی کی شادی پر بیس[۲۰۰۰۰] ہزار روپے خرچہ آتا ہے۔

شادی کے تیسرے دن لڑکا سُسرال جاتا ہے۔ اس کے ساتھ اس کے دوست بھی ہوتے ہیں۔ اور رشتہ دار اس کو اشپر لیشی پوشیک کہتے ہیں۔ ساتھ بکرا یا بھیڑ ذبح کر کے لے جاتا ہے۔ پھر ہفتہ دس[۱۰] دن کے بعد لڑکی اپنے ماں باپ کے گھر جاتی ہے تو اس کے ساتھ بھی بکرا ذبح کر کے لے جاتے ہیں۔ اس کو غیبچی نزبک کہتے ہیں۔

کسی کے انتقال پر گاؤں کے تمام رشتہ دار تین دن تک صبح سے شام تک غم زدہ خاندان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ تین دن ان کو اور مہمانوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ تین دن کے بعد اسلامی احکام کے مطابق خیرات کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ دور دور سے دوست احباب فاتحہ خوانی کے لئے آتے ہیں۔ اس رسم کو (باشرو) کہتے ہیں۔

خوشی

شادی بیاہ بیٹا یا بیٹی کے پیدا ہونے پر بھی لوگ ایک دوسرے کے گھروں میں مبارک باد دینے جاتے ہیں۔ شادی کے موقع پر قریبی عزیز اور رشتہ دار لڑکے اور لڑکی والوں کو تحفہ دیتے ہیں۔ اس کو بندار کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ شادی کے موقع پر عزیز اور دوست آکر ہوائی فائرنگ کر کے اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ نیز پہلے لڑکی کی ولادت پر عزیز اور قریبی رشتہ دار دوپٹہ یا

پورا سوٹ لے کر جاتے ہیں۔ اس کو (حدور) کہتے ہیں۔

"درونیل کا حدود اربعہ"

درونیل گاؤں چترال سے شمال مشرق کی طرف وادی کریم آباد تحصیل لٹکوہ یونین کونسل لشگرام میں واقع ہے۔ اس کے جنوب میں شغور شمال میں سوسوم مشرق کی طرف وادی بارسان اور مغرب کی طرف ہنجیل گاؤں واقع ہے۔ گاؤں درونیل سوسوم دوڑ کے مغرب میں واقع ہے۔ اور چترال سے ۲۰ بیس میل دور ہے۔

"وجہ تسمیہ"

درونیل لفظ درون سے ماخوذ ہے۔ درون مقامی زبان میں چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں کو کہتے ہیں۔ جو خود بخود اگتی ہیں۔ اور پروان چڑھتی ہیں۔ یہ جلانے کے کام آتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس گاؤں کا نام درونیل پڑا ہے۔ کیوں کہ درون یہاں بکثرت اُگتی ہیں۔

"مختصر تاریخ" :- کہا جاتا ہے۔ کہ آج سے ۲۰۰ دوسو سال پہلے باشندگان درونیل کا جد امجد افغانستان کے علاقہ صیبور سے چترال آکر "ایون" میں آباد ہوگیا۔ ایون میں چند دن گزارنے کے بعد سواخت کا رخ کیا۔ یہ گاؤں درونیل سے شغور کی طرف تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ لیکن حاکم وقت نے اسے یہاں سے نکال دیا تو درونیل آکر اس نے جنگل سے درخت کاٹ کر اپنے لئے ایک چھوٹا سا گھر بنایا۔ اور ایک چشمے سے پانی لاکر تالاب بنایا۔ اس وقت اپنے گزارے کے لئے صرف دو کھیت بنائے جن کو اس تالاب سے سیراب کرتا تھا۔ اس کے بعد ملاشیل گاؤں سے تھوڑا سا پانی ملا۔ تو تین کھیت اور آباد کیئے۔ جب چترال میں غضنب شاہ کا دور آیا۔ تو اس وقت گاؤں کافی آباد ہو گیا تھا۔ اور زرعی پیداوار دوسرے گاؤں سے زیادہ تھی۔ اس وقت سولہ ہکورم یعنی تیئس کنال زمین پر فصل کاشت کرتا تھا۔ اور باقی چراگاہ تھی۔ جب غضنب شاہ کو یہاں کی زرخیز زمین کے بارے میں پتہ چلا تو اس نے تمام گاؤں کو شاہی جاگیر میں شامل کیا۔ بعد میں دادا جان جو کہ غضنب شاہ کا رضاعی بھائی تھا نے منت سماجت کی۔ اور اسی طرح تیئس کنال زمین واپس لے لی۔ اور چراگاہ پر حکومت وقت کا قبضہ ہوگیا۔ بعد میں یہ زمین شاہی خاندان کے قبضے میں رہی۔ سر شجاع الملک کے دور میں محترم شاہ کی اولاد کو میرسان میں جاگیر ملی۔ اور یہ زمین شاہی خاندان میں ہی رہی۔ بعد میں یہ زمین ایک مذہبی رہنما شاہ عبدالحسن کو دی گئی۔ لیکن شاہ صاحب بہت جلدی افغانستان واپس چلے گئے۔ اور یہ زمین بعد میں تحصیل لٹکوہ کے گورنر شہزادہ متاع الملک کے قبضے میں آئی اس نے اپنے دور حکومت میں تین دفعہ یہاں نہر نکالنے کی کوشش کی۔ اور ایک دفعہ نہر کامیاب ہوگئی تھی۔ لیکن نگہداشت نہ ہونے کی وجہ سے یہ نہر پھر ختم ہوگئی۔

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۶ء میں یہاں سے اس کے زمین دار بھی غائب ہو گئے۔ باغات اور جنگلات پانی نہ ہونے کی وجہ سے ختم ہو گئے کئی سالوں تک یہ زمین ویران پڑی تھی۔ ۱۹۷۸ء میں درونیل کے بارہ گھرانوں نے نوسو کنال زمین ۵۰۰۰۰ پچاس ہزار روپے پر خریدی۔ اور پھر ۱۹۷۹ء میں بارہ ۱۲۰۰ سو کنال زمین ایک لاکھ ۱،۴۰،۰۰۰ چالیس ہزار روپے پر خریدی۔ پہلے والے زمین کے لئے پانی کا انتظام تھا۔ جب کہ بعد میں خریدی گئی زمین کے لئے پانی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ اس لئے یہ زمین پہلے کے مقابلے کم قیمت پر خریدی گئی۔

اس وقت گاؤں میں یہ پوزیشن تھی۔ کہ درونیل کے ساتھ ایک سو بتیس کنال زمین تھی۔ اور ساتھ والے گاؤں "گلے" کے پاس دوسو کنال زمین تھی گلے گاؤں میں پندرہ گھر ہیں۔ اور درونیل گاؤں میں بھی اس وقت پندرہ گھرانے بن گئے ہیں۔ بارہ سو کنال زمین درونیل کے پندرہ گھرانوں کی ملکیت بنی اور اس کے علاوہ آٹھ سو کنال زمین گلے اور درونیل کے مشترکہ غیر آباد زمین تھی۔ اسی طرح اس تیس گھرانوں کو اب دو ہزار کنال غیر آباد زمین مل گئی ہے۔

"ذرائع آمدورفت"

۱۹۶۰ء تک صرف شغور تک سڑک تھی چترال سے شغور تک چودہ میل کا راستہ یہ لوگ جیپ سے طے کرتے تھے۔ اور باقی چھ میل پیدل چلتے تھے۔ ۱۹۶۰ء میں پرنس کریم آغا خان کا چترال آنے کا پروگرام بنا۔ تو یہاں کے لوگوں کو معلوم ہوا۔ کہ آغا خان صاحب سوسوم آنا چاہتے ہیں۔ اس وادی کے ایک ہزار مردوں نے

کمر باندھ کر جوان مردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تین مہینوں میں تیرہ میل سڑک اپنی مدد آپ کے ذریعے شفور سے سوسوم تک تعمیر کی اور سوسوم میں اسی جذبے کے تحت ایک زبردست قیام گاہ آغا خان ہاؤس بھی بنایا جو کہ اس دور دراز علاقے میں لوگوں کی محبت عقیدت کو ظاہر کرتی ہے۔ اس عقیدت کی وجہ سے اس وادی کے لوگوں کو آمدورفت کی سہولت میسر آگئی۔ وقتی طور پر دریائے گرم چشمہ پر ایک پل بھی بنایا گیا۔ لیکن بعد میں اس کی نگہداشت نہ ہونے کی وجہ سے چند سالوں میں یہ سڑک اور پل آمدورفت کے قابل نہیں رہے۔

درونیل شفور سے آٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر سڑک کے کنارے واقع ہے۔ علاقے کے دوسرے گاؤں کی طرح سڑک کی نعمت سے محروم رہا۔ یہاں کے لوگ ۱۹۸۲ء تک ضروریات زندگی چترال سے شفور تک جیپوں میں لاتے تھے۔ اور پھر یہاں سے اُٹھا کر کندھوں پر اپنے گھروں میں لے جایا کرتے تھے۔ اور اسی طرح تکلیف کی یہ زندگی گزارتے تھے۔ ۱۹۸۲ء میں محکمہ تعمیرات نے دریائے گرم چشمہ پر لکڑی کا پُل بنایا۔ اور اسی طرح یہ وادی علاقے کے دوسرے حصوں کے ساتھ مل گئی۔ یونین کونسل اور بعد میں ڈسٹرکٹ کونسل نے اس سڑک کی نگہداشت کا ذمہ لیا۔ اور اب یہ سڑک چودہ فٹ چوڑی ہے۔ اور ہر قسم کی ٹریفک کے لئے کھلی ہے۔

"گاؤں کی حالت"

اس گاؤں میں کل تیس گھرانے آباد ہیں۔ اور دو قومیت کے لوگ اس میں بستے ہیں۔ ایک کا نام صبور اور دوسرے کا کوناٹ ہے۔ ہر قوم کے پندرہ گھرانے ہیں۔ ان کے پاس کل تین سو بیس کنال زمین آباد ہے۔ جس میں سے ایک سو بیس کنال زمین صبور قوم کی ہے اور دو سو کنال زمین کوناٹ قوم کی ہے اس زمین کو سیراب کرنے کے لئے ان کی ایک مشترکہ نہر ہے ان کا یہ کہنا ہے۔ کہ ہمارا یہ پانی برابر ہے۔ لیکن ایک قوم کی زمین کم اور دوسری کی زیادہ ہے۔ اس لئے کبھی کبھی پانی پر تنازعہ کھڑا ہوتا ہے لیکن گاؤں کے ذمہ دار حضرت باہمی افہام و تفہیم سے معاملے کو رفع دفع کرتے ہیں۔

ان کے کہنے کے مطابق پہلے ہر سال اکتوبر کے مہینے میں ہر گھر سے ایک آدمی ملک کے دوسرے شہروں میں مزدوری کے لئے جاتا تھا۔ لیکن جب سے اے۔کے۔آر۔ایس۔پی کا پراجیکٹ جنوری ۱۹۸۵ء میں یہاں شروع ہو گیا ہے صرف دس ممبران گاؤں سے باہر چلے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک سعودی عرب میں ہے۔ اور باقی ملک کے مختلف شہروں میں مزدوری کرتے ہیں۔ غلے کی ضرورت گاؤں میں پوری نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے لوگ پہلے چترال کے سرکاری گودام سے گندم۔ چاول۔ چینی اور دالیں وغیرہ لاتے تھے لیکن ۱۹۸۰ء سے شفور میں گودام کی تعمیر سے اب ضروریات زندگی شفور سے لاتے ہیں۔ یہاں گاؤں میں گورنمنٹ کی طرف سے کوئی سکول، ہسپتال وغیرہ نہیں ہے پینے کے پانی کی ایک اسکیم یونیسیف کی طرف سے تعمیر کی گئی ہے۔ جس میں پائپ کے علاوہ باقی سارا کام گاؤں کے لوگوں نے خود کیا ہے۔ اور آپ اس کی نگہداشت کی ذمہ داری بھی گاؤں والوں نے لی ہے ۱۹۸۵ء میں کوآپریٹیو سوسائٹی بنائی گئی ہے۔ جس کے ۶۲ ممبران ہیں۔ ان کا کل حصص بائیس ہزار روپیہ ہے۔ سوسائٹی کے صدر ماسٹر میر ولی خان نے بتایا کہ مئی ۱۹۸۶ء میں ہم نے اس سوسائٹی کے ذریعے ۹۶۰۰۰ روپے بطور قرضہ لئے ہیں۔ جس کو نو مہینوں کے بعد واپس کرنا ہے۔ ان کے کہنے کے مطابق تیئیس ہزار روپیہ ممبروں میں تقسیم کی گئی ہے اور باقی رقم تنظیم کے ایک ممبر میر گلاب خان کو لوگوں کے مشورے سے دی گئی ہے کہ وہ اس رقم کو اپنے کاروبار میں لگا کر منافع برابر تقسیم کرے گا۔ اس گاؤں میں کل بارہ ہزار ممبران تعلیم یافتہ ہیں۔ جن میں سے چار ممبران یہاں چار مختلف سرکاری اور آغا خان سکولوں میں ماسٹر ہیں اور آٹھ ممبران معمولی تعلیم یافتہ ہیں۔ اب تقریباً ہر گھر کے بچے اور بچیاں پڑھتے ہیں۔ تعلیم کا رجحان بہت اچھا ہے۔

اے۔کے۔آر۔ایس۔پی کے ساتھ تعلق

گاؤں کے لوگوں نے ۱۹۷۸ء میں شہزادہ متاع الملک سے زمین خریدنے کے بعد زمین کی آبادکاری اور پانی کے انتظام کے منصوبے بنائے تھے۔ لیکن سرمایہ کی کمی اور نااتفاقی کی وجہ سے اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے۔ ۳۰ جون ۱۹۸۳ء کو ایک خط کسی کے ذریعے گاؤں میں آیا کہ کل مورخہ یکم جولائی کو جناب غلام حبیب صاحب سوشل آرگنائزر اے۔کے۔آر۔ایس۔پی چترال گاؤں درونیل تشریف لا رہے ہیں اور ٹھیک دوسرے دن پروگرام کے مطابق غلام حبیب صاحب

تشریف لائے۔ اور تمام کے تمام گاؤں کے رہنے والوں کو جمع کر کے ان کے سامنے اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی کے اغراض و مقاصد بیان کئے یہاں کے لوگوں نے وقت کو غنیمت جان کر بغیر کسی تامل کے غلام حبیب صاحب کے کہنے پر عمل کیا۔ اور گاؤں میں دیہی تنظیم بنائی گئی۔ جس کا پہلا اجلاس یکم اگست ۱۹۸۳ء کو ہوا۔ اس میں تیس ۳۰ گھرانوں کے ۴۰۔ ممبران نے شرکت کی۔ جس میں ممبران نے متفقہ طور پر میر گلاب خان کو صدر اور ماسٹر شرف الدین کو مینیجر مقرر کیا۔ اور اس کارروائی کی ایک نقل چترال بھیج دی گئی جس میں ترجیحی بنیاد پر نہر کشی کے منصوبے کے سروے کی نشاندہی کی گئی۔ قرارداد ملتے ہی غلام حبیب صاحب نے انجنیئر درجات اور سب انجنیئر غلام جلیل کو سروے کے لئے بھیجا۔ جب سروے کیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ نہر پانچ مختلف گاؤں کے فصلوں، باغات، جنگلات اور گھروں سے گزرے گی۔ تو اسی دن ایک طوفان کھڑا ہو گیا۔ اور تمام گاؤں کے لوگوں نے اس نہر کی مخالفت شروع کی۔ یہ تنظیم کے ممبران کے لئے ایک بہت بڑا مسئلہ بن گیا۔ لیکن تنظیم کے ممبروں نے اجتماعی مفادات اور دیرینہ مقصد کے حصول کے لئے ہر مشکل اور ہر مخالفت کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے پختہ عزم کا اظہار کیا۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے تنظیم نے ماسٹر میر ولی خان کے زیرنگرانی گاؤں کے چند معتبر ممبران کی ایک ذیلی کمیٹی بنائی۔ جن کو ان پانچ گاؤں کے تمام ممبران کو راضی کرنے کی ذمہ داری دی گئی۔ میر ولی جو ایک تعلیم یافتہ آدمی ہے (بی۔ اے۔ بی۔ ایڈ) اور گورنمنٹ مڈل سکول سوسوم کا ہیڈ ماسٹر ہے اور لوکل کونسل کا صدر بھی ہے۔ پورے ایک سال تک ان لوگوں کو راضی کرنے کی کوشش اور اس مسئلے کے ہر پہلو پر لوگوں کے ساتھ مذاکرات کئے۔ اور ان تمام مذاکرات سے صرف اس کمیٹی کے ممبران کو باخبر رکھا۔ اور باقی ممبران کو آخری وقت تک کچھ نہیں بتایا۔ آخر کار ایک سال تک کوشش کرنے کے بعد میر ولی خان صاحب پر لوگوں نے جو اعتماد کیا تھا وہ اس میں کامیاب ہو گئے۔ اور درونیل کو نہر بنانے کی اجازت مل گئی۔ اور ستمبر ۱۹۸۴ء کو سب انجنیئر غلام جلیل نے دوبارہ سروے کیا۔ جو کہ اراضی کی حدود سے منبع تک ۲۶،۰۰۰ فٹ نکلا۔ اسی طرح تنظیم کے ممبران باقاعدگی سے ہفتہ وار اجلاس اور بچت کرتے رہے آخر کار ۱۰ جنوری ۱۹۸۵ء کو اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی کی طرف سے اس نہر کی تعمیر کے لئے ۱۰۷۵۴۹۲ روپے کا عطیہ دینے کا وعدہ کیا گیا۔ جس کو تنظیم کے ممبران نے باہمی صلاح مشورے کے بعد اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی کے کارکنوں کے سامنے لینے کی رضامندی ظاہر کی۔ اور اسی وقت کل رقم کا ۱/۵ حصہ بذریعہ چیک وصول کیا۔ ۱۶ مارچ ۱۹۸۵ء کو نہر کی تعمیر کا کام شروع کیا گیا۔ اس وقت پھر کئی مسائل سامنے آئے لوگوں کو اس مشکل کام کو کرنے کی ترغیب دینا اور آمادہ کرنا سب مشکل تھا۔ تاہم اپنے ہوشیار نمائندوں اور اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی کے کارکنوں کے مشورے سے یہ کام بہت مشکل سے چلتا رہا۔ ایک نہ ایک دن ایک آدمی سامنے آتا اور کہتا کہ میں اپنے کھیت میں سے نہر لے جانے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ کچھ لوگوں کو نقد رقم دی گئی۔ اور کچھ لوگوں کو نہر پر مزدوری کرنے پر راضی کیا۔ تو اس سے تنظیم کا یہ فائدہ ہوا۔ کہ افرادی قوت کی کمی کا جو مسئلہ تھا۔ وہ حل ہو گیا۔ اور یہ لوگ بھی راضی ہو گئے۔ اسی طرح اس مشکل حالات میں نہر پر مسلسل کام جاری رہا۔

یہ نہر ساٹھ گھرانوں کی زرخیز زمینوں اور گھروں کے درمیان سے ہو کر گزرتی کھڑی فصلوں کو اکھاڑتی پچیس آدمیوں کے جنگلات کو متاثر کرتی ۳،۰۲۰ درخت کاٹتی اور پانچ آدمیوں کے مکانات گراتی جو دوسری جگہ تعمیر کئے گئے آگے بڑھی۔ لیکن ممبران آخری وقت تک ان تمام لوگوں کے ساتھ بڑی نرمی اور حسن سلوک سے پیش آئے۔ جن لوگوں کی فصلوں اور مکانات کو نقصان پہنچا۔ جس دن مکان گراتے تھے اسی دن وہ لوگ اس کارِ خیر میں خود شامل ہوتے۔ اور دوپہر کا کھانا بھی دیتے تھے۔ یہ سب کچھ صرف اسی وجہ سے ممکن ہو سکا کہ ممبران میں اُلفت۔ اخلاق اور انکساری کا جذبہ تھا۔ جب نہر کے بناتے ہوئے کسی مسئلے کے پیش آنے کا امکان پیدا ہوتا۔ تو ممبران پہلے سے اس کو حل کرنے کی کوشش کرتے۔ اسی طرح یہ نہر سولہ ماہ کے عرصے میں ستمبر ۱۹۸۶ء کو کافی مشکلات کے بعد مکمل ہو گئی۔ اس کام کے دوران دو ۲ دفعہ سیلاب کی وجہ سے بھی کافی نقصان ہوا۔ لیکن ممبران نے اس کی بھی بروقت مرمت کی۔ اور ہر مشکل کا اچھی طرح مقابلہ کیا۔

نہر مکمل ہونے کے بعد گاؤں کے لوگ جمع ہو گئے اور اپنے ہفتہ وار اجلاس میں فیصلہ کیا۔ اور اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی کے عملے سے درخواست کی کہ اب ہم کو اس زمین کو آباد کرنے کا طریقہ کار میں مدد کی جائے۔ دوسرے ہفتے اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی کے سوشل آرگنائزر بمعہ سب انجنیئر گاؤں میں آئے اور تنظیم کے ممبران کے ساتھ مل کر غیر آباد زمین کا ایک نقشہ بنایا۔ اور ماہر زراعت کے مشورہ سے اور لوگوں کی باہمی رضامندی

سے موقع پر ۱۹۰۷ کنال زمین کی آبادکاری کے پانچ سال کا ایک منصوبہ تیار کیا۔ نومبر ۱۹۸۶ء میں جنرل منیجر صاحب نے لوگوں سے مشورے کے بعد دو لاکھ روپیہ قرضہ برائے آبادکاری دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن قرضہ لینے سے پہلے آبادکاری کا کام شروع تھا۔ اور اسّی کنال زمین پر جو کہ تقسیم شدہ ہے۔ دس من گندم کاشت کی گئی تھی۔ جنرل منیجر صاحب کے جانے کے بعد اے۔ کے۔ آر۔ ایس۔ پی چترال کی طرف سے ان کو آبادکاری کے لئے قرضے کی پہلی قسط پچاس ہزار روپے دی گئی۔ ابھی تک اس سال ۱۵۰ کنال زمین پر مشترکہ طور پر ۷۰۰۰ جنگلی درخت لگا دیئے ہیں۔ اس کے علاوہ ۳۰۰۰ پھل دار درخت انفرادی طور پر لگائے گئے ہیں۔ چونکہ یہ زمین پہلے سے تقسیم شدہ ہے لیکن تنظیم بننے کے بعد لوگوں نے مشترکہ کام کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس لئے درختوں کو پانی دینے کے لئے ہفتے میں دو ۲ دفعہ باری باری دو ۲ دو ۲ آدمیوں کی ذمہ داری لگائی گئی ہے۔ کہ وہ درختوں کو پانی دیدیں تنظیم کے ممبران نے دو کنال زمین زمین بارہ سو ۱۲۰۰ روپے سالانہ کے حساب سے ایک ممبر سے لی ہے۔ اور اس میں نرسری کے ۵۰۰۰ پھل دار پودے لگائے ہیں۔ سکول کے دو ۲ ماسٹر صاحبان اس کو پانی دینے کے ذمہ دار ہیں۔ کیونکہ شام کو یہ صاحبان فارغ ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو کام ہوتا ہے وہ ممبران باری باری پر کرتے ہیں۔

جانور پرانے طریقہ کار کے مطابق باری باری روزانہ چرانے کے لئے لے جاتے ہیں۔ اور گرمیوں میں دو تین آدمی مقرر رہتے ہیں۔ ان کو بتیس جانوروں کو چرانے کے لئے تین مہینے کا خرچہ دو ۲ من گندم یا مکئی دیتے ہیں۔ اس سال یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ جو زمین اس سال آباد کی ہے یعنی اسّی کنال پر گندم کاشت کی ہے۔ جس طرح اس کی کاشت سب نے مل کے کی ہے۔ اسی طرح کٹائی اور تھریشنگ بھی ایک ساتھ کریں گے۔ پھر گندم اور بھوسہ تقسیم کیا جائے گا۔ ۵۰۰۰ جنگلی درخت لگائے گئے ہیں۔ جس کا منافع تنظیم کی بچت میں داخل کریں گے یہ سب ممبران کا متفقہ فیصلہ ہے۔ پانی کی تقسیم بھی اس طرح کی ہے۔ کہ تیس گھرانوں کو پانچ ۵ گروپوں میں تقسیم کیا ہے۔ اور سب کو زمین کے حصے کے مطابق پانی ملتا رہے گا۔ اب چونکہ پانی زیادہ ہے اور زمین کم۔ اس لئے لڑنے جھگڑنے کے امکانات نہیں ہیں۔ ابھی تک ان کی پوری زمین کو پانی نہیں ملا ہے۔ اس لئے مزید چار ہزار فٹ نہر بنانے کا منصوبہ تیار کیا گیا ہے۔ اس میں سے ایک ہزار فٹ اس وقت تک بنایا جا چکا ہے۔

اس تنظیم کی کل بچت ۹۰،۰۰۰ روپیہ ہے جس سے ۲۶،۰۰۰ روپیہ ۲۵ خواتین ممبران کی بھی بچت شامل ہے۔ تنظیم نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ قرضے کی دوسری قسط سے ہم مزدوری کا ایک پیسہ بھی نہیں لیں گے۔ اور یہ رقم مساوی تقسیم کر کے بچت میں جمع کریں گے یہ رقم چالیس مرد ممبروں کے حصے میں جائے گی کیونکہ نہر اور زمین کی آبادکاری کا کام مردوں کے ذمہ ہے عورتوں نے تین کنال زمین ایک ہزار روپے سالانہ کے حساب سے کرائے پر لی ہے۔ اور اس میں اس سال مختلف قسم کی سبزیاں کاشت کی ہیں۔

پچھلے سال تنظیم نے دس ہزار روپیہ تجارت کے لئے قرضہ لیا تھا۔ اس پر دالوں اور پٹی کی خرید و فروخت سترہ سو روپیہ منافع ملا تھا۔ دو سو روپیہ ۲۰۰ خرچ نکال کر پندرہ سو روپیہ تمام ممبران میں ۲۵ روپیہ فی ممبر کے حساب سے تقسیم کیا ہے۔ ابھی اس سال انہوں نے ۵۰،۰۰۰ روپیہ قرضہ لیا ہے اور پہلے سے منصوبہ بندی کی ہے۔ کہ ہم تمام ممبران سے نقد رقم پر پٹی مختلف قسم کی دالیں۔ جو۔ آلو۔ خوبانی اور سیب خریدیں گے۔ اور اس پر جو بھی منافع آئے گا۔ اس کو برابر تقسیم کریں گے۔ سردیوں میں ارانڈو اور حدک لشٹ سے جلانے کی لکڑیاں لائیں گے۔ اور یہاں فروخت کریں گے۔

اجتماعی ترقی کے اصول

محمد کثیر سوشل آرگنائزر۔ گلگت ڈسٹی ایریا

معاشرے کی درجہ بندی مختلف طریقے سے کی جا سکتی ہے۔ مثلاً اقتصادی درجہ بندی کے لحاظ سے، سیاسی لحاظ سے، مذہبی لحاظ سے اور پیشے کے لحاظ سے۔ لیکن ان تمام درجہ بندیوں میں سب سے اہم درجہ بندی ابن خلدون رح نے کی ہے جو آج بھی اتنا ہی درست ہے۔ جتنا کہ اُن کے اپنے عصر میں تھا۔ یعنی (الف) دیہی طبقہ اور (ب) شہری طبقہ۔ یہ دونوں اپنے خواص کے لحاظ سے بالکل مختلف ہیں۔ ان دونوں طبقوں کے وسائل و مسائل بھی مختلف ہیں۔ چنانچہ ہر طبقہ اپنے مسائل اور کارکردگی میں دلچسپی رکھتا ہے۔ طبقہ چاہے دیہی ہو یا شہری، گروہی زندگی کو دونوں طبقوں میں بڑی اہمیت حاصل ہے بہت سے مسائل اتنے بنیادی نوعیت کے ہیں۔ کہ ان کی وجہ سے اجتماعی ترقی مسدود ہو گئی ہے۔ ان مسائل کے حل میں دونوں طبقہ کے لوگوں کی مشترکہ دلچسپیاں درکار ہیں۔ اگر طبقہ کے لوگ اپنے محدود وسائل کو اجتماعی طور پر استعمال کریں۔ تو بڑے سے بڑا معاشرتی مسئلہ بآسانی حل ہو سکتا ہے۔

طبقہ وہ مقامی گروہ ہے جس میں کچھ اجتماعیت اور کچھ مُشترک ادارے پائے جاتے ہیں۔ یعنی طبقہ میں مقامی گروہ کے خواص ضروری ہیں ایک مقامی گروہ میں سالمیت، یکسانیت اور باہمی ہمدردی کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ ان خواص کے علاوہ اس گروہ کے افراد میں ایک دوسرے سے قربت پائی جاتی ہے وہ ایک دوسرے کے قریب ہو کر آپس میں انجذاب کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

اجتماعی ترقی سے مُراد وہ پالیسی یا حکمت عملی ہے جس سے مقامی عمل کے ذریعے سماجی ترقی حاصل کی جاتی ہے خاص انداز اور طریقے استعمال کئے جاتے ہیں۔ تو گویا اجتماعی ترقی ایک سکیم ہے۔ یا ایک پروگرام ہے جس میں ایک مخصوص علاقہ کے لوگوں سے کام لے کر انہیں معاشرتی ترقی دی جاتی ہے۔ اس پروگرام میں خاص انداز اور طریقے اختیار کئے جاتے ہیں۔

۱۔ اجتماعی ترقی ایک اسکیم، پروگرام یا پالیسی ہے۔

۲۔ اسے ایک خاص علاقہ کے لوگوں کے لئے تیار کیا جاتا ہے

۳۔ تاکہ اس مخصوص علاقہ کے لوگ اپنی اجتماعی کوششوں سے سیاسی، سماجی اور اقتصادی طور پر ترقی کر سکیں۔

۴۔ ان لوگوں کے مزاج کے مطابق ایک خاص انداز اختیار کیا جاتا ہے۔

مذکورہ مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اس علاقہ میں مندرجہ ذیل دو عوامل کا ہونا ضروری ہے۔

۱۔ لوگوں میں باہمی تعاون، اپنی مدد آپ اور جدّت (نئی چیز کو اپنانا) پائی جائے یا پیدا کی جائے۔

۲۔ معاشی و معاشرتی زندگی کے انداز، طریقے، علم اور تجربات لوگوں میں پائے جائیں۔ جو کچھ اردگرد کی دنیا میں ہو رہا ہو۔ اس کا تجربہ رکھتے ہوں۔ یا کم از کم معلومات ضرور حاصل ہو۔

پس اجتماعی ترقی اس طبقے کے مسائل کے حل کا ایک پروگرام ہے جو اپنی مدد آپ کرنے کو تیار ہیں۔ جن افراد میں باہمی تعاون موجود ہے اور جو قدامت پسندی سے ہٹ کر اپنی معاشرتی زندگی میں تبدیلی لا کر ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ یا ان باتوں کی خواہش ان میں موجود ہے۔ اگر خود انہیں نئے تجربات حاصل نہیں۔ تو دوسروں کے تجربات کا علم ہو یا تجسّس پایا جائے۔ اگر کسی طبقے یا معاشرے کے لوگوں نے اپنی مدد آپ کے تحت اپنے گاؤں میں پانی کی قلت کو دور کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ اور اس طرح اپنی پیداوار میں زبردست اضافہ کر کے اپنی زندگی کو بدل ڈالا۔ تو دوسرے معاشرے یا طبقے والے لوگ بھی اس سے

سبق سیکھ کر اسی قسم کے تجربات کو اپنانا چاہیں گے۔ تو وہاں اجتماعی ترقی کا پروگرام کامیاب ہو سکتا ہے۔

اجتماعی ترقی کے عناصر (اصُول)

طبقے میں کئی مسائل بیک وقت پائے جاتے ہیں۔ کوئی مسئلہ دوسرے مسائل میں سب سے اہم ہوتا ہے۔ وہ مسئلہ جسے طبقے کے لوگ عام طور پر محسوس کرتے ہیں جس کے متعلق ان لوگوں کا احساس واضح ہو۔ وہی اُن کے لئے سب سے اہم اور پہلا مسئلہ ہے مسائل کو اہمیت کے لحاظ سے ترتیب دیا جا سکتا ہے۔ اس ترتیب میں سب سے اہم مسئلہ سب سے پہلے پھر اس سے کم اہم مسئلہ دوسرے نمبر پر اور اسی طرح سب سے کم اہم مسئلہ آخر میں حل کیا جائے گا۔ مسائل کی درجہ بندی میں ان لوگوں کی رائے کو فوقیت دی جائے۔ جو مقامی ہوں۔

اجتماعی ترقی کی بنیاد درج ذیل اصُول ہیں

۱۔ کسی بھی ترقیاتی پروگرام میں وہ حرکات یا کام شامل ہوں۔ جو طبقہ کے لوگوں کی ابتدائی ضرورت کے مطابق ہوں۔ اس اصول کے تحت طبقہ کی بنیادی ضروریات کا جائزہ لینا ضروری ہے اور سب سے اہم مسئلہ کے بارے میں جائزہ لیا جائے۔ اور ابتدائی طور پر اس کی طرف توجہ دے کر حل کرنے کی کوشش کی جائے جو ا سکے۔ آر۔ ایس۔ پی بفضل خدا عطیہ کی رقم سے ہر گاؤں میں کر رہی ہے

۲۔ اجتماعی ترقی کا سب سے کامیاب تجربہ یہ ہوگا۔ کہ کئی طبقاتی علاقوں کے منصوبوں میں باہمی ربط پیدا کیا جائے۔ اور کئی طبقے آپس میں مل جُل کر کام کریں۔

اس اصول کے تحت لوگوں کی اجتماعی کوششوں کو وسعت دے کر کئی طبقوں تک پھیلایا جائے۔ وہ طبقے جو جغرافیائی، ثقافتی اور معاشرتی لحاظ سے قریب ہوں۔ اور ان کے مسائل بھی مشترک ہوں۔ تو ترقی کے ایک ہی پروگرام ان سب طبقوں میں بیک وقت شروع کر کے ان کی فہم میں تنظیم پیدا کی جا سکتی ہے۔

۳۔ لوگوں کے نئے رجحانات اتنے اہم ہیں۔ جتنا کہ ترقی کے مراحل میں مادی وسائل۔

اجتماعی ترقی میں نئے خیالات، نئی دریافتیں اور نئی ایجادات نمایاں کردار ادا کرتی ہیں۔ جو لوگ معاشرے میں جدت پسند ہیں وہ ترقی کے خواہاں ہوتے ہیں۔ نئے رجحانات اُن لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔ جنہیں۔ اطلاعات و نشریات مثلاً اخبارات، رسائل، ریڈیو اور ٹیلیویژن جیسی سہولتیں میسر ہیں۔ اور تعلیم یافتہ ہیں۔

جو جدّت پسند اور تعلیم یافتہ ہیں۔ ایسے لوگوں کی تعداد جتنی کم ہی کیوں نہ ہو۔ معاشرے میں بہت سے ہم خیال لوگ پیدا کر سکتے ہیں۔ جب بھی کوئی ترقیاتی پروگرام یا منصوبہ معاشرہ میں پیش کیا جاتا ہے وہی لوگ سب سے پہلے اس کی تائید و نصرت کرتے ہیں۔ قدامت پسندی اور ترقی میں مزاحمت کرنے والے لوگوں کا مقابلہ سب سے پہلے یہی لوگ کرتے ہیں۔ لوگ جب تک نئے رجحانات کو نہیں اپناتے اس وقت تک نیا پروگرام یا بہترین چیز ان میں مقبول نہیں ہوتی۔ بہتر چیز کا تصور اگر اپنا لیا جائے۔ تو وہ چیز بہت جلد ان میں جگہ لیتی ہے۔

۴۔ اجتماعی ترقی کا ایک اور مقصد یہ ہے کہ معاشرے کے معاملات میں زیادہ سے زیادہ افراد شرکت کریں۔ تاکہ مقامی ادارے کا نظام موثر ہو معاشرے کے لوگ اگر ترقیاتی کاموں میں دلچسپی لیں۔ تو ہر پروگرام کامیاب ہو سکتا ہے۔ اور اگر لوگوں کے مسائل حل کر لئے جائیں۔ تو وہ اپنے ہر وسائل کو بروئے کار لانے اور صرف کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ اگر کسی بھی پروگرام میں لوگوں کی ضروریات کو مدنظر رکھ کر کام کیا جائے تو اس پروگرام میں لوگوں کی شرکت خود بخود بڑھتی جاتی ہے۔ اور لوگوں کے رجحانات بھی پروگرام کے حق میں ہوں گے۔ لوگ دوسرے افراد کو ان پروگراموں کی افادیت بتا کر انہیں بھی ذہنی، جسمانی اور مالی طور پر ان میں شرکت کے لئے تیار کریں گے۔ خیالات اور عمل کی یکسانیت سے افراد میں سماجی ضبط پیدا ہوگا۔ اور رائے عامہ ہموار ہوگی۔

۵۔ مقامی قیادت پیدا کرنا اور انہیں تربیت دینا۔ کسی بھی پروگرام کو کامیاب کرنے کے لئے قیادت کا ہونا بہت ضروری ہے جس طرح کسی ادارے ناظم اعلیٰ، ریاست کا سربراہ، قافلے کا سردار کشتی کا ملاّح، اور لشکر کا کمانڈر ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح معاشرے کی صحیح رہنمائی اور ترقی کے لئے قیادت لازمی ہے۔ مقامی افراد ترقیاتی پروگراموں میں تب ہی شرکت کر سکتے ہیں۔ جب ان کی

رہنمائی بھی ان میں سے ہی کوئی کرے۔ کیوں کہ وہ ان کے معاملات سے اچھی طرح واقف ہوتا ہے۔

ترقیاتی منصوبوں میں مقامی لوگوں میں قیادت پیدا کرنا ضروری ہے۔ اور اُسی قیادت کے ذریعے افراد کی بکھری ہوئی صلاحیتوں کو یک جا کر کے ان میں تعاون پیدا کرنا، اپنے مسائل کا احساس پیدا کرنا اور ان مسائل کو حل کرنے کے لئے اپنی مدد آپ کے تحت وسائل بروئے کار لانا اور اپنے قائد (لیڈرز) کے ذریعے سماجی عمل انجام دینا ضروری ہے۔ تاکہ مسائل کا دیرپا حل ڈھونڈھا جاسکے۔

اجتماعی ترقی کے طریقے

معاشرتی ترقی خود بخود وجود میں نہیں آتی بلکہ لائی جاتی ہے وہ انداز یا ڈھب جس پر کارکردگی کی بنیاد ہوتی ہے۔ معاشرے کے افراد کو ترقیاتی پروگرام میں شریک کرنے، ان کی مدد حاصل کرنے ان میں دلچسپی پیدا کرنے اور اپنے حالات کو بہتر بنانے کی تربیت دینا بھی اجتماعی ترقی کے لئے اشد ضروری ہے۔

ذیل میں وہ طریقے بیان کئے جاتے ہیں۔ جو کسی بھی ترقیاتی کام میں استعمال کئے جاسکتے ہیں۔

۱۔ خارجی یا بیرونی عناصر کا اثر

معاشرے میں اکثر افراد اپنے مسائل کے بارے میں کم جانتے ہیں۔ مشکلات میں سب سے اہم کون سی چیز ہے، پر ان کی رائے یکساں نہیں ہوتی جو مسائل معاشی و معاشرتی ترقی میں حائل ہیں بعض اوقات انہیں وہ اپنا مسئلہ ہی نہیں سمجھتے اور اگر مسائل کا شعور بھی ہو تو ان کے حل کی تدابیر سے آگاہی نہیں۔ اگر کوئی فرد آگاہ ہے بھی۔ تو عملی مدارج اُس کے بس کا روگ نہیں۔ ان سب مراحل کو بآسانی عبور کرنے کے لئے ادارہ یا حکومت کی طرف سے ماہرین کا دخل ضروری ہے معاشرے کے مسائل کو حل کر کے ترقی کی راہ پر گامزن کرنا ترقیاتی پروگرام کے ماہرین کا کام ہے۔ وہ معاشرتی زندگی کا جائزہ لے۔ وہاں کے مسائل کو سمجھیں اور لوگوں کو اس کے بارے میں آگاہ کرے۔ اور احساس دلائے ان مسائل میں جو مسئلہ سب سے اہم ہے اس کے لئے ان کو ذہنی طور پر تیار کرنا چاہیئے علاوہ ازیں وہ لوگوں کے ساتھ عام زندگی میں شرکت کر کے مسائل پر بحث و مباحثہ کرتا ہے۔ اور انہیں اپنا ہم خیال بناتا ہے۔

۲۔ قدرتی وسائل کا طریقہ

یہاں اس معاشرے کا ذکر شمار کیا جاتا ہے۔ جو اس غربت کی حالت سے نکل کر ترقی کی راہ پر گامزن ہونے والے ہیں یعنی طبقے کے افراد خود اپنے مسائل کا حل تلاش کریں گے۔ باہمی گفت وشنید اور بحث و تمحیص کے بعد افراد میں اپنی مشکلات کا احساس پیدا ہو جاتا ہے وہ اپنے وسائل کا بھی خود جائزہ لیتے ہیں۔ اپنے افراد میں سے لیڈر منتخب کرتے ہیں۔ یہ سب غیر رسمی یا کسی ادارہ کی طرف سے سکھایا جاتا ہے اس مرحلہ میں ان کی رہنمائی کے لئے باہر سے کسی ماہر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ آہستہ آہستہ لوگوں کے ذہنوں میں ایک تصور پرورش پاتا رہتا ہے۔ لوگوں کے اپنے گاؤں کے اندرونی وسائل کو اپنی سمجھ، علم اور تجربے کے مطابق بروئے کار لاکر مسائل حل کئے جاتے ہیں معاشرے کے افراد اپنی مدد آپ کا جذبہ خود پیدا کرتے ہیں۔ اور اپنے وسائل کے بارے میں خود ہی آگاہی حاصل کرتے ہیں۔ اپنے اندرونی اختلافات کو بھلا کر باہمی تعاون کی فضاء قائم کرتے ہیں۔ اور اپنے اندر خود اعتمادی کا جذبہ پیدا کرتے ہیں۔

یہ طریقہ اس وقت کسی بھی گاؤں میں اپنایا جائے گا۔ جب پروگرام کو پورے علاقہ میں شروع کرنے کے بعد کسی ایک گاؤں میں ایسی کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ تو دوسرے گاؤں میں افراد خود بخود اس طریقہ کار پر چلنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

توسیعِ علم

سلطان حمید ایس او گلگت

یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ شمالی علاقہ جات کے کسان آج تک کھیتی باڑی کو محض ایک موروثی پیشہ ہی سمجھتے چلے آئے ہیں اور باپ دادا سے ورثہ میں جو طور طریقے، روایات اور خیالات سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے چلے آئے ہیں ان کے ساتھ چمٹے رہنے کو وہ اپنا فریضہ خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ اب دنیا کہیں سے کہیں پہنچ چکی ہے اور زراعت کی حیثیت محض محدود ذاتی نوعیت کے پیشے کی نہیں رہی بلکہ صحیح معنوں میں اسے منافع بخش تجارت کی صورت دی جا چکی ہے چنانچہ شمالی علاقہ جات کے کسانوں کو روایتی طریقوں کے چکر سے نکال کر نئے رجحانات سے آشنا کرنے کے لئے ایک مربوط مہم کی ضرورت ہے۔

شمالی علاقہ جات میں زرعی ترقی کی تعلیمی مہم کے آغاز کا بنیادی مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ براہِ راست وہاں کے کسانوں کے ذہنوں میں مثبت تبدیلی لائی جائے کیونکہ جب تک اندازِ فکر میں تبدیلی نہ لائی جائے عملی زندگی میں تبدیلی رونما نہیں ہو سکتی۔ ہمیشہ کسی انسان کا ذہنی رویہ ہی اس کے عملی رویہ کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ پہلی کوئی بات ہمارے سمجھ میں آتی ہے آزمائش سے ہم اس کے قائل ہوتے ہیں اس کے بعد ہی عملاً اس کو اختیار کرنے یا اپنانے پر آمادہ ہوتے ہیں تاہم اس کی ذہنی تحریک یا اپیل کے سلسلے میں زرعی توسیع و تعلیم کا کردار انگلی سے پکڑ کر ساتھ گھسیٹنے کے مصداق نہیں ہوتا یعنی اس میں لوگوں سے یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ کیا سوچیں اور کیا نہ سوچیں بلکہ انہیں یہ سکھانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ ان کے سوچنے کا طریقہ اور انداز کیا ہونا چاہیئے؟ اور کس طرح اپنے مسائل کو صحیح طور پر سمجھ کر انکے حل کی راہیں تلاش کی جائیں۔ کسان جو بھی قدم اٹھائیں یا جس فیصلے پر بھی پہنچ جائیں اپنے علم اور یقین کی بنیاد پر قدم اٹھائیں اور فیصلے کریں نئے معلومات اور کامیاب عملی مظاہرے ان کو برابر تحریک بھی دلاتی ہیں کہ وہ اپنے فکری قوتوں کو صحیح طور پر استعمال میں لاتے ہوئے آمادہ عمل رہیں اور ٹھوس نتائج اور کامیابیاں حاصل کریں اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نئے طریقوں کو سیکھنے کا عمل کس طرح وقوع پذیر ہوتا ہے اس سلسلے میں تین باتیں اہم ہیں۔

(۱) **سماعت**: ہمارے سامنے کسی عمل یا طریقے کی تشریح کی جاتی ہے اور مختلف مراحل کو بیان کیا جاتا ہے اور زبانی مثالوں کے ذریعے سمجھایا جاتا ہے اس طرح سننے سے کئی چیزوں کو سیکھا جا سکتا ہے۔

(۲) **مشاہدہ**: کسی شخص کو ہم کام کرتے ہوئے دیکھ کر اس کی نقل اتارنے کی کوشش کرتے ہیں اس طرح مشاہدہ کرنے یا دیکھنے سے کئی چیزوں کو سیکھا جاتا ہے۔

(۳) **عمل**: محض سننے اور دیکھنے سے بعض اوقات باتیں پوری طرح سے سمجھ میں نہیں آتی ہیں جتنا کہ خود کرنے سے سمجھا جا سکتا ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک شخص جو کچھ اپنے کانوں سے سنتا ہے ممکن ہے کچھ عرصہ تک اسے یاد رکھے اگر سننے کے ساتھ ساتھ اسے خود دیکھ بھی لیں تو پھر بہت عرصہ تک بھلا نہیں سکتے لیکن اگر دیکھنے اور سننے کے علاوہ عملاً وہ کام خود کرے تو پھر اسے ہرگز فراموش نہیں کر سکتا۔

صوفیائے کرام نے ان تین باتوں کو درج ذیل اصطلاحات میں یاد کیا ہے۔

(۱) علم الیقین

(۲) عین الیقین

۳- حق الیقین

اس بات کو مزید سمجھنے کے لئے حادثہ کی مثال بہت مناسب ہے۔ ایک شخص ہے جو ہمیں حادثے کے بارے میں بتایا ہے کہ اس نے لوگوں سے اس بارے میں کیا سنا اور کس طرح واقعہ پیش آیا۔ ہم اس کی سُنی سنائی باتوں پر کچھ اعتبار کرتے ہیں کچھ نہیں کرتے یہ یقین کا ادنیٰ درجہ ہے اور علم الیقین کہلاتا ہے ایک اور شخص جو جائے حادثہ پر خود موجود تھا اور اس حادثے کا خود عینی شاہد ہے تو ہم اس کی بات پر زیادہ اعتبار کرتے ہیں یہ ہے عین الیقین اور ایک شخص جس پر خود حادثہ گذر چکا ہے جب وہ کوئی بات حادثے کے بارے میں بتلائے گا تو سو فیصد یقین آجاتا ہے۔

غرض اس میں بھی وہی تین اصول کار فرما ہیں۔ جنہیں ہم نے سماعت، مشاہدہ اور عمل کہا۔

اس لئے ضروری ہے کہ سیکھنے والے کے دل میں سکھانے والے پر کامل اعتماد ہو اور اُسے یقین ہو کہ وہ سچ کہتا ہے۔ عملی مظاہرہ کر کے بتانے والے کاموں میں پختگی ہو اس میں ناکامی کے آثار نمایاں نہ ہوں اور کسان خود آزمائش پر اُترنا چاہیئے تو ماہرین کی بھرپور تعاون اور مشاورت اُسے حاصل ہونے چاہئیں۔

ہماری منزل

مختلف قوتوں کے ہر رشتے اپنی گردش میں رواں ہے دوسرے کا خیال تک ان کی گردش میں مانع نہیں ہے پانی، آگ، ہوا، مٹی خوراک کے لئے باہم ملکر ہماری زندگی کے اسباب ہیں ہمیں اپنی فطرت کے تحت صرف خداوندی ہدایت کا خیال رکھتے ہوئے ان سے کام لینا ہے جو کہ خود خالق کائنات کا دیا ہوا ہے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

"پس جو کوئی ہماری ہدایت پر چل کر اپنی حیات کو سرانجام دے تو وہ کبھی خوف زدہ یا مغموم نہیں ہوگا"

اس لئے ہم استدعا کرتے ہیں کہ پروگرام میں غیر شرعی عوامل داخل نہ ہونے پائے اور ہم از سر نو عہد کریں کہ ہم اپنی بقایا زندگی فطرت کے عین مطابق اور قرآنی ہدایات کی روشنی میں گذاریں گمراہ کو دیکھ کر خود بھی گمراہی کا راستہ اختیار نہ کریں۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

احمد جامی سخی ۔ سوشل آرگنائزر

حُبّ علی

ایک تاریخ ایک شخصیّت

حُبّ علی ۱۹۱۵ء میں مرکزی ہنزہ کے ایک گاؤں حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے نزدیک بلتت کے مقام پر حاصل کی۔ بعدازاں آپ اپنے چچا نظر شاہ کے ایما پر گلگت تشریف لائے۔

۱۹۲۷ء سے لے کر ۱۹۳۲ء تک آپ نے گورنمنٹ مڈل سکول (موجودہ ہائی سکول نمبر ا) سے تعلیم حاصل کی۔ چونکہ آپ کے چچا نظر شاہ کا شمار اس زمانے کے بہترین ہیڈ ماسٹروں میں ہوتا تھا۔ اس لئے ہنزہ کے میر نظیم خان نے اُسے ہنزہ بُلایا۔ چچا کے ہنزہ جانے کی وجہ سے حُبّ علی کو اپنی تعلیم ادھوری چھوڑنا پڑی۔

اُن دنوں گلگت پر انگریزوں کی حکمرانی تھی۔ مقامی لوگوں میں تعلیم کی شرح نہ ہونے کے برابر تھی جو اصحاب تھوڑی بہت تعلیم حاصل کرتے وہ منشی کہلاتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ لوگوں نے حبّ علی صاحب کو بھی منشی کے خطاب سے نوازا۔ آپ بچپن سے ہی ذکی و فطین تھے۔ اپنی ذہانت اور قابلیت کی وجہ سے بہت جلد ہی ایک مقامی انجنیئر کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ آپ نے اپنی سرکردگی میں مندرجہ ذیل منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

۱۔ ۱۹۳۳ء سے ۱۹۳۵ء تک آپ نے ایک مقامی ٹھیکیدار عزیز میر کے ہمراہ کارگاہ نالے سے ایک کوہل نکالا۔

۲۔ ۱۹۳۶ء میں آپ نے مذکورہ ٹھیکیدار کے ہمراہ ایک اور سمانامہ سکارکوئی سے کوہل کے طور پر انجام دیا۔

۳۔ ۱۹۳۸ء اور ۱۹۳۹ء کے دوران اسی ٹھیکیدار کے ہمراہ دُسو حراموش میں کوہل نکال کر پانی پہنچانے میں کامیاب ہوئے

یہ تینوں منصوبے آپ کی ذہانت کے آئینہ دار ہیں۔ جن سے بے شمار خلقِ خُدا فیضیاب ہو رہے ہیں۔ اسی دوران راجہ آف پونیال محمد انور خان کو آپ کی تیکنیکی مہارت کا علم ہوا۔ راجہ صاحب نے عُیشی کے نمبردار گلبہار شاہ کے ذریعے آپ سے رابطہ پیدا کیا تاکہ آپ کے کمالات سے پونیال کے لوگ بھی استفادہ حاصل کر سکیں اور اس طرح پونیال کے راجے نے گلوداس کی بنجر زمین تک کوہل نکلوانے کا عظیم منصوبہ آپ کے ذمے کر دیا۔

بقول جناب حبّ علی راجہ نے پہلے بھی کئی بار مختلف لوگوں کے ذریعے اس جگہ تک پانی پہنچانے کی کوششیں کی تھیں لیکن ہر بار ان کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ شاید کاتبِ تقدیر نے یہ کارنامہ بھی حبّ علی کے ہاتھوں لکھا تھا۔ انہوں نے کوہل کی تعمیر کے لئے راجہ صاحب کی اجازت سے ابتدا میں ہنزہ سے آٹھ کارکن منگوائے جو اصحاب ہنزہ سے آئے وہ یہ تھے۔

۱۔ جناب حبّ علی	۲۔ جناب باز علی
۳۔ جناب غلام علی	۴۔ جناب ہابیل
۵۔ جناب مانو	۶۔ جناب محمد رفیع
۷۔ جناب سگِ علی	۸۔ جناب تِی تمَ

ان حضرات کے علاوہ ۲۲ مزدوروں کے ذریعے ۱۹۴۰ء میں

حب علی کی سرکردگی میں گلوداس کے کوہل کا کام شروع ہوا۔ ایک سال کی قلیل مدت میں کوہل کا زیادہ تر کام مکمل کیا گیا اور بعد اذاں مذکورہ آٹھ اصحاب زمینیں لے کر گلوداس میں ہمیشہ کے لئے آباد ہوئے۔ کوہل کی کامیاب تعمیر کی خوشی میں راجہ آف پونیال نے جناب حبّ علی کو تقریباً ۸۰۰ کنال زمین انعام دی جب کہ باقی کارکنوں کو ۵۰ کنال فی نفر کے حساب سے زمینیں دی گئیں۔ راجہ صاحب نے جناب حُبّ علی کو ہر قسم کے لگان سے بھی مستثنیٰ قرار دیا۔

ابتدا میں آئے ہوئے کارکنوں میں سے چند ایک نے گلوداس میں رہنا پسند نہیں کیا اور زمینیں بیچ کر واپس ہنزہ چلے گئے یہ سلسلہ یکطرفہ نہیں رہا بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ ہنزہ میں زمینوں کی کمی کے باعث بہت سے ہنزہ والوں نے نقل مکانی کر کے گلوداس میں آباد ہوئے۔ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ موجودہ وقت گلوداس میں ہنزہ والوں کے ۴۸ گھرانے اور گوجر برادری کے ۳ گھرانے آباد ہیں۔

جناب حُبّ علی آج بھی ۷۲ سال کی عمر میں ایک صحت مند اور خوشحال زندگی گذار رہے ہیں۔ اور اپنے پانچ بیٹوں اور اُن کی اولاد کے ہمراہ ایک مشترکہ خاندان (JOINT FAMILY) کے سربراہ کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔

۱۹۸۳ء میں جب اے کے آر ایس پی نے اپنی سرگرمیوں کا آغاز کیا تو گلوداس کے عوام نے بھی خود کو منظم کیا اور اے کے آر ایس پی کے اصولوں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ۲۰ ۱/۸۳ کو ایک تنظیم بنالی۔

۲۵ جنوری ۱۹۸۴ء کو اے کے آر ایس پی سے مذکورہ تنظیم کو کوہل کی کشادگی اور توسیع کے لئے مبلغ ۹۸۰۴۱/- روپے کا عطیہ دیا گیا۔ کوہل کشادگی اور توسیع کا کام تنظیم نے بحسن و خوبی پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ شروع شروع میں جناب نعمت شاہ صاحب تنظیم کے صدر کے فرائض انجام دیتے رہے لیکن بعد میں ممبران کے آپس میں کچھ اختلافات پیدا ہوئے اور اس طرح تنظیم کی سربراہی جناب حُبّ علی کے سپرد کی گئی۔ ضعیف العُمری کے باوجود آپ تاحال تنظیم کی سربراہی کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں آپ کی سابقہ خدمات اور تجربات کے باعث تنظیم کے ممبران آپ کی ہر آواز پر لبیک کہتے ہیں اور آپ کی شخصیّت تنظیم کے ممبران کے مابین اتحاد کا ذریعہ اور ایک روشن مینارہ ہے۔

فیض شاہ - ایس او گوجال

محمد صراط
صدر دیہی تنظیم خیبر

محمد صراط ایک متوازن شخصیت اور فاندانہ خوبیوں کا مالک انسان ہے جس نے اپنا ماضی اور حال گاؤں کے ایک خادم کی حیثیت سے گذارا۔ آپ نے ابتدائی عمر سے ہی سماجی کارکن کی حیثیت سے خیبر گاؤں کے لامحدود مسائل کو محدود وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے حل کرنے کی کوشش کی۔ ایک مدرس کی حیثیت سے آپ کی شخصیت ہمیشہ سے گاؤں والوں کے لئے قابل احترام رہی۔ یہی وجہ تھی کہ جب آپ نے گاؤں والوں کو اپنی مدد آپ کے تحت ایک مڈل سکول کی تعمیر کے لئے مدعو کیا تاکہ گاؤں کے نونہالوں کو ابتدائی عمر سے ہی حصول علم کے لئے گاؤں چھوڑ کر دور دراز کے علاقوں میں نہ جانا پڑے تو خیبر کے عوام نے آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ۱۹۸۳ء میں نو کمروں پر مشتمل عالیشان عمارت تعمیر کی۔ ہز ہائینس کے شعبۂ تعلیم نے اس کی منظوری دے دی اور اس مڈل سکول کے لئے اساتذہ فراہم کئے۔

۱۹۸۳ء کو پھسو والوں کے دیکھا دیکھی دیہی تنظیم خیبر کے عوام بھی منظم ہوئے اور تنظیم کو وجود میں لایا گیا۔ گاؤں والوں نے بوری جنگل (BORI JANGLE) نامی داس کے لئے کوہل کی سکیم کی نشان دہی کی۔ ادارہ کی طرف سے اسکیم ملتے ہی بعض ممبران میں نااتفاقی پیدا ہوئی کیونکہ وہ اے کے آر ایس پی کے فلسفے کو پوری طرح نہیں سمجھ پائے تھے اور وہ تنظیم کے لئے کی جانے والی کاموں کو ایک بوجھ تصور کرنے لگے تھے۔ لیکن چند ممبران باشعور تھے انہوں نے سمجھا کہ اے کے آر ایس پی ایک فلسفہ ہے اس لئے اس تصور اور فلسفہ کو اپنا کر ہی ترقی کی جا سکتی ہے اور اس کام کو سرانجام دینے کے لئے ایک باصلاحیت قائد کی ضرورت ہے گاؤں والوں کی نظر اس اہم کام کو سرانجام دینے کے لئے محمد صراط پر پڑی۔ آپ نے ۱۹۸۴ء سے صدر کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں سنبھالیں اور تنظیم کے اندر ایک نیا جذبہ۔ ولولہ اور روح پھونک دیا۔ ہفتہ واری میٹنگوں اور بچت کا سلسلہ پھر سے شروع ہوا۔ کوہل کا باقی ماندہ کام بھی اپریل ۱۹۸۵ء کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا گیا۔ ماہر مال باقاعدگی سے حفاظتی ٹیکوں کے پروگرام پر عملدرآمد کرنے لگا۔ اسی طرح ماہر فصلات و باغات بھی باقاعدہ موسم کے لحاظ سے فصلات، سبزیات اور میوہ دار درختوں پر اسپرے کرنے لگا ہے۔

۱۹۸۵ء میں دیہی تنظیم خیبر نے ادارہ سے زمین کی آبادکاری کے لئے مبلغ -/۱۱۰۰۰۰ روپے (ایک لاکھ دس ہزار) بطور قرضہ حاصل کر لیا اور اے کے آر ایس پی کے تعاون سے ایک پنجسالہ منصوبے پر کام کرنا شروع کر رکھا ہے۔ اس منصوبے کے تحت ۱۹۸۵ء کے دوران دس ہزار (۱۰،۰۰۰) غیر پھلدار اور دو سو پچاس (۲۵۰) پھلدار پودے لگائے گئے۔ اسی طرح ایک کنال اراضی پر نرسری بنانے کی خاطر پھلدار پودوں کے بیج لگائے۔

۱۹۸۶ء کے دوران ۳۶۰۰ پھلدار اور ۳۰۰ غیر پھلدار درخت لگائے گئے اور ۲۶ کنال اراضی پر رشکہ کے بیج ڈالے گئے۔ علاوہ ازیں ایک نرسری بنائی گئی جس کے ۴۰۰ ،۶ پھلدار پودے اور اعلیٰ قسم کے گھاس اور سبزیات کے بیج اے کے آر ایس پی سے حاصل کئے گئے۔

آئندہ تین سالوں میں باقی ماندہ ۱۰۸ کنال اراضی کو آباد کرنے کے لئے درج ذیل پروگرام بنایا گیا ہے۔

۱- پھلدار پودے	۲۰۰۰	
۲- غیر پھلدار پودے	۵۵۰۰	
۳- رشکہ	۱۱۰ کنال پر	
۴- مکئی	۲۷	″ ″
۵- آلو	۲۰	″ ″
۶- دال	۲۷	″ ″

۱۹۸۵ء میں ٹرائل پلاٹ لگائے گئے تھے جن میں سینین گندم کا نتیجہ سب سے بہتر آیا اور دیہی تنظیم حنیبر کو بیج پیدا کرنے والا گاؤں قرار دیا گیا اور ذمہ داری دی گئی کہ دیہی تنظیم ۱۹۸۶ء سے بعد سینین کا بیج پیدا کر کے سارے علاقہ کی ضروریات پوری کرے۔

خواتین پروگرام

مارچ ۱۹۸۶ء تک گاؤں میں مردوں اور خواتین کی دو الگ الگ تنظیمیں تھیں۔ لیکن اے کے آر ایس پی نے گاؤں والوں کو مشورہ دیا کہ اگر وہ دونوں تنظیموں کو ملا کر ایک ہی تنظیم کے تحت گاؤں کے مسائل حل کریں تو بہتر ہوگا۔

دیہی تنظیم حنیبر نے اے کے آر ایس پی کے اس تصور سے اتفاق کیا اور خواتین تنظیم کو مردوں کی تنظیم میں ضم کر دیا گیا۔ اس وقت تنظیم کی کل ممبرشپ ۱۲۶ ہے جن میں خواتین ممبران ۷۱ - اور مرد ممبران کی تعداد ۵۵ ہے اس وقت (۱۹۸۷ء) دیہی تنظیم حنیبر کی کل بچت (سرمایہ) -/۱۴۵،۱۵۰ روپے ہے۔

مئی ۱۹۸۶ء کو ادارہ کی طرف سے خواتین کے لئے ایک نرسری کی پروجیکٹ منظور کی گئی۔ خواتین ممبران نے ایک گھرانے سے چار کنال اراضی حاصل کر لی اور اسے -/۲۰۰ روپے سالانہ دس سال تک ادا کرنے کا معاہدہ کر لیا ہے۔ یہ رقم خواتین گندم اور بھوسہ کی شکل میں ادا کریں گی اور چار کنال اراضی پر وہ پھلدار اور غیر پھلدار پودے لگائیں گی۔ فی الحال صرف چھ مرلہ اراضی پر غیر پھلدار درختوں کے بیج اور قلمیں لگائی ہیں اور باقی ماندہ اراضی پر بیج والے آلو لگائے گئے ہیں۔ اس طرح وہ بیج والے آلو کی مارکیٹنگ کرنا چاہتی ہیں۔

ایک خاتون اور امور غبانی میں تربیت حاصل کر چکی ہیں اور رانی کھیت بیماری کے خلاف وہ باقاعدگی سے پورے گاؤں کی مرغیوں کو حفاظتی ٹیکے لگاتی ہیں۔ آئندہ کے لئے خواتین کا پروگرام ہے کہ وہ قرضہ حاصل کر کے اس نرسری کی چار دیواری کرائیں گی۔

اجتماعی انتظام

بدلتے ہوئے حالات اور جدید تقاضوں کے پیش نظر تنظیم نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ ۸۰۱ کنال نئی زمین کو اس وقت تک تقسیم نہیں کریں گے جب تک کہ اسے منصوبہ بندی کے تحت پوری طرح آباد نہیں کیا جاتا۔ اگر تنظیم مناسب سمجھے تو اس نئی اراضی کو مشترکہ فارم کے طور پر بھی رکھ سکتی ہے جس کے نفع نقصان میں وہ تمام ممبران برابر کے شریک ہوں گے۔

اس اجتماعی زمین کی آبادکاری اور کوہل کی نگہداشت کے لئے تنظیم نے تین دہقان مقرر کئے ہیں جنہیں مبلغ -/۹۰۰ روپے ماہانہ کے حساب سے ماہ اپریل سے لے کر ماہ ستمبر تک تنظیم مزدوری (معاوضہ) ادا کرتی ہے۔ یہ رقم صرف -/۵۰ روپے فی گھرانہ ماہانہ پڑتا ہے جو ایک عام مزدور کے دو روزہ مزدوری کے برابر ہے۔ اس رقم کو ممبران سے حاصل کرنے کے لئے ایک مخصوص کمیٹی تشکیل دی گئی ہے یہ کمیٹی ممبران سے رقم وصول کر کے منیجر کے حوالہ کر دیتی ہے اور منیجر دہقانوں کو تنخواہ ادا کرتا ہے۔

کسی بھی قدرتی آفات یا کوہل کے زیادہ خراب ہونے کی شکل میں گاؤں کے تمام ممبران مل کر کوہل کی مرمت یا دوسرے مسائل کو حل کرتے ہیں۔ درختوں کی حفاظت دہقانوں کی ذمہ داری ہے۔

نور محمد ۔ ایس او نگر

دیہی تنظیم شایار کے ماہر

فصلات داؤد خان کی کارکردگی

داود خان جو ایک ریٹائرڈ فوجی حوالدار ہے اس سال ماہ اپریل (۱۹۸۶ء) کو تنظیم کے ممبروں نے اتفاق رائے سے ماہر فصلات و باغات کے طور پر تربیت کے لئے منتخب کیا۔ دوران تربیت انہوں نے خلوص، محنت اور لگن سے کام کیا جس کی وجہ سے امتحان میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ اس لگن اور خلوص کے جذبے کے گاؤں میں خدمت بجا لانا شروع کیا کیونکہ درختوں پر اسپرے کا سیزن آچکا تھا داود خان نے گاؤں کے ایک سرے سے اسپرے شروع کیا اور دوسرے سرے تک تمام درختوں پر چھڑکاؤ کر لیا۔ کارکردگی کی تفصیلات درج ذیل ہے۔

کل سیب کے درخت جن پر اسپرے کیا = ۲۰۰

اوسطاً فی سیب کے درخت پر پھل = ۵ من

۲۰۰ سیب کے درختوں پر = ۵ × ۲۰۰ = ۱۰۰۰ من سیب

فی من سیب کی قیمت = ۱۲۰.۰۰ روپے

۱۰۰۰ من سیب کی قیمت = ۱۲۰ × ۱۰۰۰ = ۱,۲۰,۰۰۰ روپے

کل ممبران = ۵۰

فی ممبر سیب سے آمدن = ۲۴۰۰.۰۰ روپے

سیب کے درختوں پر اسپرے کرنے سے پہلے کا ایک جائزہ:۔

سالانہ اسپرے نہ ہونے کی وجہ سے سارے سیب درختوں سے گر گر جاتے تھے کیونکہ سیبوں کو کیڑے لگتے تھے اور ممبران اس آمدنی سے محروم رہتے تھے۔

ہر ممبر کو صرف تیس سیر سیب ملتے تھے۔

۳۰ سیر کی قیمت بحساب ۴/- روپے فی سیر = ۱۲۰/- روپے

اسپرے کے بعد کی آمدنی فی ممبر = ۲۴۰۰/- روپے

فرق = ۲۴۰۰.۰۰ - ۱۲۰.۰۰ = ۲۲۸۰.۰۰ روپے

خالص آمدنی فی ممبر ۲۲۸۰.۰۰ روپے

اخراجات

سیب کے درختوں کی تعداد اوسطاً فی ممبر = ۴

ادویات کی قیمت اور اُجرت ماہر فصلات و باغات = ۱۰.۰۰ روپے

کل اخراجات = ۱۰ × ۴ = ۴۰.۰۰ روپے

خالص آمدنی = ۲۲۸۰ - ۴۰ = ۲۲۴۰.۰۰ روپے

از برکت علی

یاسین کے
سپروائزروں کی بہترین کارکردگی

مختصر سی انسانی زندگی کئی مرحلوں سے گذرتی ہے اور اسی عرصے میں انسان بہت سارے تلخ تجربات سے دوچار ہوتا ہے اور بعض مرتبہ لطف اندوز زندگی بسر کرنے کا موقع بھی میسر ہوتا ہے۔ اس کشمکش کے عالم میں ہر آدمی سکون، خوشی، عیرت یا دولت کے تلاش میں رہتا ہے۔ لیکن پھر بھی کسی ایک پر اکتفا نہیں کر پایا۔ ان حالات میں محض خوش قسمت چند افراد ہی کو زندگی کے کسی ایک حصے میں سکون کی زندگی نصیب ہوتی ہے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دنیا میں سکون صرف ان لوگوں کے ورثے میں ہے جن کے دل میں اپنی خوشیوں کو دوسروں کی خوشی پر قربان کرنا آتا ہو۔ اور یہ جذبہ "خدمت خلق" سے ملتا ہے۔

یہی کچھ یاسین کے سپروائزر صاحبان عملاً مظاہرہ کر کے ثبوت پیش کرتے ہیں کہ وہ اپنے حلقے کے بھائیوں کو ترقی کا راستہ ہموار کرنے کا ڈھنگ سکھاتے ہیں۔

AKRSP کے روح کو اپنی اصلی حالت میں جس انداز سے پیش کر کے یاسین کے تنظیموں کو فعال بناتے ہیں سپروائزروں کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔

کیونکہ راقم کو اکتوبر ۱۹۸۵ء میں جب یاسین کے لئے سوشل آرگنائزر کے فرائض سونپ کر بھیجا گیا تو سپروائزروں نے بہترین تعاون دیکر AKRSP کے وضع کردہ پیکیج پر دیہی تنظیموں کے ممبران کو عمل کرانے کے لئے راقم کی بھرپور مدد کرنے میں پیش پیش رہے، اپنے دوسرے مشاغل کو محدود کر کے دیہی تنظیموں پر زیادہ توجہ دینے لگے حتیٰ کہ ٹرانسپورٹ کے مسائل کو درگذر کرتے ہوئے ۱۵، ۲۰ میل مسافت پیدل طے کر کے AKRSP کے پیغام کو نہ صرف گھر گھر بلکہ ہر ممبر تک پہنچانے میں اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لانے میں کوئی پس و پیش نہیں کی۔ اپنے اپنے حلقے کی تنظیموں کی ہفتہ وار میٹنگوں میں باقاعدگی سے شرکت کرنے کی وجہ سے آج یاسین کا ہر مرد، زن AKRSP کے طریقہ کار سے اچھی طرح واقف ہے اور اس طریقہ کار کو اپنا کر ترقی کی راہ پر رواں دواں ہیں۔

معاشی ترقی کے یہ مبلغین جن کے نام کا پردہ چاک کرنا چاہتا ہوں، اس کے مطابق ہیں۔

۱۔	محمد ایوب	ویلیج، مارکٹنگ سپروائزر
۲۔	محمد حافظ شاہ	" "
۳۔	جنگولی خان	ویلیج سپروائزر
۴۔	اکبر شاہ	مارکٹنگ سپروائزر
۵۔	وزیر مراد علی شاہ	ویلیج سپروائزر

محمد ایوب۔ دیکھنے میں بھولا بھالا سا لگتا ہے لیکن جب تنظیم کے ممبروں سے گفت و شنید کرنے پر بیٹھ جاتے ہیں تو زبان میں ایک عجیب کشش ہے کہ جب ترقی کے عنصر شروع ہو جاتا ہے تو زبان کی تاثیر سے تنظیم کا ہر ممبر تنظیم کو فعال اور مضبوط بنانے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ سپروائزر مذکور نے ۱۹۶۶ء میں مڈل کے امتحان سے فارغ ہو کر پوسٹ مین کی حیثیت سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ ۱۹۷۰ء میں اس ملازمت سے علیحدگی اختیار کر کے گھر آیا اسی دوران لوکل کونسل کا آنریری سیکرٹری کی ذمہ داری عائد کی گئی اور ساتھ ساتھ دوکانداری بھی کرتا رہا۔

آنریری سیکرٹری کے خدمات سے سبکدوش ہوا تو ترکھان اور کبھی راج کا کام کرنے میں دلچسپی لی۔ ۱۹۸۰ء میں اپنے گاؤں کے محروم بچوں کو اسلامی تعلیم سے روشناس کرانے کی مہم مختصر سی ٹریننگ کے بعد شروع کی۔

جنوری ۱۹۸۳ء میں جب AKRSP کی ایک کرن وادی یاسین پر پڑی تو تنظیموں کو منظم کرنے کی گرانقدر ذمہ داری اٹھانے والا پہلا شخص بھی محمد ایوب ہی تھا جس نے قلیل اجرت پر مشکل وقت میں AKRSP کے مشن کو آگے بڑھانے کی ذمہ داری قبول کی اور ویلیج سپروائزر مقرر ہوئے۔ اسی دوران بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے حلقے کے تنظیموں کے ممبروں کو اپنی فاضل پیداوار پھٹور۔ گیری اور آخروٹ کے مشترکہ مارکٹنگ پر آمادہ کرکے خاطر خواہ آمدن دلوایا اس بہترین کارکردگی کے بناپر راقم کے سفارش پر MH صاحب نے مارکٹنگ سپروائزر بھی تقرر کیا اور اب پہلے سے کہیں زیادہ دلچسپی سے کام کرتے ہوئے اپنی ۱۲ دیہی اور ۱۰ خواتین تنظیموں کو AKRSP کے وضع کردہ پیکج پر عمل کرانے میں مصروف ہے۔

محمد حاضر شاہ ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ لڑکپن ہی میں پدر، مادر کے پیار سے محروم رہا بے یارومددگار لیکن اس باہمت ہونہار بچے نے ذاتی کوششوں سے مقامی سکول سے پرائمری پاس کیا۔ اس کے بعد تعلیم جاری نہ رکھ سکا۔ گھریلو کام کاج میں خاندان کا ہاتھ بٹاتا رہا۔ ۳ مارچ ۱۹۶۲ء کو ۲۵ سال کی عمر میں ایک کوآپریٹو سوسائٹی کی بنیاد رکھ کر اپنے گاؤں کے لوگوں کی آمدنی کو یکجا کرکے منافع خور دوکانداروں سے نجات دلایا ۵۲ ممبروں کے مبلغ ۳۲۰/- روپے حصص حاصل کرکے ۱۹۶۴ء کو ۲۰۰۰۰/- روپے کا سرمایہ ہوا تو منافع خوروں کو تکلیف ہوئی اور اسے اس ذمہ داری کو چھوڑنے پر مجبور کیا۔

اس عرصے میں ۱۹۷۵ کو ۲ ماہ کے لئے قرآن پاک اور حدیث شریف کا علم حاصل کرنے کا موقع ملا۔ مارچ ۱۹۷۸ء میں مردہ سوسائٹی کو لوگوں کے اصرار پر دوبارہ زندہ کرکے رجسٹر کرایا۔ ۸۶ ممبران نے ۶۶۰۰/- کا رقم جمع کرکے کاروبار شروع کیا آج ۳۰۰۰۰۰/- روپے سے زیادہ سرمایہ کا کاروبار کامیاب طریقے سے جاری ہے۔ محمد حاضر شاہ اس سوسائٹی کا منیجر ہے۔

سوسائٹی کے ممبران اپنے منیجر پر پورا پورا اعتماد کرتے ہیں ۶ جون ۱۹۸۳ء کو AKRSP کے پیغام کے روشنی میں گاؤں کے لوگوں نے تنظیم کو تشکیل دے کر ایک بار پھر اعتماد کا اظہار کرکے منیجر منتخب کئے۔ بحیثیت منیجر محمد حاضر شاہ نے اپنی تنظیم کو مثالی تنظیم بنایا اور دیہی تنظیم برکلتی پائین کو اپنے کوششوں سے اس بلندی تک پہنچایا کہ اس تنظیم کو ہز ہائینس کی تشریف آوری کا شرف حاصل ہوا ۲۰ نومبر ۱۹۸۷ء کا دن دیہی تنظیم برکلتی پائین کے لئے مسرتوں اور رحمتوں کا تھا۔

تشکیل تنظیم کے ایک ماہ بعد AKRSP کے ارکان نے محمد حاضر شاہ کو ویلیج سپروائزر کی پیش کش کی جسے خوشی سے قبول کیا۔ اس کے چھ ماہ بعد مارکیٹنگ سپروائزر کی حیثیت سے بھی خدمت کرنے کا زرین موقع میسر ہوا اپنے تجربات اور صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے یاسین میں AKRSP کو کامیاب بنانے کی کوششوں میں مصروف عمل ہے۔

جگولی خان نے راجہ خاندان میں جنم لیا۔ والدین کا لاڈلا ہونے کی وجہ سے تعلیم کی طرف رغبت نہیں دی۔ جب جوان ہوا تو فوج میں بھرتی ہوا۔ فوج میں تعلیم حاصل کرکے مختلف ذمہ دار عہدوں پر کام کیا۔ فوج سے پنشن ہوکر جب گھر آیا۔ تو اپنا کاروبار شروع کیا۔ سلطان آباد میں ایک کوآپریٹو سوسائٹی وجود میں لایا اور وہاں کے لوگوں نے سوسائٹی کا منیجر بنایا۔ کم عرصے میں سوسائٹی کو چار چاند لگائے۔ ایمانداری کی وجہ سے پورے گاؤں میں مشہور ہے۔

۱۹۸۴ میں ویلیج سپروائزر کی حیثیت سے AKRSP کے ذریعے گاؤں کے علاوہ حلقے میں خدمت کرنے کا موقع ملا اپنے حلقے کے ۹ دیہی تنظیموں اور ۶ خواتین تنظیموں کے ہفتہ وار میٹنگوں میں شرکت کرکے ممبروں کو فعال بنانے میں سپروائزر کا اہم کردار ہے۔ AKRSP کا سبق گھر گھر پہنچانے میں بہت محنت کرتا ہے۔

۱۹۸۴ء سے ۱۹۸۷ء تک سلطان آباد کے لوگوں نے اعتماد کا ووٹ دیکر یونین کونسل کے ممبر چنا اپنے ممبری کے دوران اپنے اختیار کے فنڈ جیسے RD & LB نے منظور کیا اسے تنظیم کی سطح پر ممبروں کے ذریعے استعمال کیا۔

باقی صفحہ نمبر 64 پر

جھلکیاں

۱۔ اس کانفرنس میں لگ بھگ ۸۰ تنظیموں سے کوئی ۲۰۰ کے قریب مندوبین کے علاوہ اے کے آر ایس پی گلگت اور چترال کے تقریباً ۶۸ کارکن بھی شریک تھے قومی ترقی لوکے محکموں کے سربراہان کے علاوہ شمالی علاقہ جات کے ایڈیشنل کمشنر برائے ترقیات و منصوبہ بندی جناب غلام جیلانی خان نے بھی کانفرنس میں شرکت کی۔ کانفرنس کی صدارت جنرل منیجر شعیب سلطان خان نے کی۔

۲۔ جنرل منیجر صاحب نے اپنی افتتاحی گفتگو میں بتایا کہ اے کے آر ایس پی کی سرگرمیاں تقریباً ستر ہزار کلومیٹر رقبے پر پھیلی ہوئی ہیں۔ جو دنیا میں ایک ایک آئرلینڈ کے رقبے کے برابر ہے۔

۳۔ جنرل منیجر صاحب نے بتایا کہ گلگت، بلتستان اور چترال میں اب تک ۶۷۳ تنظیمیں بن چکی ہیں اور تقریباً ۴۲،۰۰۰ سے زائد خاندان اُن تنظیموں کے ممبر ہیں۔ اور صرف گلگت میں ۳۵۵ تنظیمیں کام کر رہی ہیں اور گلگت کے ۱۲،۶۳ خاندان اُن تنظیموں کے ممبر ہیں۔

۴۔ آپ نے بتایا کہ پروگرام کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے ان ساڑھے چار سالوں میں ۶۷۳ تنظیموں نے ۲ کروڑ تیس لاکھ روپے کا بچت سرمایہ اکٹھا کیا ہے جس میں صرف گلگت ڈسٹرکٹ کا حصہ ڈیڑھ کروڑ روپے ہے۔

۵۔ دیہی ترقیاتی منصوبوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ اس وقت ۵۰۸ منصوبوں میں ۲۹۲ منصوبے مکمل کئے جا چکے ہیں۔ گلگت ڈسٹرکٹ میں ۲۸۰ منصوبوں پر کام ہو رہا تھا جن میں سے ۲۰۰ منصوبے مکمل ہو چکے ہیں۔

۶۔ جی ایم صاحب نے بتایا کہ اے کے آر ایس پی نے ان ساڑھے چار سالوں میں تین کروڑ روپے تنظیموں کو بطور قرض دیئے ہیں۔ اور خوشی کی بات یہ ہے کہ اُن تنظیموں نے وہ قرضہ بروقت واپس کیا ہے صرف چند تنظیموں پر ڈیڑھ لاکھ روپے واجب الادا ہیں جب کہ ادارے نے اب تک عطیے کے طور پر آٹھ کروڑ روپے کی امداد تنظیموں کو دی ہے۔

۷۔ جنرل منیجر صاحب نے بتایا کہ جب اے کے آر ایس پی نے ان علاقوں میں عملی طور پر کام شروع کیا تو ہمارے دوست ممالک اور ادارے جو دیہی ترقی کے خواہاں ہیں مثلاً کینیڈا، نیدرلینڈ، انگلینڈ اور امریکہ کے علاوہ فورڈ فاونڈیشن یوروپین کمیونٹی والے، آکس فیم، ناردرن ایریاز کونسل کے ممبران اور حکومت کی ویمنز ڈویژن نے ادارے کی مدد کی اسطرح اے کے آر ایس پی ان ممالک اور اداروں سے تقریباً بچیس کروڑ روپے حاصل کر چکی ہے۔

۸۔ جنرل منیجر صاحب نے حکومتی ترقیاتی اداروں اور دوسرے محکموں کا اے کے آر ایس پی کے ساتھ تعاون کو سراہا اور اُمید ظاہر کی کہ وہ آئندہ یہ تعاون جاری رکھیں گے۔

۹۔ شمالی علاقہ جات کے ایڈیشنل کمشنر برائے ترقیات و منصوبہ بندی غلام جیلانی خان نے اے کے آر ایس پی کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے کہا کہ یہ پروگرام انتہائی کامیابی سے جاری ہے۔

اور آج تک جو نتائج برآمد ہوئے ہیں ان کے مطابق نہ صرف حکومت بلکہ باہر کے لوگوں کو بھی تسلّی ہے۔

۱۰۔ جناب غلام جیلانی خان نے بتایا کہ اے کے آر ایس پی کو حکومت کا کئی طریقوں سے تعاون حاصل ہے اور یہ تعاون انشاء اللہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔

۱۱۔ جناب غلام جیلانی خان کے اس یقین دہانی پر اے کے آر ایس پی کے عملے اور کانفرنس میں شریک مندوبین نے تالیاں بجا کر اپنی خوشی کا اظہار کیا۔

تنظیموں کے مسائل اور ان کا حل

۱۔ دیہی تنظیم بروشل کے منیجر حاجی ابراہیم نے بتایا کہ ان کے ہاں ٹریکٹر اور تھریشر نہیں تھے وہ ضرورت کے وقت یہ مشینری گلگت یا ہنزہ سے لے آتے تھے تو کام کرنے کے بعد بیس پچیس ہزار روپے کی رقم گاؤں سے باہر جاتی تھی۔ اس لئے انہوں نے ادارے سے قرضہ لے کر ٹریکٹر اور تھریشر خریدا جس کی وجہ سے نہ صرف ہمارے کام وقت پر ہوئے بلکہ جو کثیر رقم باہر چلی جاتی تھی تنظیم کو ملنے لگی۔

۲۔ حاجی ابراہیم نے بتایا کہ ان کے ہاں آزاد چرائی پر پابندی کا کوئی تصور نہیں تھا لیکن لوگ اپنی زمینوں پر پھلدار درخت لگاتے تھے تو آزاد چرنے والے جانور انہیں چٹ کر جاتے تھے۔ ان تکالیف کے پیش نظر گاؤں کے معتبر ایک جگہ جمع ہوئے اور جانوروں کی آزاد چرائی پر پابندی لگادی۔ اور یہ قانون بھی پاس کیا کہ کسی کے جانور آزاد چرتے دیکھے گئے۔ ان پر درجہ بندی کے مطابق جرمانہ عائد کیا جائے گا۔ اس کے باوجود جانور آزاد چھوڑے گئے اور جرمانے وصول کئے گئے اس وقت جرمانوں کی صورت میں مبلغ -/۱۳،۰۰۰ روپے حاصل کئے جا چکے ہیں تب کہیں جا کر لوگ اپنے اپنے جانور باڑوں میں بند رکھنے لگے ہیں حتیٰ کہ اپنی مرغیوں کی بھی ایک ٹانگ باندھ کر رکھتے ہیں۔

۳۔ دیہی تنظیم ہکس کے شمشیر خان نے کہا کہ ان کے علاقے میں کھاد کا ڈپو نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ گلگت سے کھاد لے جاتے ہیں۔ اور -/۲۰ روپے فی بوری کرایہ دیتے ہیں۔ اس طرح کھاد انہیں مہنگے داموں ملتی ہے چونکہ علاقہ غریب ہے لہٰذا لوگ مہنگی کھاد خریدنے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اس لئے غذر کے علاقوں میں ڈپو کھولے جائیں تاکہ ہر زمیندار اپنی ضرورت کے مطابق کھاد خرید سکے۔ شمشیر خان کی شکایت پر کہ گوپس کی طرف کھاد نہیں جا رہی ہے کا جواب دیتے ہوئے این ایف سی کے ادریس باجوہ صاحب نے کہا۔ ان کے محکمے کا یہ قانون ہے کہ جہاں تک پکی سڑک ہے وہاں کھاد کی ڈیلر شپ دے دی جاتی ہے۔ پھر بھی وہ یہاں کے زمینداروں کا ساتھ دیتے ہوئے یہ کوشش کریں گے کہ گوپس یاسین کے علاقوں کے لئے کھاد بذریعہ ٹریکٹر ملے جائی گئی تو کم از کم انہیں ٹریکٹر کا کرایہ مل جائے۔

(۴) دیہی تنظیم کا شغری کالونی نمبر ۱۲ کے صدر بشیر خان نے بتایا کہ انہیں ایک تالاب کی سکیم ملی تھی لیکن وہ جہاں تالاب تعمیر کر رہے تھے وہاں سے اُن کے دوسرے گاؤں تک پانی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس لئے انہوں نے ایک دوسری ٹینکی کی بھی تعمیر شروع کی لیکن پیسے ایک تالاب کے لئے ملے تھے۔ اسی وجہ سے ایک تالاب تو مکمل ہو گئی لیکن دوسرا تالاب نامکمل رہا جس کی وجہ سے لوگوں نے طعنے دیئے اور قسم قسم کی باتیں کیں۔ لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری اور اس کے غیرت کو یہ گوارا نہیں ہوا کہ ایک نیک کام نامکمل رہے اس لئے اس نے اپنی زمین فروخت کی اور تالاب کا کام دوبارہ شروع کیا۔ انشاء اللہ بہت جلد اسے مکمل کیا جائے گا۔

۵۔ دیہی تنظیم شاد آباد کے منیجر خداداد خان نے بتایا کہ ان کے ہاں گندم، مکئی اور سبزیات مختلف قسم کی بیماریوں کے شکار ہوتے ہیں۔ انہوں نے بیماریوں کے علامات کانفرنس میں شریک زرعی ماہرین کو بتائیں۔ ان کی بتائے ہوئے علامات کے مطابق انہیں ڈاکٹر ظہور عالم اور ادریس باجوہ صاحب نے مناسب علاج اور تدابیر بتائے۔

۶۔ دیہی تنظیم سلطان آباد یاسین کے سپروائزر جنگولی خان نے بتایا کہ انہیں ایک کوہل کی سکیم ملی تھی۔ سکیم مکمل ہونے پر کے بعد لوگوں نے سیراب ہونے والی زمین پر تنازعات شروع کئے۔ حالانکہ تنازعے کا کوئی امکان نہیں تھا لیکن بعض شرپسند عناصر نے لوگوں میں پھوٹ ڈالی جس کی وجہ سے تنظیم قریب قریب ختم ہونے کو آئی پھر خدا کا شکر ہے کہ تنظیم کے نئے عہدیداروں نے پھر سے لوگوں کو منظم کیا اور لوگوں نے تنظیم میں دلچسپی لینا شروع کیا۔

۷۔ دیہی تنظیم علی آباد کے منیجر جانان خان نے بتایا کہ اُن کا گاؤں چھ سو گھرانوں پر مشتمل ہے شروع میں جب اے کے آر ایس پی نے

بقیہ صفحہ نمبر 66 پر

سلطان حمید

سوشل آرگنائزر گلگت کی ڈائری

سے اقتباس

۲ دسمبر ۱۹۸۷ء

فرفوح بستی اوشیکھنداس دیہی تنظیم کے ممبران نے گندم کی کاشت کے سلسلے میں متوقع مسائل پر گفت وشنید کرنے کے لئے ایک ہنگامی میٹنگ رکھی تھی۔ میٹنگ کی روداد سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تنظیم کی کارکردگی پر مختصراً روشنی ڈالی جائے۔

اکتوبر ۱۹۸۶ء تک اوشیکھنداس میں ایک ہی تنظیم تھی الیکشن کے تحت برسر اقتدار آئے ہوئے نمائندوں نے تنظیم کو شدید بحران سے دوچار کر رکھا تھا تنظیم کے سابق صدر نے اے کے آر ایس پی کے عطیے سے تعمیر ہونے والی پانی کی ٹینکیوں کی تعمیرات میں ادارہ کے ماہرین کے فنی صدایات کو ٹھکرا کر اپنے روایتی انداز میں کام کرایا جس کے نتیجے میں ٹینکی کی دیواریں گر گئیں۔ شالی کسان نے کھاد کے قرضہ کی ادائیگی میں پس وپیش سے کام لیا جس کے باعث اوشیکھنداس کی تنظیم نہ صرف اے کے آر ایس پی اسٹاف کی نظروں سے گر گئی بلکہ ممبران بھی اختلافات کے شکار ہوئے۔

بفضل خدا اوشیکھنداس کے عوام کو ان کمزوریوں کا احساس ہوا اور انہیں دور کرنے کے لئے ۱۹۸۶ء میں تین تنظیمیں تشکیل دیں۔ فرفوح بستی ان میں سے ایک تنظیم کا نام ہے۔

تنظیم کی مجموعی بچت دس لاکھ اڑتالیس ہزار روپے ہے۔ ہفتہ واری بچت کا اوسط ۴۰۰/- روپے ہے ممبران کی کل تعداد ۷۶ ہے۔ ممبران کے خلوص اور تعاون سے اس تنظیم کے اندر ایک ایسی فضا قائم ہوئی ہے جو اے کے آر ایس پی کی دیگر تنظیموں کے لئے ایک عظیم مثال ہے۔

تنظیم کی بہتر کارکردگی کے سبب ہز ہائینس کی کنونشن میں تشریف آوری کے موقع پر عہدیداران کو ہز ہائینس کی خدمت میں یادگار نشان (سووینر) پیش کرنے کا نادر موقعہ ملا۔

آج کی میٹنگ میں پاک-۸۱ کے بیجوں کی فراہمی، کیمیائی کھاد، کانگیاری کی دوائی (VITA - VEX) جڑی بوٹیوں کو تلف کرنے والی دوائی (weedicides) کی فراہمی اور مکئی کے بہتر بیجوں کی حصولیابی پر گفت وشنید ہوئی۔ آج کے میٹنگ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ ایک جانب مرد اور دوسری جانب خواتین ممبران بیٹھی تھیں سو فیصد ممبران آج کی میٹنگ میں شریک تھے۔ جب میں نے ہز ہائینس کی تشریف آوری کے موقعہ پر تنظیم کو ملنے والی مواقع پر ممبران کو مبارکباد پیش کی تو وہ بہت خوش ہوئے اور بتایا کہ اس کامیابی میں اے کے آر ایس پی کے سوشل آرگنائزر کا بھی بھرپور حصہ ہے۔ میں نے انہیں بتایا کہ اب آپ ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو چکے ہیں اور بغیر ایس۔ او کے بھی آپ کو یہ رفتار جاری رکھنا چاہیئے۔

تنظیم کے بعض ممبران نے پاک-۸۱ کی بیج کے لئے درخواست کی میں نے انہیں بتایا کہ یہ بیج سلطان آباد میں جناب تولد شاہ اور پرنس آباد دیہی تنظیم کے پاس موجود ہے جس مقدار میں بھی آپ کو چاہیئے مل سکتا ہے۔

کانگیاری کی دوائی Vita vex ادارہ میں موجود ہے ماہر فصلات کو ہدایت کی گئی کہ وہ ممبران کے ڈیمانڈ کی ایک لسٹ تیار کریں اور ادارہ سے حسب ضرورت کرم کش ادویہ حاصل کریں۔ ممبران کو ہدایت کی گئی کہ وہ ادویات کی قیمتوں اور ماہر کے خدمت کے معاوضہ کی ادائیگی میں پس وپیش سے کام نہ لیں ممبران نے وعدہ کیا کہ وہ ماہر کو دوائی کی قیمت اور خدمت کا معاوضہ بروقت ادا کریں گے۔

جڑی بوٹیوں کو تلف کرنے والی دوائی سے متعلق میں نے کہا کہ میں آپ کے عہدیداران کے ہمراہ محکمۂ زراعت سے رجوع کروں گا تاکہ یہ دوائی بھی حاصل کی جاسکے بہر حال اس کی ضرورت ماہ مارچ کے بعد پڑتی ہے اور انشاء اللہ اس وقت تک بندوبست ہوسکے گا۔

کھادوں کو حفاظت سے رکھنے اور ان کی مارکیٹنگ کے بارے میں تنظیم کو آگاہ کیا گیا کہ ۵ ار دسمبر ۱۹۸۶ء کو اسلام شاہ صاحب اُن کی تنظیم میں آئیں گے اور انہیں تربیت فراہم کریں گے۔

ایک خاتون ممبر نے کھڑے ہوکر شکایت کی کہ اُن کی تنظیم پر پوری توجہ نہیں دی جارہی ہے۔ میں نے اُنہیں بتایا کہ ادارہ خواتین کی بہبود کے لئے بھی بہت کچھ کررہا ہے سبزیات کے بیج منگوائے گئے ہیں اور قیمتاً ممبران خرید سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ تنظیم کو ایک بڑے سائز کی گھٹلیاں توڑنے کی مشین فراہم کی گئی ہے تاکہ آپ کے کام کے بوجھ کو ہلکا کیا جاسکے اور وقت بچایا جاسکے۔

نیز میں نے اُنہیں بتایا کہ اگر اس طرح وہ مشترکہ میٹنگیں کرتے رہے تو ایس او کو رابطہ میں سہولت ہوگی اور خواتین کے مسائل کو ادارہ تک پہنچانے میں بھی آسانی پیدا ہوگی۔

آج کی میٹنگ میں یہ فیصلہ ہوا کہ مکئی کے بہتر بیج کے لئے جگلوٹ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ سے رابطہ رکھا جائے گا۔

آخر میں دُعائے خیر کے ساتھ میٹنگ کو اختتام پذیر کیا گیا۔

یاسین کے

سپروائزروں کی بہترین کارکردگی

ایجوکیشن بورڈ کے ممبر کی خدمات بھی سرانجام دی ہیں **اکبر شاہ** درچ تھوئی کے ایک کسان خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ پرائمری تک تعلیم گاؤں میں حاصل کی کم سنی سے ہی کاروباری طبیعت کا مالک تھا۔ ۱۵ سال کی عمر میں کاروبار سے منسلک رہا لیکن کاروبار سے اپنے مستقبل کو روشن نہیں پایا۔ اور گھر آکر گاؤں میں مختلف نوعیت کے سماجی کاموں میں مشغول رہے۔

نومبر ۱۹۸۵ء میں جب راقم نے دیہی تنظیم درچ کی ہفتہ وار ایک میٹنگ میں شرکت کی تو اکبر شاہ جو تنظیم کے منیجر تھے کی قابلیت کو دیکھ کر آزمائشی طور پر ایک ماہ تک تھوئی کے تنظیموں کی رپورٹ وغیرہ تیار کرنے پر مامور کیا۔ کام تسلی بخش پاکر ۱۹۸۶ء میں بحیثیت مارکیٹنگ سپروائزر AKRSP میں تقرری کی سفارش کی۔ اکبر شاہ نے مشترکہ مارکیٹنگ کے پیکیج کو صحیح طریقے سے ممبروں کو سمجھایا ہے جس کی وجہ سے تھوئی میں پھٹور۔ گیری۔ اخروٹ کے علاوہ سوختنی لکڑی اور چمڑوں کی بھی کافی تعداد میں مشترکہ مارکیٹنگ ہوئی ہے۔ دوسری طرف ویلیج سپروائزر کی ڈیوٹی آنریری طور پر سرانجام دے رہا ہے۔

شکر ریز

سوشل آرگنائزر گوپس کی ڈائری سے اقتباس

۴ ستمبر سنہ ۱۹۸۷ء

حسب پروگرام دلوملِ پہنچے تنظیم کی میٹنگ میں شرکت کی اور تنظیم کے ساتھ مندرجہ ذیل امور پر گفتگو ہوئی۔

آباد کاری :- اس تنظیم نے سنہ ۱۹۸۲ء میں ایک کوہل کی کشادگی اور توسیع کا کام کیا ہے کوہل گاؤں کے پرانے زمینوں کو سیراب کرتی ہے لیکن پانی کی مقدار میں اضافہ ہونے کی وجہ سے ۴۸۰ کنال ڈھلوانی زمین کو بھی پانی ملے گا۔ جس میں تنظیم مویشیوں کے لئے خوراک اور جنگل اُگا سکتی ہے۔ تنظیم کے کل گھرانے ۸۸ اور ممبران بھی ۸۸ ہیں۔ اس زمین میں ۳۰ ممبران کا حصہ نہیں ہے باقی حصے میں بھی زمین کی تقسیم غیر مساویانہ ہے۔ یہ تنظیم کوہل کی تکمیل کے بعد ایک عرصے تک گومگو کی کیفیت میں رہا۔ ممبران تنظیم کے عہدیداران کی خود غرضی کی بدولت ادارہ کے زرین اصولوں سے ناواقف رہے۔

یہ گاؤں پھنڈر سے الگ تھلگ واقع ہونے کی وجہ سے ایس او یو کو بھی پہنچنے میں دشواریاں ہیں۔ گاؤں میں صدر اور منیجر کے علاوہ دوسرا اہل آدمی نہیں مل رہا تھا۔ اس لئے میں نے سنہ ۱۹۸۶ء کے دوران اسی تنظیم کے صدر ریٹائرڈ صوبیدار مستانہ شاہ (چیئرمین یونین کونسل پھنڈر) اور منیجر ریٹائرڈ صوبیدار عجائب خان ہی کو بار بار سمجھانے کا عمل جاری رکھا۔ اور ساتھ ساتھ اس گاؤں کے ایک ڈرائیور گوگوڑی خان کو اعتماد میں لے کر اُن کی وساطت سے گاؤں کے لوگوں کو آگاہ کرنے کا عمل جاری رکھا۔ گوگوڑی خان کو دو کانفرنسوں میں بھی شرکت کرنے کی دعوت دی اور تنظیم کی اجلاسوں کو باقاعدہ کرنے اور صدر اور منیجر کو مجبور کرکے اجلاسوں میں لانے اور مکمل حساب کتاب کرنے پر گوگوڑی خان کو اُکساتا رہا۔ اسی اثناء خود بھی چار مرتبہ اجلاسوں میں جاتا رہا ایسے حالات میں مستانہ شاہ اور عجائب خان پر تنظیم کا دباؤ پڑنا شروع ہوگیا اور وہ بادل ناخواستہ تنظیم کے اجلاس میں آنے لگے۔ اسی دوران تنظیم نے آباد کاری کا قرضہ حاصل کرکے ۴۸۰ کنال اراضی کو آباد کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ میں نے تنظیم پر زور دیا کہ وہ آباد کاری سے متعلق منصوبہ بندی تیار کرکے سوشل آرگنائزر کے حوالہ کریں۔ اس موضوع پر کئی اجلاس میں گفتگو کے بعد تنظیم کے تمام ممبران کو قرضہ فراہم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ چنانچہ سنہ ۱۹۸۷ء میں تنظیم کو ۸۹,۰۰۰/- روپے کا قرضہ ملا۔

آج کے اجلاس میں ممبران نے یہ سوال اُٹھایا کہ منیجر نے قرضے کی رقم میں سے ۲۰,۰۰۰/- روپے نقد ابھی تک ممبران میں تقسیم نہیں کیا ہے جبکہ ممبران نے منصوبہ بندی کے تحت پہلے ہی مطلوبہ زمین کی آباد کاری مکمل کر لی ہے جس پر منیجر نے درج ذیل بیان دیا۔

کل حاصل کردہ رقم بطور قرضہ ۸۹,۰۰۰/- روپے

بینک میں فکسڈ ڈیپازٹ ۴۰,۰۰۰/- "

اسی رقم کا اندراج تمام رجسٹروں اور ممبران کے پاس بکوں میں بحساب ۴۵۰/- روپے فی ممبر ہو چکا ہے۔

باقی رقم میں سے ۲۹۰۰۰/- روپے تنظیم کے اکاؤنٹ میں جمع کیا گیا ہے جو بعد میں خرچ ہونے والی رقم ہے جو بوقت ضرورت بینک سے نکال جائے گا۔

باقی مبلغ ۲۰,۰۰۰/- روپے کیش کی صورت میں موجود ہے آج کے اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ اس ۲۰,۰۰۰/- روپے کی رقم کو ممبران میں تقسیم کیا جائے گا۔

تنظیم نے آباد کاری پر باقاعدہ عمل درآمد کے لئے یوں انتظام کیا ہے،

کہ ۸ ممبران پر مشتمل آٹھ گروپ ہوں گے اور ہر گروپ کا ایک لیڈر ہوگا۔ گروپ لیڈروں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ حوالدار ریٹائرڈ شیرولی ۲۔ دراز خان ۔ ماہر مال

۳۔ بلور ۴۔ گوگوڑی خان

۵۔ مجسی جان ۶۔ آیر

۷۔ گل ولی اور ۸۔ محمد مراد

ہر اجلاس میں گروپ لیڈر اپنی کارکردگی بیان کریں گے اور خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف تنظیم اجتماعی فیصلہ دے گی۔

ایک ممبر نے سوال اٹھایا کہ تنظیم بنتے وقت ۱۰/- روپے فی ممبر بطور حصص جمع کر لیا گیا تھا لیکن وہ رقم بچت اور پاس بکوں میں جمع نہیں کی گئی ہے یہ ۱۹۸۳ء کا قصہ ہے اس وقت تنظیم کا مینیجر دوسرا شخص تھا جب ان سے اس بابت دریافت کیا گیا تو اس نے بیان دیا کہ ممبران میں یہ غلط فہمی ہے دراصل پاس بک تنظیم کے وجود میں آنے کے چند مہینے بعد ملے تھے اس وقت حصص کے ساتھ ہر ممبر کی جو بچت تھی وہ سب ملا کر ایک ساتھ پاس بکوں میں اندراج ہوا ہے لیکن حقیقت سے ناآشنائی کے سبب ممبران مشکوک ہیں حالانکہ حصص کی رقم بھی بچت میں شامل کر لی گئی تھی۔ میں نے ممبران کو یقین دلایا کہ اس بات کی مزید تحقیقات کے لئے ہم تنظیم کے پرانے ریکارڈ بھی چیک کریں گے۔

تنظیم کے ماہر مال دراز خان خود موجود نہیں تھے ان کا بیٹا ان کی نمائندگی کرنے کے لئے اپنے ساتھ وہ رجسٹر بھی لائے تھے جن پر حفاظتی ٹیکوں کے ریکارڈ درج کئے گئے تھے۔

ریکارڈ سے پتہ چلا کہ دراز خان نے اپنا کام مکمل کیا ہے لیکن اسے دوائی کی قیمت اور اجرت ابھی تک نہیں ملی ہے اس موضوع پر ممبران کے ساتھ نئے سرے سے بحث مباحثے ہوئے اور آخر کار طے پایا کہ تمام ممبران ایک ہفتے کے اندر اندر اپنے بقایا جات ماہر مال کو ادا کریں گے۔

آبادکاری کے لئے لی گئی رقم کے بقایا جات مبلغ ۲۰،۰۰۰/- روپے کی تقسیم سے متعلق بھی سوالات اٹھائے گئے کہ بعض ممبران کی بچت صرف ۱۰/- روپے ہے جب کہ بعض ممبران کی بچت ۷۰۰/- روپے سے بھی تجاوز کر چکی ہے۔ متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ ممبر کو کم از کم ۲۰۰/- روپے جمع کرنی چاہئیں پھر وہ قرضہ کی رقم حاصل کرنے کے مستحق قرار پائیں گے۔ جن ممبران کی بچت بہت ہی کم ہے انہیں ہدایت کی گئی کہ وہ اپنے قرضہ جات کی رقم سے ہی بچت میں اضافہ کریں۔

سبزیات کے پلاٹوں سے متعلق ممبران نے بتایا کہ چائنا کرم، اور مولی بیج کے لئے رکھے گئے ہیں باقی سبزیاں اٹھائے گئے ہیں ممبران کی نظر میں یہاں لگائے گئے سبزیات میں ٹماٹر اور بینگن ناکامیاب ہے باقی ہر سبزی اچھی ہوئی ہے سبزیات کا متعلقہ فارم ان سے حاصل کر لیا اور ٹیرو کی جانب چل پڑے۔

ٹیرو سینٹر اور سرفت کے ماہرین مال سے بھی اعداد و شمار حاصل کر لئے اور گوپس واپس ہوئے۔ رات کو جناب معراج خان سوشل آرگنائزر چترال سے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کانفرنس میں شرکت کے لئے آئے۔

جھلکیاں

کام شروع کیا تو انہوں نے بھی اپنی پانی کی ضرورت کے بارے میں ادارے سے مدد مانگی۔ انہوں نے بتایا کہ سینکڑوں سالوں سے سنٹرل ہنزہ سے پانی کی قلت کو دور کرنے کی کوشش کی گئیں تھیں۔ لیکن اس میں کوئی بھی کامیاب نہیں ہوا۔ بالآخر انہوں نے ادارے سے رجوع کیا اور ادارے نے انہیں پونے آٹھ لاکھ روپے کا خطیر عطیہ دیا۔ اس طرح انہوں نے کوہل کا کام شروع کیا اس دوران بہت سارے مسائل کا انہیں سامنا کرنا پڑا۔ چونکہ یہ ایک نیک کام تھا اور سنٹرل ہنزہ والوں کی دلی خواہش تھی کہ وہاں تک پانی پہنچے اس لئے بڑی جانفشانی سے کام کیا گیا مقامی لوگوں نے بھی چندہ دیا اور ہنزہ کے کونسلر راجہ غضنفر نے بھی انہیں امداد دی اسطرح انہوں نے ۳۵۰۰ فٹ کام مکمل کیا ہے کچھ کام بچا ہے وہ بھی بہت جلد مکمل کیا جائے گا۔

محمد اقبال

سوشل آرگنائزر ہنزہ کی ڈائری سے اقتباس

یکم ستمبر ۱۹۸۷ء

علی آباد کی پانچ دیہی تنظیموں کے ساتھ مشترکہ میٹنگ

جنرل منیجر اے کے آر ایس پی، جناب شعیب سلطان خان پروگرام کے مطابق ہر تنظیم سے الگ الگ ملاقات کرنے والے تھے مگر نمائندوں نے تمام ممبران کو ایک جگہ سینٹرل جماعت خانہ کے صحن میں جمع کر دیا تھا جن کی مجموعی تعداد ۱۵۰ تھی

جنرل منیجر صاحب نے درمتنگ دیہی تنظیم کے ممبران سے سوالات کئے۔ ایک ممبر جناب ثناء اللہ نے جواب دیتے ہوئے بتایا کہ اُن کی تنظیم میں ممبران کی تعداد ۱۰۲ ہے، بچت ۵,۰۰۰/- روپے ہے جب کہ تنظیم کے ۲۷ ممبران آج کے اجلاس میں شریک ہیں۔ انہوں نے مزید بتایا کہ چند ممبران حسن آباد نالے میں کوہل کی تعمیر کے لئے گئے ہیں جب کہ بعض زراعت میں مصروفیات کے باعث میٹنگ میں شرکت کرنے سے قاصر رہے ہیں۔

میٹنگوں کے بارے میں عہدیداران اور ممبران نے بتایا کہ اُن کی میٹنگ کوہل پر کام کے دوران ہی منعقد ہوتی ہے کبھی گاؤں میں اور کبھی والنٹیئرز ہال میں منعقد کئے جاتے ہیں۔

آغا خان آباد کے صدر عبدالکریم نے بتایا کہ ہیفر پروجیکٹ کی گائے دیہی تنظیم خیبر کو دیئے جانے کا انہیں بہت افسوس ہے کیونکہ اُنکے خیال میں وہ اس کے زیادہ مستحق تھے بعض ممبران نے پولٹری اور کھاد کے لئے قرضہ نہ دیئے جانے کی شکایات کیں۔

جنرل منیجر صاحب نے اُن کی شکایات کا جواب دیتے ہوئے بتایا کہ جب تک آپ کی تنظیمیں ادارہ کے اصولوں پر کاربند نہیں ہوں گی اس وقت تک نہ ایس۔ او کچھ کر سکتا ہے اور نہ ہی ادارہ۔ جی۔ ایم صاحب نے مزید کہا کہ تنظیموں کو ہنزہ یا ئینس کے تصور کے مطابق عمل کرنا ہوگا۔

اس کے بعد انہوں نے ممبران سے سوال کیا کہ وہ ہفتہ کے کس روز کس وقت میٹنگ کے لئے تیار ہیں؟ ممبران کسی خاص دن اور وقت کا تعین نہ کر سکے بلکہ بتایا کہ وہ ضرورت کے مطابق کسی بھی دن اور کسی بھی وقت میٹنگ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ البتہ انہوں نے اگلے جمعہ کو میٹنگ بُلانے کا فیصلہ کر لیا جس میں سوشل آرگنائزر نے بھی شرکت کا وعدہ کر لیا۔

مارکیٹنگ کے لئے قرضہ جات کی درخواست پر جنرل منیجر صاحب نے موقع پر ہی درج ذیل تنظیموں کے لئے قرضہ جات کی منظوری دی

۱۔ دیہی تنظیم درمتنگ	کل بچت	رقم جو بطور قرضہ منظور کی گئی
۱۔ دیہی تنظیم درمتنگ	۵,۰۰۰/- روپے	۵,۰۰۰/- روپے
۲۔ " " برتلنگ	۳۶۰۰۰/- "	۳۶۰۰۰/- "
۳۔ آغا خان آباد	۳۵۰۰۰/- "	۳۵۰۰۰/- "

سوشل آرگنائزر کو جنرل منیجر نے ہدایت کی کہ وہ ان تنظیموں سے مارکیٹنگ کے فارم پُر کروا کر ادارہ سے یہ قرضہ جات دلوائے۔

میٹنگ سے فارغ ہونے کے بعد ریجنل کونسل آفس میں صدر وزیر بیگ صاحب نے چائے کا بندوبست کیا تھا دورانِ گفتگو جی۔ ایم صاحب نے ایس۔ او سے دریافت کیا کہ اب اُن کے دل میں کوئی خلش تو نہیں رہی۔ ایس۔ او اقبال نے جواب دیا کہ وہ ہنزہ کی دیہی تنظیموں اور عوام کی خدمت کے لئے ہیں انہیں

بقیہ صفحہ نمبر 70 پر

نور محمد

سوشل آرگنائزر نگر کی ڈائری سے اقتباس

یکم اکتوبر ۱۹۸۷ء

دیہی تنظیم چشور کھنڈ (سمائر) کے ممبران کے ساتھ میٹنگ کی۔ اس تنظیم میں ممبران کی کل تعداد ۵۰ ہے اور ۳۵ ممبران آج کی میٹنگ میں شریک تھے۔ تنظیم کی کل بچت ۵۵۰، ۴۱ روپے ہے۔

یہ ایک فعال تنظیم ہے ہفتہ وار میٹنگ جاری ہے تنظیم کو زمین کی آباد کاری کے لئے ایک لاکھ روپے کا قرضہ بھی مل چکا ہے۔ نرسری بھی لگائی جارہی ہے۔ نرسری کے اندر ۳۲۰۰ پودے لگائے گئے ہیں۔

زمین کی آباد کاری:- ابھی تک دس کنال زمین کو جو پہلے بنجر اور غیر آباد پڑی تھی۔ آباد کیا چکا ہے۔ ۴۰۰ جنگلی اور ۴۰۰ پھلدار پودے لگا چکے ہیں۔

علاوہ ازیں چھ چھ ممبران پر مشتمل گروپ تشکیل دیئے گئے تھے تاکہ وہ ملکر میوہ جات خشک کرنے کے لئے چیمبرز (کمروں) کی تعمیر کر سکیں۔ ان گروپوں نے کل آٹھ کمرے بنائے اور سال رواں کے دوران ان کمروں میں کل ۵۷ من خوبانی سکھائی۔ طریقۂ کار یہ رکھا گیا ہے کہ باری باری ہر گروپ میں ایک ایک ممبر کو روزانہ خوبانی سوکھانے کی اجازت تھی اسطرح پورے سیزن میں خوبانی سکھائے گئے۔ تنظیم نے سکھائے گئے خوبانی کو گلگت مارکیٹ میں بیچا

۱۔ ۳۵ من بحساب ۱۶/- روپے فی سیر

کل رقم = ۴۰۰، ۲۲/- روپے

۲۔ ۲۴ من بحساب ۱۸/- روپے فی سیر کل رقم = ۲۸۰، ۱۷/- روپے

۳۔ کل خام آمدن = ۴۰۰، ۲۲ + ۲۸۰، ۱۷ = ۶۸۰، ۳۹/- روپے

۴۔ کل اخراجات = ۱۵۰ روپے

۵۔ خالص آمدن ۳۹۶۸۰ - ۱۵۰ = ۵۳۰، ۳۹/- روپے

۶۔ فی ممبر اوسط آمدن = ۷۹۰/- روپے

اپنی اضافی پیداوار کی مارکیٹنگ کے لئے تنظیم نے اے کے آر ایس پی سے ۳۰۰۰۰/- روپے کا قرضہ حاصل کیا تھا۔ خوبانی جو سلفر کے ذریعے خشک کی جا چکی تھی اس کی مارکیٹنگ کی جا چکی ہے اس کے علاوہ ابھی اُن کے پاس جو مال جمع ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱	خوبانی	۲۴ من
۲	اخروٹ	۷ من
۳	گری	۶ من

چونکہ اس وقت مارکیٹ ریٹ بہتر نہیں ہے اس لئے تنظیم سیزن کے انتظار میں ہے تاکہ بہتر قیمتوں پر ان اشیاء کی مارکیٹنگ کی جا سکے۔ تنظیم نے مبلغ ۰۰۰، ۱۰/- روپے خصوصی طور پر ناشپاتی کی مارکیٹنگ کے لئے مختص کر لئے ہیں تاکہ ممبران کو بروقت ادائیگی کرکے اُن سے ناشپاتی حاصل کی جا سکے۔

دوکان:- تنظیم نے ایک اجتماعی دوکان (کوآپریٹو شاپ) بھی کھول رکھی ہے اس دوکان کا آغاز یکم نومبر ۱۹۸۶ء سے کیا گیا۔ اس وقت دوکان کی کل مالیت ۰۰۰، ۳۰/- روپے تھی۔ اپریل ۱۹۸۷ء کو تنظیم نے مبلغ ۰۰۰، ۲۰/- روپے مزید

بقیہ صفحہ نمبر 70 پر

برکت علی

سوشل آرگنائزر یاسین کی ڈائری سے اقتباس

۱۷ ستمبر سنہ ۱۹۸۷ء

صبح نو بجے حسبِ پروگرام مارکیٹنگ سپروائزر اکبر شاہ کے ہمراہ نیلتی استھم داس کی میٹنگ میں شرکت کے لئے گیا۔ تنظیم میں کل ممبران کی تعداد ۱۰۷ ہے جبکہ آج کی میٹنگ میں صرف ۵۷ ممبران حاضر ہوئے۔ میں نے مینیجر سے حاضری رجسٹر اٹھا کر ہر ممبر کی ذاتی بچت اور حاضری پڑھ کر سنایا اس سے ممبران کی دلچسپی میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ کم بچت اور کم حاضری والے ممبران اچھے ممبران کے نقشِ قدم پر چلنے کے لئے آمادہ ہوتے ہیں اور تنظیم مزید فعّال ہو جاتی ہے۔

رجسٹروں کے معائنہ سے یہ بات سامنے آئی کہ مینیجر کی مجموعی بچت صرف ۴۸۴/- روپے ہے جب کہ تنظیم کے ایک ممبر کی بچت مبلغ ۲۰۰۰/- روپے ہے۔ ایک ممبر نے اس جانب توجہ مبذول کراتے ہوئے کہا کہ مینیجر صاحب گاؤں کے ایک متمول گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود اُن کی بچت بہت کم ہے انہوں نے مشورہ دیا کہ مینیجر کی بچت ۱۰۰۰/- روپے سے زائد ہونی چاہیئے۔ مینیجر صاحب نے کہا کہ اچھا ہوا کہ ایس۔ او نے ممبران کی ذاتی بچتوں کا اعلان کر دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میں غریب نہیں ہوں لیکن مصلحت کے تحت میں نے اپنی بچت دوسرے ممبران سے کم رکھی تھی تاکہ ممبران مشکوک ہو کر میرے اوپر الزامات نہ دھریں۔ نیز انہوں نے بتایا کہ اگر تمام ممبران حاضری اور بچت میں دلچسپی لینا شروع کریں تو تنظیم میں بہت سارے ایسے ممبران بھی ہیں جو بیک وقت اپنی بچتوں میں اضافہ کر کے ۵۰۰۰/- تک کرنا چاہتے ہیں۔ مینیجر نے وعدہ کر لیا کہ وہ تنظیم اور ممبران کی دلچسپی بڑھانے کی خاطر اگلی میٹنگ میں اپنی بچت میں یکمشت ۱۰۰۰/- روپے کا اضافہ کریں گے۔ ان کے علاوہ چھ اور ممبران نے بھی اپنی بچتوں میں دوگنا اضافہ کرنے کا اعلان کر دیا۔ جس پر ممبران نے تالیاں بجا کر اُن کی حوصلہ افزائی کی۔

میں نے تنظیم پر زور دیا کہ وہ گاؤں کی بکھری ہوئی افرادی قوت اور سرمایہ کو اکٹھا کر کے تنظیم کے تحت علاقہ کی ترقی کی رفتار کو تیز تر کریں تاکہ امیر و غریب سب ہی ترقی کے میدان میں آگے بڑھ سکیں اور صحیح معنوں میں اسلامی بھائی چارگی قائم رہ سکے۔ نیز ممبران پر یہ واضح کیا گیا کہ اسکیم حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ممبران فی کس اوسط بچت ۳۰۰/- روپے کر لیں۔ اسی طرح کھاد اور مارکیٹنگ کے لئے قرضہ دیتے وقت بھی تنظیم کے اجتماعی بچت کو مدّنظر رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح پھلدار وغیرہ پھلدار کے حصول، ادویات اور مرغبانی کے لئے قرضہ فراہم کرتے وقت بھی تنظیم کی بچت کو مدّنظر رکھا جاتا ہے۔

زمین کی آبادکاری اور زرعی مشینری کے قرضہ جات کے لئے لازمی ہے کہ تنظیم کم از کم ۳۰٪ رقم مشترکہ اکاؤنٹ میں جمع کر لے۔ تنظیم ھذا نے ماہ مئی میں زمین کی آبادکاری کے قرضہ جات کے لئے لوازمات مکمل کر کے قرارداد یونٹ کو پیش کر دیئے تھے لیکن میں نے تنظیم کو مزید فعال بنانے کی خاطر مزید مہلت دے رکھی تھی تاکہ ممبران کی میٹنگوں میں بچت اور حاضری بہتر ہو اور دریں اثناء متعلقہ انجنیئر و بلیح پلان کو بھی تیار کر سکے۔

تنظیم میں موجود ۱۰۷ ممبران سب کے سب قرضہ جات حاصل کرنا چاہتے ہیں مبلغ ۲۰۰۰/- روپے فی ممبر کے حساب سے تنظیم ادارہ سے مجموعی طور پر ۲،۱۴،۰۰۰/- روپے قرضہ لے سکتی ہے جس کے لئے تنظیم کو مبلغ ۶۵۰۰۰/- روپے، ادارہ کے ساتھ جائنٹ

اکاؤنٹ میں بطور زرِضمانت رکھنا ہوگا جب کہ اس وقت تنظیم کی مجموعی بچت صرف ۵۸۰۰۰/- روپے ہے میں نے تنظیم کے عہدیداران اور ممبران پر واضح کر دیا کہ جب تک وہ لازمی سرمایہ بچت میں جمع نہیں کریں گے وہ خود کو قرضہ حاصل کرنے کے اہل نہ بنا سکیں گے۔

مارکیٹنگ :۔ تنظیم نے ۳۰۰۰ من سوختنی لکڑی کی مارکیٹنگ کے لئے ادارہ سے مبلغ ۳۰۰۰۰۰/- روپے حاصل کئے ہیں۔ جو تا حال ممبران میں تقسیم نہیں کئے گئے فہرست کے مطابق قرضے کی رقم سے ہر ممبر کو اپنی بچت میں اضافہ کرنا ہوگا۔ اور فہرست میں دی گئی مقدار میں ہر ممبر کو مارکیٹنگ کرنا ہوگا اور مزید مشترکہ مارکیٹنگ کی خاطر ہر ممبر لکڑی فراہم کرے گا۔

میں نے تنظیم کے ممبران کو برکولتی کی مثال پیش کرتے ہوئے بتایا کہ سال گذشتہ اس تنظیم نے کوئی قرضہ حاصل کئے بغیر اپنے فاضل خشک میوہ جات کی مارکیٹنگ کی اور منافع کمایا۔

سوشل آرگنائزر ہنزہ کی ڈائری سے اقتباس

کسی سے کوئی رنجش اور دشمنی نہیں ہے۔ جناب شامی اور جناب جانان خان نے جنرل مینیجر کو بتایا کہ اقبال اُن کے ہی بھائی اور فرزند ہیں اور انہیں بھی اقبال سے کوئی ذاتی شکایات نہیں ہیں البتہ قرضہ جات کی فراہمی کے سلسلے میں اُن کی تنظیموں کے ساتھ سختی کرنے کی وجہ سے انہیں کچھ شکایات تھیں۔

جنرل مینیجر صاحب کی ہدایت پر فریقین آپس میں ملے اور اختلافات ختم ہوئے۔ اسی دوران انہیں ۸ ستمبر ۱۹۸۷ء کو منعقد کی جانے والی کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ علاوہ ازیں ایک ممبر کو مارکیٹنگ کے میدان میں تربیت کے لئے منتخب کرنے کو کہا گیا جو ۸ تا ۱۰ ستمبر گلگت میں ہونے والی ہے۔

سوشل آرگنائزر نگر کی ڈائری سے اقتباس

اس میں شامل کرلئے۔ دکان کا کرایہ مبلغ ۵۰/- روپے ماہانہ ہے اور ایک سیلز مین مقرر کیا گیا ہے جسے مبلغ ۲۰۰/- روپے ماہانہ دیا جا رہا ہے۔ تھوک کے حساب سے مال گلگت کے نرخ پر دوسرے دوکانداروں کو بیچتے ہیں۔ تا حال دکان بہت اچھے طریقے سے چل رہی ہے ماہانہ آمدن و اخراجات کا حساب کتاب دکھایا جاتا ہے اور سال میں ایک مرتبہ آمدن و اخراجات کے سلسلے میں مکمل آڈیٹنگ کرتے ہیں۔

نگر خاص سے مینیجرز کانفرنس میں شرکت کے لئے اطلاعات اور سیکنڈ راؤنڈ ویکسینیشن کے لئے بھی اطلاعات دیتے ہوئے واپس اسکندر آباد چلا آیا۔ ٹونگ داس تنظیم میں فیصلہ ہوا تھا کہ ہر مہینے کی یکم تاریخ کو دن کے ۱۲ بجے میٹنگ ہوا کرے گی اس لئے میٹنگ میں شرکت کرنے کی غرض سے چلا گیا صرف دس ممبران موجود تھے۔ صدر کا بیٹا بیمار تھا اس لئے وہ گلگت چلا گیا تھا۔ مینیجر کی کسی عدالت میں تاریخ تھی اس لئے وہ بھی آج کی میٹنگ میں شریک نہیں تھا۔ کچھ ممبران گھاس کی کٹائی کے لئے چراگاہوں میں چلے گئے تھے اس لئے میٹنگ ملتوی کر دی گئی۔

رات کو چیوڑ کھنڈ کی ماہانہ اجلاس میں شرکت کی۔ آج بوندا باندی بھی ہو رہی تھی۔

صفدر خان

سوشل آرگنائزر گوجال کی ڈائری سے اقتباس

۱۹ نومبر ۱۹۸۷ء

پروگرام کے مطابق صبح چھ بجے خیبر پروجیکٹ ایریا گئے جہاں ممبران ساری رات کام میں مصروف رہے تھے۔ صبح کے دس بجے پروگرام کے بانی ہز ہائینس پرنس کریم آغا خان تشریف لانے والے تھے لیکن صبح پتہ چلا کہ ہز ہائینس پروگرام سے آدھا گھنٹہ پہلے تشریف لائیں گے۔ ہز ہائینس کی تشریف آوری سے قبل ہی تمام انتظامات مکمل کر لئے گئے تھے۔

معزز مہمان کو خوش آمدید کہنے کے لئے ہیلی پیڈ پر ڈاکٹر ظہور عالم، پروگرام سینیئر ایگریکلچرسٹ، نورین جان، کوارڈینیٹر خواتین پروگرام اور تنظیم کے عہدیداران منتظر کھڑے تھے۔ صبح کے ٹھیک ساڑھے نو بجے ہز ہائینس سوست کے پروجیکٹ کے معائنے کے بعد خیبر پہنچے۔ جونہی ہز ہائینس ہیلی سے باہر تشریف لائے جنرل منیجر اے کے آر ایس پی نے فرداً فرداً استقبال کے لئے آئے ہوئے اشخاص کا ہز ہائینس سے تعارف کرایا۔

تعارف کے بعد خلافِ توقع ہز ہائینس نرسریوں اور سبزیات کے معائنے کے لئے تشریف لے گئے۔ ڈاکٹر ظہور عالم صاحب نے ہز ہائینس کو نرسری اور سبزیات سے متعلق تفصیلات پیش کئے جس پر ہز ہائینس نے انتہائی خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔

بعد ازاں ہز ہائینس ڈائس پر تشریف لے گئے اور تنظیم کے ممبران سے سوالات کئے جنرل منیجر صاحب نے ترجمانی کے فرائض سرانجام دیئے آپ نے سوال کیا کہ کوہل کی تعمیر کب مکمل ہوئی ؟ جس پر صدر تنظیم نے جواب دیا کہ تین سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ پھر آپ نے پودوں کی تعداد پوچھی۔ صدر نے جواب دیا کہ اس مختصر سے عرصے میں انہوں نے کل ۲۹۰۰۰ پودے لگائے ہیں جن میں پھلدار اور غیر پھلدار پودے شامل ہیں۔

جب آپ نے سوال کیا کہ تعلیم کا کیا بندوبست ہے ؟ تو جنرل منیجر صاحب نے جواب دیا کہ خیبر والوں نے اپنی مدد آپ کے تحت ایک پروٹو ٹائپ مڈل اسکول تعمیر کیا ہے۔

آپ نے صحت سے متعلق سوال کیا تو صدر تنظیم نے جواب دیا کہ گاؤں کے اندر کوئی صحتی مرکز نہیں ہے اور کوئی فرد بیمار پڑ جائے تو اسے سوست یا گلمت لے جانا پڑتا ہے یہ سن کر ہز ہائینس رنجیدہ ہو گئے آپ کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر ایڈمنسٹریٹر عبدالقیوم خان کھڑے ہوئے اور اعلان کیا کہ خیبر میں وہ حکومت کی جانب سے ایک ڈسپنسری بنوائیں گے۔ یہ اعلان سن کر ہز ہائینس بہت خوش ہوئے اور کھڑا ہو کر ایڈمنسٹریٹر کا شکریہ ادا کیا۔

پھر ہز ہائینس نے ہیفر پروجیکٹ کے تحت فراہم کی گئی گائیوں سے متعلق سوال کیا۔

صدر محمد صراط نے بتایا کہ ان گائیوں کو لاتے وقت کچھ نقصانات ہوئیں اور چار بچھڑے ضائع ہو گئے ایک گائے کو بھی بہت تکلیف ہوئی مگر اب وہ ماحول میں ڈھل چکی ہیں موسم کی تبدیلی سے کوئی خاص فرق نہیں پڑا ہے۔

روانگی سے قبل ہز ہائینس نے صدر، منیجر اور ممبران کو مبارکباد دی کہ انہوں نے انتہائی محنت اور جانفشانی سے کام کیا ہے اور توقع ظاہر کی کہ وہ آئندہ بھی اے کے آر ایس پی کی تعاون سے تیز تر ترقی کرتے رہیں گے۔

ہز ہائینس نے سوشل آرگنائزر کو ہدایت کی کہ وہ تنظیم والوں کے ساتھ ملکر ایک جامع منصوبہ تیار کرے تاکہ غیر آباد زمین کو جلد از جلد آباد کیا جا سکے۔

اس کے بعد ہز ہائینس ہیلی میں سوار ہوئے اور ہنزہ کی جانب روانہ ہوئے۔

ڈاکٹر ظہور عالم نے مجھے ہدایت کی کہ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد فوراً پھسو پہنچ جاؤں۔ کیونکہ بعض مہمان نگر میں پروگرام دیکھنے کے بعد شمشال لنک روڈ دیکھنے کی غرض سے آنے والے ہیں۔ میں پرائیوٹ گاڑی کے ذریعے پھسو پہنچا اور ڈیڑھ گھنٹے کی انتظار کے بعد مہمان بذریعہ ہیلی پھسو پہنچے جنرل مینیجر صاحب بھی مہمانوں کے ہمراہ واپس تشریف لائے تھے۔ صرف ایک گاڑی دستیاب تھی اس لئے تمام مہمان لنک روڈ کے معائنہ کے لئے نہ جا سکے ایک گھنٹہ بعد مہمان لنک روڈ کا معائنہ کر کے واپس آئے اور گلگت کے لئے روانہ ہوئے۔

رابعہ بیگم
فیلڈ کو آرڈی نیٹر

دیہی ترقی میں خواتین کا کردار

حیات انسانی کی تعمیر میں مرد و زن ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ مرد تن تنہا پر کیف انسانی زندگی سنبھالا نہیں دے سکتا اس لئے عورت کا رول بہت ہی ضروری ہے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مرد اور عورت انسانی زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ جب تک دونوں پہیے درست حالت میں نہ ہوں گاڑی کام نہیں کر سکتی اسی لئے شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ نے کہا ہے کہ

ع وجود زن سے ہے کائنات میں رنگ

تاریخ کے اوراق پلٹانے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خواتین نے تاریخ کے ہر دور میں ایک خاص کردار ادا کیا ہے۔ دور حاضر میں خواتین نے اس شعبے میں نمایاں پیش رفت کی ہے اور مردوں کے دوش بہ دوش کام کر کے بہتر اور خوشحال معاشرے کی تعمیر میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ وطن عزیز پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور ایک ایسے ملک میں جہاں کی آبادی کا بیشتر حصہ زراعت پر انحصار کرتا ہو خواتین کا کردار اور بھی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔

چترال سرزمین پاک کا ایک دور افتادہ اور پسماندہ ضلع ہے۔ یہاں خواندگی کی شرح نہ ہونے کے برابر ہے بالخصوص خواتین تعلیمی میدان میں بہت پیچھے ہیں۔ تاہم تعلیمی کمی کے باوجود چترال کی خواتین روزمرہ کی زندگی میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بجا ہو گا کہ چترال میں امور خانہ داری کا ۷۵ فیصد کام خواتین سرانجام دیتی ہیں۔ اس وقت خواتین جس محنت اور لگن کے ساتھ کام کر رہی ہیں۔ ان میں سے چند کی وضاحت ضروری سمجھتی ہوں۔

گھریلو امور :۔ پو پھٹتے ہی خواتین کی سرگرمیاں شروع ہوتی ہیں ان میں گھر کی صفائی، بچوں کی پرورش، کھانا پکانا، مال مویشیوں کے دودھ حاصل کرنا ان کو چارہ ڈالنا وغیرہ شامل ہیں خواتین سارا دن کھانا پکانے اور گھر کا خیال رکھنے میں مصروف رہتی ہیں اس کے علاوہ سبزیوں کا خیال رکھنا، جانوروں کے لئے خوراک اکٹھا کرنا اور سبزیات کو پانی دینا بھی ان کی ذمہ داری ہے۔ مرغبانی بھی خواتین کی ذمہ داری میں شامل ہے۔ مرغیوں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ ان سے چوزہ نکالنا بھی خواتین کے کام میں شامل ہے۔ چترال میں مردوں کا کام موسمی ہوتا ہے کھیتی باڑی یا فصلوں کی کٹائی اور تھریشنگ میں ان کا کام بڑھ جاتا ہے اس کے علاوہ دوسرے ایام میں بالخصوص سردیوں میں وہ ریسٹ کرتے ہیں۔ جبکہ خواتین سال بھر کام کرتی رہتی ہیں۔ خواتین کے کام کا کوئی وقت متعین نہیں۔ گھر کے اندر جملہ امور کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ دوسرے تمام امور میں خواتین نہ صرف مردوں کا ہاتھ بٹاتی ہیں بلکہ ۷۵٪ کام وہ بذات خود سرانجام دیتی ہیں۔ اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو دیہی ترقی کے اسی فیصد کام میں خواتین کا ہاتھ شامل ہے۔ چترال میں خواتین دیہی ترقی میں جو کردار ادا کر رہی ہیں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ گھر کے اندر تمام معاملات کو نمٹانا ہر قسم کی سبزیاں کاشت کرنا، مال مویشیوں کی نگہداشت، مرغبانی، پھلوں کو خشک کرنا، اخروٹ اور خوبانی کی گٹھلیاں توڑ کر گری حاصل کرنا، گرم سوئیٹر، پٹی اور دستانے و جرابیں تیار کرنا، سلائی اور کڑھائی کا کام کرنا، شوقہ اور چغہ سازی اور قالین (مقامی)

بانی کے کام پر خواتین کو پوری دسترس حاصل ہے۔ یہ وہ کام ہیں جن کو خواتین روزمرہ زندگی کی سرگرمیاں کے طور پر انجام دیتی ہیں۔ تاہم ان سرگرمیوں اور امور کی انجام دہی میں دیہی خواتین زیادہ تر دقیانوسی اور زیادہ محنت طلب طریقۂ کار اختیار کرتی ہیں جس کی وجہ سے جہاں وقت کا ضیاع ہوتا ہے وہاں توانائی بھی بہت صرف ہوتی ہے۔ عورتوں کی صحت پر برا اثر پڑتا ہے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ تمام امور جدید طریقۂ کام کے مطابق انجام دیئے جائیں۔ سائنسی تکنیک کو اپنایا جائے اور منظم و مربوط انداز میں دستیاب مشینری کو بروئے کار لاکر کم وقت میں زیادہ کام کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے آغا خان رورل سپورٹ پروگرام یا اے کے آر ایس پی گذشتہ چند سالوں سے جہاں چترال کی مجموعی حالت کو بہتر بنانے کے لئے کوشاں ہے وہاں وہ خواتین کی حالت کو سدھارنے اور ان کی بہتری کے لئے بھی مصروف عمل ہے اس سلسلے میں کئی گاؤں میں خواتین نے تنظیمات تشکیل دی ہیں وہ باقاعدگی سے اجلاس کرتی ہیں اور بچت جمع کراتی ہیں اب تک ضلع چترال میں خواتین کی تیس تنظیمیں قیام میں آچکی ہیں جن کی مجموعی بچت ۹۹۰۳ روپے ہوگئی ہے۔ یہ پیش رفت کافی حوصلہ افزا ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ آئندہ چند برسوں میں خواتین اس سلسلے میں کافی ترقی کریں گی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ خواتین اس وقت جو امور انجام دے رہی ہیں ان کو منظم اور جدید دور کے تقاضوں کے مطابق کریں۔ اے کے آر ایس پی نے اس مقصد کے حصول کے لئے خواتین کی تنظیمات کو مختلف قسم کی سہولتوں کی فراہمی کا انتظام کیا ہے ان میں خرخہ گٹھلیاں توڑنے والی مشین، چولہے، واشنگ مشین۔ پولٹری ٹریننگ وغیرہ شامل ہیں۔ ان سہولتوں سے بھرپور فائدہ اٹھانے اور ماہرین کی باتوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔ چترال میں خواتین عملہ چند مہینوں سے کام کر رہا ہے اس شعبے کو بھی خواتین کی بہتری کے لئے مزید تین حصول میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک شعبے کے بارے میں جس کا تعلق مجھ سے ہے اپنی بہنوں اور ماؤں کی خصوصی توجہ مبذول کرانا چاہتی ہوں۔ یہ شعبہ مرغبانی کا ہے ہماری دیہی زندگی میں مرغی کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ مرغی کو سب سے حقیر چیز سمجھی جاتی ہے۔

حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے ایک دور ایسا بھی تھا کہ چترال میں مال مویشی پالنے کا رواج عروج پر تھا۔ ہر مہمان کے لئے بکری یا بکرا حلال کیا جاتا اور اس کو بے دریغ استعمال کیا جاتا رفتہ رفتہ یہ رجحان ختم ہوا۔ اب بکری یا بکرے کی جگہ مرغی نے لے لی ہے جب کوئی مہمان آتا ہے تو مرغی حلال کی جاتی ہے۔ اگر زیادہ مہمان ہوں تو زیادہ مرغیوں کو حلال کیا جاتا۔ ایک مہمان کے لئے ادھ درجن بلکہ اس سے بھی زیادہ انڈوں کو توڑ کر "بریانی" بنائی جاتی۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ "بریانی" کا یہ نظام تقریباً ختم ہوتا جارہا ہے اب "بریانی" کی جگہ املیٹ اور "فرائی" نے لے لی ہے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک مہمان کے لئے ادھ درجن انڈوں کا استعمال فضول خرچی نہیں تو اور کیا ہے۔ اب مرغی ساٹھ روپے میں بکتی ہے اس کی اہمیت اور افادیت بڑھتی جارہی ہے۔ ایک انڈا اب بازار میں ڈیڑھ روپے میں دستیاب ہے اور وہ بھی آسانی سے اور ہر وقت نہیں ملتا۔ دیسی مرغی اب ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی ہے۔ اس لئے میں اپنی بہنوں اور ماؤں سے یہ گذارش کرتی ہوں کہ وہ مرغبانی کی طرف خصوصی توجہ دیں زیادہ سے زیادہ مرغیاں پال لیں ان سے زیادہ سے زیادہ چوزے نکلوائیں اور زیادہ سے زیادہ انڈا حاصل کریں۔ خود بھی کھائیں صحت بنائیں مہمانوں کو بھی کھلائیں اور بیچ کر اپنی معاشی حالت کو بھی بہتر بنائیں آپ شاید یہ کہیں گی کہ مرغیاں مر جاتی ہیں ہم کیا کریں۔ اس کے لئے ہم آپ کی مدد کریں گے ہمارے پاس اعلیٰ قسم کی ادویات موجود ہیں ہم آپ میں سے کسی ایک ممبر کو اس کی تربیت دیں گے اس کو حفاظتی ٹیکہ لگانے کا کام سکھائیں گے۔ اس سے مرغیاں نہیں مریں گی اور آپ زیادہ سے زیادہ منافع کما سکتے ہیں۔ اس لئے آپ آگے آئیں ہم آپ کی مدد کریں گے۔ آپ اپنے اور اپنی آئندہ نسل کی خوشحالی کو مقصد بناکر کام کیجئے۔ محنت میں برکت ہے۔ محنت رائیگاں نہیں جاتی۔ محنت میں خوشحالی ہے۔ محنت انسانیت کی معراج ہے محنتی اور قابل مائیں محنتی اولاد کو جنم دیتی ہیں۔ محنت نہیں تو انسانی زندگی بے معنی ہے۔

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سو بار عقیق کٹ چکا تب نگین ہوا

از پھسو
مورخہ ۱۲ر دسمبر ۱۹۸۷ء

محترمہ مُدیرہ اُجالا

السّلام علیکم

بعداز آداب عرض یہ ہے کہ میں بھی اُجالا کا ایک خاموش قاری ہوں اُجالا اپنے نام کیطرح روشنی پھیلا رہی اور دیہی عوام کی اُمنگوں کی صیحح ترجمان ہے۔ انتظار بسیار کے بعد اُجالا کا پانچواں شمارہ ہاتھ آیا۔ علمی سرگرمیاں ویسے بھی دیہی عوام کے نصیب میں کہاں ہے البتہ اے کے آر ایس پی کے وجود میں آنے کے بعد چند مطبوعات شمالی علاقہ جات کے دیہی عوام کو بھی میسّر آیا ہے۔

اے کے آر ایس پی کی یہ کاوش قابلِ صد تحسین ہے کہ دیہاتوں سے غُربت وجہالت کے اندھیروں کو ختم کر کے علم وعمل کی روشنی سے علاقہ کو منّور کر رہی ہے۔

دیہی تنظیم پھسو کے صدر کا تحریر کردہ ایک چھوٹی سی نظم بھی ارسالِ خدمت ہے انشاءاللہ آپ اسے اپنے اگلے شمارہ میں ضرور شامل فرمایئں گے۔

والسّلام

آپ کی بہن
گُلشاد اے رحمان
پھسو، گوجال، ہُنزہ

احمد کریم
صدر دیہی تنظیم پھسو

نظم

لیتا ہوں تیرا نام ہر ایک کام سے پہلے
بگڑی تو بنا دیتا ہے انجام سے پہلے

اغیار کے ہاتھوں میں ہے گلشن کی تباہی
آہ! کیسا مقدّر کہ ہمیں ہوش نہ آئی

ہر کوئی یہ سمجھے کہ میں لقمانِ زمانہ
کردار میں ایسا نہ کسی کام کے قابل

اُس کھلے سمندر میں ہے اب میرا سفینہ
منزل کا پتہ جن کو نہ ہو اُن میں ہوں شامل

یارب تو کرم کر کسی طوفان سے پہلے
مجبور ہے احمد نظر آتا نہیں ساحل

Habib Bank Limited

قائم شدہ ۱۹۴۱

حبیب
بینک
لمیٹڈ

زرعی قرضہ جات، تجارتی قرضے، صنعتی قرضے، تعلیمی قرضے
بڑے قرضے، چھوٹے قرضے ـــ حبیب بینک زندگی کے
ہر شعبہ میں سہولتیں فراہم کرتا ہے
وقتِ ضرورت دینا سہولت، نصب العین ہمارا ہے